مظفر نامہ

از

کرم علی

مترجمہ

حکیم سید یوسف رضوی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

حرف آغاز

خدا بخش لائبریری میں منظفر نامہ از کرم علی کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس کا ترجمہ لائبریری نے حکیم سید یوسف رضوی سے کرایا ہے جو نذر قارئین ہے۔ اس تصنیف کا نام نواب منظفر جنگ سید محمد رضا علوی سے منسوب ہے جو نائب صوبۂ بنگالہ اور مصنف کے مربّی تھے۔ مصنف کا تعلق علی وردی خاں مہابت جنگ کے خاندان سے ہے۔ انھوں نے پوری کتاب میں علی وردی خاں کو جناب عالی تحریر کیا ہے۔

۱۱۸۶ھ میں جب فرنگیوں نے منظفر جنگ کو گرفتار کیا تو حالات بہت ابتر ہو گئے۔ طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ مصنف نے یہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا اور ارادہ کر لیا کہ مہابت جنگ سے لیکر ۱۱۸۶ھ تک کے حالات قلم بند کر دیں تاکہ اخلاف بھی اس سے واقف ہوں۔ یہ دراصل بنگالہ کی اٹھارویں صدی عیسوی کی تاریخ ہے۔

اس سے قبل لائبریری نے اس مخطوطے کا ایک عکسی ایڈیشن ۱۹۹۲ء میں شائع کیا ہے جو ڈاکٹر شائستہ خان کی پیشکش ہے۔ ابتدائی صفحات میں انھوں نے منظفر نامہ کے دیگر نسخوں (جو خدا بخش لائبریری کے علاوہ علیگڑھ، سالار جنگ میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہیں) کا جائزہ لیا ہے اور انگریزی زبان میں متن کی تلخیص کے علاوہ ایک مقدمہ اور اشاریے بھی شامل اشاعت ہیں۔

کسی زمانے میں بنگال، اڑیسہ اور بہار ایک ہی خطّہ ہوا کرتا تھا اور اس کا دارالسلطنت مرشد آباد تھا۔ یہ اس علاقے کی ایک مبسوط و مفصل تاریخ ہے جس کے واقعات کا مصنف عینی شاہد ہے۔ اس اعتبار سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس نسخے کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ اور اب یہ آپ کے سامنے ہے۔

—— حبیب الرحمٰن چغانی

فہرست

آٹھ

○

بے پایاں حمد اور اَن گنت شکر، اسی صانع کو سزاوار ہے جس نے ایک لفظ کن سے کائنات سنوار دی ہے۔ اور ہر لحظہ فزوں سے فزوں تر ہوتے ہوئے صلوٰۃ و سلام اسی سردار کے شایانِ شان ہیں جنہوں نے اپنی معجز نما انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔ پاکیزہ سے پاکیزہ تر سلام اُس شیرِ خدا کا خاص حصّہ ہے، جسکی دو رُخی تلوار کی ضرب نے اسکی ولایت کا ڈنکا دونوں عالم میں بجوا دیا۔ اس بحرِ ہستی کے انمول جواہرات خیر انکی آل و اولاد کے قدموں پر قیامت تک نثار ہوں۔

امابعد! واقعات جہان کے متلاشی، اور حقائق زماں کی چھان بین کرنے والوں کی خدمت بابرکت میں فقیر حقیر بندہ درگاہ ازلی کرم علی عرض کرتا ہے کہ ۱۸۶۱ء میں جب نواب مستطاب معلیٰ القاب، باغ مصطفوی کے ثمر، خاندان مرتضوی کے خلف الصدق سید محمد رضی خاں علوی جنکو مظفر جنگ کا خطاب ملا تھا، اور صوبہ بنگالہ کے نائب تھے، انگریزوں نے انکو قید کر لیا، تو بنگالہ کے باشندے چھوٹے سے بڑے تک سب طرح طرح کی آفتوں اور پے بہ پے صدمات کے سبب سے، بنات النعش کی طرح اچانک منتشر ہو گئے۔ برادرانِ زمانہ کے احوال دگرگوں ہو گئے، شرفا اور نجبا کی قدر و قیمت، کمزوروں، غریبوں کی پریشان روزگاری اس مرتبہ کو پہنچ گئی کہ جسکے بیان سے زبان قلم قاصر ہے۔ قطعہ:

جائے آن است کا ختران ہر روز | بر سر از دست چرخ خاک کنند
درد مندان دہر از سر دہر | جامہ در بر چو صبح چاک کنند
الغیاث الغیاث درگیرند | نالہ و آہ درد ناک کنند

ترجمہ: یہ وہ مقام ہے کہ آسمان کے تارے۔ آسمان کے دست تظلم سے اپنے سر پر خاک اڑائیں وقت کے دردمند زمانے کے سر سے کپڑے کھینچ کر صبح کی طرح پارہ پارہ کر دیں۔ الغیاث الغیاث پکاریں۔

دردناک طریقے پر آہ و نالہ کریں۔

مختصر یہ کہ اس بندے نے جب یہ دیکھا کہ بخششوں کے دروازے چاروں طرف سے مسدود ہوگئے ہیں اور زمانہ رفتہ رفتہ بزرگوں سے خالی ہوگیا کوئی مشغولی اور کوئی وسیلہ جو خاطر پریشان اور دل غمگیں کی طمانیت کا ذریعہ ہو نہ رہا تو اس بیکاری و تنہائی میں یہ بات خیال میں آئی کہ چند سطریں اس فسادزدہ شہر کے صاحب اقتدار اور نام آور حکام کے احوال میں لکھوں۔ جسکی ابتدا مہابت جنگ مغفور سے اور انتہا سنہ مذکور پر ہو۔ اس اضعف العباد نے جو اسی خاندان کا ایک فرد ہے۔ جو کچھ دیکھا اور بزرگوں سے سُنا ہے۔ اسکو زیر قلم کر لیا ہے۔

راستہ بیں اہل نظر سے یہ امید ہے جنھوں نے سرمہ انصاف سے اپنی آنکھیں سُرمگیں اور روشن کی ہیں۔ اس عاصی کی عبارت میں جو چند جزو کاغذ کو اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر کے مرتب کی گئی ہے اگر اسمیں کوئی لغزش پائیں، ———— کیونکہ لغزش تو انسان کی آبائی روش ہے۔ تو از راہ عنایت پردہ پوشی سے کام لیکر معائب اور اغلاط کی تصیح کی کوشش کریں۔ کیونکہ عیب پوشی خلعت بخشی سے بہتر ہے ؎

غرض نقشیست کز ما یاد ماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت   کند بر حال این مسکین دعائے

ترجمہ: اس نقش کی غرض محض اپنی یادگار ہے کیونکہ ہستی کی بقا نظر نہیں آتی، ہوسکتا ہے کہ کوئی صاحب دل، اسکو پڑھ کر مہربانی کی وجہ سے میرے لیے دعا کرے۔

چونکہ اس کتاب کا افتتاح نواب مظفر جنگ کے نام نامی سے ہے اسلیے اس کا نام مظفر نامہ رکھا گیا۔ اللہ ہی ہادی اور مددگار ہے۔

جناب عالی کی پرورش کی باتیں | آپکی شوکت وہمت کا شہرہ قاف سے قاف تک اسطرح پہنچا کہ حاتم اور آل برمک کی سخاوت کی حکایات پر منسوخی کا خط کھنچ گیا، آپکی سخاوت واحسان کی شہرت نے شرم کے مارے بہرام گور کو گور میں پہنچادیا۔ کیا آدمی کیا چوپائے، کیا بولنے والے اور کیا خاموش جاندار، کوئی بھی ان میں سے آپ کے دور میں پریشانی و تکلیف میں مبتلا نہ تھا۔ اس لیے ان اوراق میں جہاں جنابعالی کا لفظ ہے، اس سے اشارہ انہی ظلم وطغیاں کی بنیاد کا قلعہ قمع کرنے والے، انصاف و احسان کا جھنڈا

بُلند کرنے والے مظفر جنگ کے نام کی طرف ہے۔

جنابعالی کی ولادت شاہزادہ محمد اعظم کے گھر میں ہوئی۔ کیونکہ آپکی والدہ کمال عزت و افتخار، قدرت و اقتدار کے ساتھ وہیں رہتی تھیں۔

یہاں تک کہ جب آپکی قابلیت اس منزل پر پہنچی کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ کی مصداق بنے تو انکی جہاں کشائی کی دستاویز قبولیت الٰہی کی مہر سے آراستہ کر دی گئی۔ اور چونکہ عنایت الٰہی کی درخشانی اس خداشناس کی پیشانی سے ہویدا تھی اسلیے اعظم شاہ، ملہم غیبی کے اشارے سے اپنی الہامی زبان سے یہ کہا کرتے تھے کہ عنقریب امور حکومت اس شریف لڑکے کو اللہ تفویض کرے گا۔

جنابعالی کے والد بزرگوار علی قلیخان فیل خانہ کی داروغگی پر اور جنابعالی کے بڑے بھائی حاجی احمد صاحب ٹکسال کی داروغگی پر سرفراز تھے۔ اور خود جناب عالی اعظم شاہ کی زندگی میں تمام ارکان دولت میں ممتاز تھے۔ اعظم شاہ اور بہادر شاہ کی جنگ میں بہادری سے لڑے تھے اور نمایاں زخم بھی کھائے تھے۔

جناب عالی کے فضائل کا مختصر ذکر: اہل اخبار میں ہر بڑے چھوٹے پر یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے از قسم فضیلت چند خصائل جناب عالی کو عنایت فرمائے تھے۔ ازاں جملہ ان کی رضا جوئی اور خدمت گزاری سے کوئی بھی سرتابی نہیں کرتا تھا۔ گویا اللہ نے ان پر واجب کر دی ہے۔

اقسام فضائل:

یکے از جنس حکمت: حکمت و دانائی کے اقسام میں اوّل ذکاوت، دوم تیز فہمی۔

دوم جنس شجاعت: شجاعت میں سات چیزیں اوّل کبر نفس۔ یعنی آسان اور دشوار ہر امر کی برداشت پر قادر تھے۔ دوم بخدت یعنی خوف کے وقت میں ان پر بے چینی اور بے تابی طاری نہیں ہوتی تھی اور غیر مربوط حرکتیں ان سے سرزد نہیں ہوتی تھیں۔ سوم، ثبات یعنی آلام و شدائد میں مقابلے کی قوت رکھتے تھے۔ چہارم حلم یعنی بہت جلد غصہ نہیں آتا تھا۔ پنجم شہامت یعنی بڑے اور اہم کاموں کی فراہمی کا خیال انکے دل میں پیدا ہوتا رہتا تھا۔ ششم تواضع یعنی جو لوگ ان سے جاہ و مرتبہ میں کم تھے خود کو اُن سے برتر نہیں سمجھتے تھے۔ ساتویں حمیت یعنی وہ چیزیں جنکی حفاظت ضروری ہے ان میں سستی نہ کرتے۔

سیوم جنس عفت: عفت سے چار چیزیں۔ اول حیا یعنی اُن قبیح امور کے ارتکاب سے جسکی وجہ سے

انگشت نمائی ہو بچتے تھے۔ دوم دعت یعنی انتہائی شہوانی تحریک کے باوجود بے قابو نہیں ہوتے تھے۔ سیوم صبر یعنی کسی قبیح لذت کے مرتکب نہیں ہوئے (شراب وغیرہ) چہارم سخا، اور سخاوت کی چار بھلائیاں انکو ملی تھیں۔ اوّل کرم یعنی کثیر مال کا دوسروں کو بخش دینا۔ اُن کے نفس پر بہت آسان تھا۔ خاصکر ان کاموں میں جنکا نفع بہت وسیع ہو۔ دوم معافی، سیوم مواسات۔ یعنی دوست احباب اور مستحقوں کی سامان آسائش سے مدد کرتے تھے۔ چہارم سماحت۔ یعنی لوگوں کو بہت خوش دلی سے مال عطا کرتے تھے۔

چہارم جنس عدالت : عدالت سے انھیں آٹھ چیزیں ملی تھیں : اوّل صداقت، وہ سچی محبت رکھتے تھے، اور یہی تمام دوستوں کے لیے سامان راحت کی فراہمی کا سبب ہوا کرتا تھا، اور ہر ممکن طریقے پر وہ ایثار کیا کرتے تھے۔ دوم الفت، یعنی ایک دوسرے کی معاونت کے لیے اسباب معیشت کی تدبیر و اہتمام میں ایک دوسرے سے اتفاق کرتے تھے۔ سیوم وفا۔ یعنی مواسات و معاونت کے اصول پر برقرار رہتے ہوئے حد سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ چہارم صلہ ارحام، پنجم تَوَدُّد۔ یعنی خوش روئی و خوش خوئی کے ساتھ وہ دوستی اور محبت کے خواستگار تھے۔ ششم: توکل، ہفتم: شفقت، ہشتم: عبادت۔

جناب عالی کے بعض ملازمین، غلامان، فرزندان اور بعض دوسروں کے احوال

وہ حضرات جو تحقیق احوال اور نقد و نظر کے جویا ہیں ان پر یہ بات واضح ہے کہ جب اہل دولت و ثروت کا ذکر ہو رہا ہے تو انکے خاص غلاموں با اخلاص ملازمیں، خلف و ناخلف فرزندان، غنی اور حاجتمند اہل قرابت کا ذکر بھی ضروری ہے، نیز ان میں سے ہر ایک محمد شاہ بادشاہ غازی کے عہد سے جبکہ یہ حضرات منصب ہفت ہزاری پر تھے۔ سربازی کے میدان میں گوی سبقت لے گئے ہیں۔

ان میں سے ایک غلام حسین خاں، عرض بیگی ہیں یہ منصب وزارت کے آداب سے واقف ہوتے ہوئے راہ سلوک میں بھی ممتاز تھے، انکا سرمایہ اخلاص عقیدتمندی کی کسوٹی پر پوری طرح کامل تھا۔ شاہی حصول دعا کے لیے ارباب شوق کی طرح انکا دل شب و روز بیقرار رہتا تھا۔

دوسرے ہر جلی و خفی کے رازدار، توپخانہ جنسی کے داروغہ مرزا داور علی ہیں۔ جنہوں نے پوری دل گرمی کے ساتھ اس خاندان کی بندگی کی۔ اور مخالفین کے خاندان کا اپنی توپوں سے دھواں اُڑا دیا، سرکشوں کے سر کو مٹی میں ملا دیا ؎

جوانی، جانفشانی، سرفرازی فلک چوں اُوندیدہ تیغ بازی

ترجمہ : ایسا جانفشاں، ایسا سربلند جواں کہ کیا کہئے[۵]۔ اسکے مانند تلوار چلانے والا آسماں نے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔

سچ تو یہ ہے کہ توپخانہ جنسی کے لیے ثابت قدمی میں بے مثل تھے۔ اگر رستم و اسفندیار اسکے مقابل میں آتے تو انکی توپ کی ادنیٰ آتش دستی سے بنولے کی طرح بھُن کر بکھر جاتے۔ سام کا نام دُنیا سے مٹ جاتا۔ مختصر یہ کہ ایسے گرم جوش اور ایسے بہادر جوان، انکے بزرگوں کے زمانے میں بھی بقرینہ غالب کمتر ہی میسر آئے ہوں گے۔ یہ تعریف سے مستغنی ہیں۔

تیسرے ملازمان با اخلاص میں نواب حسن قلی خاں ہیں انجام سے باخبر بڑے عاقبت بیں اور خیر اندیش تھے ان کا قلم الجھی ہوئی گتھیوں کے سلجھانے، اور شاہی رسوم و آداب کو قائم برقرار رکھنے میں عیسی بن مریم کی طرح معجزنما تھا۔

چوتھے: حیدر علی خان داروغہ توپخانۂ دستی تھے، کہ جنکے شعلہ برق جہاں سوز نے مخالفین کے خرمن ہستی کو جلا دیا تھا۔ اور اپنے حسن اخلاق کے دھاگے سے دوستوں کے دل صدپارہ کی بخیہ گری کی تھی۔ ایسا سردار باوقار، قہار کہ جسکے ایک اشارے نے مخالفان نامسعود کی ہستی کو صحرا صحرا۔ جنگل جنگل سے بُہار کر خاکستر کی طرح پھکوا دیا تھا۔ اور آنکھ جھپکتے خیرہ سروں کی آنکھ میں سرمہ بارود کی سلائی پھیر دی تھی۔ تاریک دلوں کے دل کے زنگ کو صاف کر دیا تھا۔ اس وحید العصر خاندان کی بہی خواہی میں بے نظیر و بے مثل تھے۔

پانچویں: ان نامی اور قابل فخر ملازمین میں نواب ببر جنگ المعروف بہ مصطفےٰ خاں افغانی تھے۔ جن کی خوں آشام تلوار کی ہیبت پتھر کے دل میں بھی بیٹھ گئی تھی۔ دشمنوں کے مقابلے، اور ثابت قدمی میں ایک قدم بھی اپنی جگہ سے الگ نہ ہوتے تھے۔ جنگ جوئی اور معرکہ آرائی کے ایسے پیاسے تھے کہ اگر بفرض دو روز بھی اُنکے بے جنگ گزر جاتے تو دنیا اُن پر تنگ ہو جاتی تھی۔ چودہ ہزار جری و بہادر، تیر انداز، تیغ زن سوار اپنے ساتھ لیکر ایسے ایسے کارنمایاں کیے کہ جو دوسروں سے ممکن نہ ہو سکے، آخر میں ادبار کے شکار ہو گئے کہ عنقریب اپنی جگہ پر ان کا ذکر آئے گا۔

چھٹے : دیوان چنتامن داس اور انکے بھانجے راجہ جانکی رام ہیں یہ انکے وہ مبارک پاسباں ہیں جنکے عصائے خامہ نے ظلم کی پیدائش کو بزم امکاں سے نکال پھینکا۔ انکی عقیدتمندی کی محفل سجانے والے نے بدگمانی کے جاسوس کی راہ مسدود کر دی۔ چونکہ ان کے گلزار دولت میں سرسبزی و تازگی پائیدار تھی۔

لہذا انکے تجرد کے دامن پر گرد تعلق نہ پڑسکی۔

ساتویں: عبدالکریم خاں افغان ہیں۔ جنکے غضب کے خوف سے شیر ببر پہاڑ پر نہیں سوتا تھا اور جنکے دریائے شجاعت کی موجوں کے تھپیڑے سے سمندر لرزتے تھے۔

آٹھویں: شمشیر خان افغان۔ جسکے نیزے کی نوک نیزہ باز فلک کی گرہ کھولتی تھی۔ لیکن مادر زاد بداصل اور نمک حرام تھا۔ عاد شداد کی قوم وقبیلہ کا مالک، اور قاتل، ہیبت جنگ صوبہ دار عظیم آباد کی طرح۔

نواں: عمر خاں افغان، جس نے اپنی بے پایاں بہادری کی وجہ سے محفل دوست میں "ہمہ اوست" کا مقام پایا۔ اور یہ مقام اس کو کمال صداقت کی وجہ سے حاصل ہوا۔

جو لوگ جنابعالی کے دوستوں میں ہیں ان سے یہ بات چھپی نہ رہنی چاہیئے۔ کہ جنابعالی کی دو بیٹیاں بقید حیات تھیں اور دونوں کو اپنے دو بھتیجوں سے بیاہا تھا، اور حاجی احمد صاحب کو چار بیٹیاں اور تین لڑکے۔ ایک مرزا محمد رضا، جو نوازش محمد خاں بہادر شہامت جنگ سے مشہور تھے کہ جنکے خوان احسان سے کوئی خالی واپس نہ ہوا، اور کسی سائل نے انکی زبان سے "نہیں" کا لفظ نہ سنا، لیکن یہ لاولد تھے۔

دوسرے مرزا محمد سعید۔ المخاطب نواب سعید احمد خان بہادر صولت جنگ کہ جب خیاط قضائے قدر نے قبائے حکومت انکے قامت بالا کے لیے تیار کی، تو صانع قدرت نے بادشاہی کی انگوٹھی انکی انگلی میں پہنادی۔ انکے فرزندوں میں نواب شوکت جنگ نے علم نام آوری بلند کیا۔

تیسرے مرزا محمد ہاشم المخاطب زین الدین احمد خاں بہادر ہیبت جنگ جنکے عہد میں فتنہ و آلام کے غبار بیٹھ گئے، انکے عدل و انصاف کے پانی سے ظلم و بیداد کی آگ بجھ گئی۔ ان کے فرزندوں میں نواب سراج الدولہ نے بہادری کا جھنڈا دشمن کے مقابلے میں بلند کیا۔ اور مسند ضحاک و جم کو اپنے سامنے سے اٹھوا دیا۔ ان کا تذکرہ مجملاً اپنے محل میں کیا جائے گا۔

صاحب فن دانشمندوں، مدبروں اور نئے پرانے واقعات کے طالبوں سے یہ بات پوشیدہ نہ رہنی چاہیئے کہ جب سربلندی کو پستی اور ہر پستی کو بلندی لازم ہے بمقتضائے وقت جناب عالی شاہزادہ[1] کے قتل کیے جانے اور اسباب کی تباہی کے بعد، شاہجہاں آباد آکر انتہائی افلاس میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اکثر اوقات فقر و فاقہ میں گزارتے تھے۔ اور کبھی کبھی راجہ جگل کشور کے والد راجہ رائے بال کشن کے گھر آمد و رفت کرتے تھے۔ اور جناب عالی کے بڑے بھائی حاجی صاحب، محمد اعظم شاہ کے قتل کے بعد مکہ معظمہ کی طرف چلے گئے۔ مدتوں اسی سرزمین

---

[1] محمد اعظم شاہ۔

میں بسر اوقات کرتے رہے۔ اور ہمیشہ بفراغت تمام زندگی گزارتے رہے۔ غرض محمد شاہ بادشاہ کے اوائل دورِ حکومت تک اسی طریقے پر زندگی بسر ہوتی رہی۔

صوبہ اڑیسہ کی طرف جنابعالی کا متوجہ ہونا اور شجاع خاں کے پاس جانا اور بعض دوسرے واقعات

اہل علم و دانش سے یہ بات پوشیدہ نہ رہنی چاہیئے کہ نواب عاقل خاں کے پوتے نواب شجاع خاں، جناب عالی کے ہم جد، اور قرابت میں بھائی تھے۔ انکی شادی نواب جعفر خاں صوبہ دار بنگالہ کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ انکی اوباش طبیعت کے سبب رنجیدہ ہوکر شجاع خاں شاہجہاں آباد چلے گئے۔ اور جعفر خاں پر چند لاکھ اشرفی کی چوری کا اتہام لگا کر بادشاہ کی خدمت میں چٹھی لکھدی اور شجاع خاں نے اس تہمت پر ثبوت بھی بہم پہنچائے۔ خاندوران خان امیرالامراء کے استصواب رائے کے بعد اڑیسہ کی صوبہ داری پر سرفراز ہوکر ۱۱۳۱ھ میں گیارہ سو اکتیس ہجری میں صوبہ اڑیسہ میں آئے اور حکومت کے کاموں میں مشغول ہوئے۔ ان کے ساتھ جناب عالی کے والد شاہ قلیخاں بھی تشریف لاکر ان کی رفاقت میں رہے۔ ایک سال کے بعد شاہ قلی خاں نے اپنے لائق فرزند۔ مرد با مروت، شجاع و بہادر یعنی جناب عالی کے لیے نواب شجاع خاں سے راہ داری کا پروانہ حاصل کر کے بھیجا۔ وہ ماہ تاباں جو نور خورشید کا محتاج تھا، یعنی جناب عالی۔ انھوں نے اپنے کچھ جواہرات فروخت کرکے نو سو روپے حاصل کیے اور اس رقم سے ایک زنانہ مکان کرائے پر اور تین سو روپے میں ایک گھوڑا خرید کر، فقیر اللہ بیگ اور نوراللہ بیگ جو دونوں ہی اسی خاندان کے پروردہ تھے ساتھ لیکر، ۱۱۳۲ء کے کسی مہینے میں صوبہ اڑیسہ میں نواب شجاع کے پاس پہنچے۔ اور چند ہی روزوں میں اپنے عقل کی رہنمائی اور فطرت کی استادی کی وجہ سے اپنی شہرت کا جھنڈا بلند کیا اور منصب شش صدی اور تھانہ سالوترا پور کے اہتمام پر محمد علی وردی خاں کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔

تھانہ سالوترا پور پہاڑوں اور جنگلوں کے درمیان راجہ کیوجھر اور راجہ انگھر، اور راجہ ویکا میل کی سرحد میں ہے اور یہ تینوں راجا صوبہ دار کے ساتھ انتہائی باغی اور شورش پسند ہیں۔ اس عقل مجسم نے نہایت آسانی سے اس تھانے پر عملداری کی۔ اور باغی راجگان کو اپنے حسن واخلاق سے اپنا مطیع بنالیا۔

۱۱۳۳ھ میں حاجی صاحب اپنی والدہ اور دو فرزندان مرزا غلام حسین اور مرزا خیراللہ بیگ اور مرزا دادر قلی اور دیگر خانہ زادوں کے ساتھ، نواب شجاع خان کے بلاوے پر شاہجہاں آباد سے پہنچے۔ کوئی خدمت بجز شب و روز کی مصاحبت کے قبول نہیں کی۔ لڑکوں کو حالات کے مطابق ملازمت دلوادی، اور اپنے

بھائی کے جاہ ومرتبہ کی ترقی میں پوری کوشش کرتے رہے۔

اور انکے قوت بازو نے (جناب عالی) جو دین و دولت کی کسوٹی پر اپنے علم و عمل میں کامل المعیار تھے، اڑیسہ کو مفسدوں کے وجود سے صاف کر دیا، اور اشقیا کی ایک بڑی جماعت کو اپنی جلالی تیز تلوار سے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اکھلی کوٹ اور تھانہ کی جنگ میں اس مرد آزمودہ کار کی کوشش ظہور میں آئی اور جب نواب شجاع خاں کا دل، اس خدائی طاقت ور کی قوت کاملہ پر مطمئن ہو گیا اور اس سرزمین کی تسخیر سے فراغت مل گئی۔ تو جناب عالی کو کھنگ کی جنگ کے لیے مامور کیا، وہاں کا قلعہ چند دریاؤں کے درمیان واقع ہے۔ لیکن یہ جنگ کے دریائے مواج کا چالاک نہنگ سیلاب کی طرح اس فوج سے بھرے ہوئے قلعہ کی طرف بڑھا تو بعض موانع کی وجہ سے قلعہ کو مرکز کی طرح حلقے میں لیے رہا۔ یہاں تک کہ تین سال کے بعد اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب تین سال تک نواب صاحب کے بھائی مرزا صاحب اور جنابعالی کے درمیان قلعہ کے خالی کرانے میں شکر رنجیاں رہیں اور شجاع خاں مکدر ہوئے۔ تو جناب عالی خود شجاع خاں کی خدمت میں کٹک آئے۔ اور مکمل گفتگو کے بعد قلعہ کے پاس شجاع خاں کو لے آئے، اور دانشمندی و مصلحت اندیشی سے جو لوگ قلعے میں محصور تھے، اُن کے لیے ایک تحریر لکھوائی۔

تم جانتے ہو کہ ہمارے جاہ وجلال کی نسیم کامیابی ہماری خوش قسمتی کی دوست ہے۔ اور ہماری تیغ جہانگیری تمام عالم پر دراز ہے۔ اسکے باوجود چند نصیحت کی باتیں خواب غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کے لیے لکھ رہا ہوں۔ اور کامیابی کے دروازے ہر دوست و دشمن کے لیے کھول رہا ہوں۔ تاکہ خلل اندازی کے صدمے اور ذلت وخواری کے نتائج سے محفوظ و مصئون رہیں۔ اس سے پہلے کہ یورش ویلغار کی نوبت آئے۔ اطاعت و انقیاد سے کام لیں، تاکہ اطاعت پذیری کے سلسلے میں اپنے مقصد کی سربلندی سے فیضیاب ہوں۔ ورنہ عنقریب اللہ کی مدد وعنایت سے یہ مٹھی بھر مٹی کا تودہ (قلعہ) غازیاں نصرت شعار کی جرأت اور کوہ شکار توپوں کے گولوں سے پارہ پارہ ہو جائے گا۔ اسکے بعد عجز و استغاثہ کا کوئی پھل نہ ملے گا، ندامت وحسرت کی آواز بے اثر ہوگی۔

وہ دور اندیش راجہ سمعنا واطعنا کہتا ہوا قلعے سے باہر آیا اور جناب عالی کے ہمراہ نواب شجاع خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر خوش دلی کے ساتھ اپنی قیام گاہ کو واپس گیا۔

جب قلعہ تسخیر ہو گیا اور زمیندار بھی مطیع وفرمانبردار بن گیا تو نواب شجاع خان نے جناب عالی کو مزید عنایات سے نوازا، اور حکم دیا کہ ابھی چند دنوں اسی سرزمین میں رہو۔

۱۱۳۹ھ میں جب جعفر خان کے مرنے، اور نواب سرفراز خان کے تسلط کی خبر شجاع خاں کو ملی اور جب یہ بات معلوم ہوئی کہ نواب علاء الدولہ کا ارادہ یہ ہے کہ اگر نواب شجاع خاں اِدھر آئیں تو انکو آنے سے روک دیا جائے۔

نواب شجاع خاں نے اس خیال سے کہ باپ بیٹے کے درمیان جنگ مناسب نہیں متردد خاطر تھے حاجی صاحب نے مشورہ یہ دیا کہ ابھی عوام کی باتوں کا اثر اسکے مزاج پر نہیں ہوا ہے، وہ تمہارا لڑکا ہے۔ اس کی ماں بھی ابھی زندہ ہے اور خود بیٹے کے پاس موجود ہے انتہائی تعجیل کے ساتھ اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس درمیان ایک خط بیگم کی طرف سے بھی جو مرشدآباد میں تھیں، پہنچا کہ جلد سے جلد مرشدآباد میں پہنچیں۔

نواب شجاع خان نے اپنے بہادر لڑکے محمد تقی خان کو جو علاء الدولہ کا ہم بطن نہ تھا صوبہ اڑیسہ میں اپنا نائب بناکر انتہائی تعجیل کے ساتھ بھری برسات میں صوبہ بنگالہ کی طرف روانہ ہوا۔ حاجی احمد صاحب اور شاہ قلی خان دونوں انکے رفیق سفر ہوئے۔ لیکن جناب عالی بے پناہ کیچڑ اور راستے کی خرابی کی وجہ سے ضلع کٹک سے رفیق سفر نہ ہوسکے۔

نواب شجاع خاں بنگالہ پہنچکر اپنے بیٹے نواب سرفراز خان کی نیابت میں خود مسند حکومت پر بیٹھے، اور جناب عالی برسات گزرنے کے بعد بموجب حکم بنگالہ پہنچے۔ پہلے بنگراں سالار مقرر ہوئے اور شاہی خزانہ اور جعفر خاں کے ضبط شدہ مال کو صوبۂ بنگال کی سرحد سے لے جاکر صوبہ عظیم آباد پہنچایا۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد ۱۱۴۰ھ میں راج محل جو بنگالہ کی سرحد ہے وہاں کے فوجدار مقرر ہوئے، اور اپنے اقتدار کا ڈنکا بجادیا۔ اسی مبارک سال مریم مکانی کے بطن سے سراج الدولہ کی پیدائش ہوئی۔ باشندگان پایۂ تخت بہت مسرور اور خوش ہوکر آپس میں مبارک باد دیتے تھے، جناب عالی کی ولی عہدی کے منشور پر قبولیت کی مہر لگادی گئی۔ اور ہزاروں تہنیت و مبارکبادی کے ساتھ نذریں پیش کی گئیں۔ نواب سراج الدولہ نے جناب عالی کے ظل عاطفت میں بہترین اور گوناگوں شفقتوں میں تربیت پائی۔ جناب عالی نے اس سعید لڑکے کو اپنا فرزند بنالیا، اور یہ بات ضروری قرار دیدی کہ ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھیں گے۔ اپنے فوجداری کے ابتدائی صرف چار سال کے عرصے میں اطراف راج محل کے تمام پہاڑوں کے باشندے کو جن میں کے اکثر ایسے تھے کہ تاجروں اور مسافروں کے مال لوٹ کرلے جاتے تھے۔ کہیں لطف و مہربانی اور کہیں تنبیہ و تادیب کے ذریعہ تابع فرمان کرلیا۔ راستوں اور شارع عام کو آباد کیا۔

اسی زمانے میں چند ہندو جو بھاٹ کی قوم سے تھے پہاڑ سے اتر کر آئے اور عرض کیا کہ برسوں کے بعد یہ عجیب تماشا اور ہنگامہ آرائی دیکھنے میں آرہی ہے کہ کثیر تعداد میں گنتی سے باہر چیار (سانپ) اپنی صفت و ثنا ہم لوگوں سے سننے کے لیے اجتماعی طور پر جمع ہوتے ہیں۔ اور ان میں اکثر مونہوں میں روپیہ اور اشرفی لیکر آتے ہیں۔ اور ہملوگوں کو دیتے ہیں کہ آئندہ سال تک کے لیے ہملوگوں کو کافی ہوتا ہے اور ہم لوگ کسی دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتے ہیں کہ ہمکو جانی نقصان پہنچائیں گے۔

جناب عالی نے بعید از عقل سمجھ کر پہلے کوئی دھیان نہ دیا۔ لیکن بعض دوسرے آدمیوں سے جنھوں نے یہ تماشا دیکھا تھا جب یہ بات سننے میں آئی کہ لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، اور جیسا کہ آپ نے سنا اسی طرح آتے ہیں اور نقصان کے بدلے نفع پہنچاتے ہیں۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ سانپوں کی اجازت کے بغیر اُن عجائب و غرائب کا، کسی دوسرے کو دیکھنا نصیب نہیں ہوسکتا۔

اسی زمانے میں بحکم آیۃ کریمہ کہ "جب وقت پورا ہو جاتا ہے تو ایک پل کی کمی بیشی نہیں ہوتی" جناب عالی کے والد ماجد نے سرسٹھ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے اس جہان جاودانی کی طرف رحلت کی اور خلد نعیم میں مقیم ہوئے۔ ان کا مزار راج محل میں ہی ہے۔

شہر پٹنہ صوبہ عظیم آباد میں نائب صوبہ کی حیثیت سے جناب عالی کی تشریف آوری کے اجمالی احوال

سالکان راہ طریق، اور دانشمندان روشن ضمیر سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عقل کے زینے ہی سے انسان بلندی کے مرتبہ پر پہنچتا ہے اب اسی واقعہ کو دیکھئے کہ چار سال کی مدت میں نواب شجاع خاں کو کروڑ روپیہ بلکہ اس سے زیادہ سالانہ، خان دوراں کے واسطے سے پہنچا جو خزانۂ عامرہ میں داخل کر دیا گیا اسطرح ان کا اعتبار اور انکی آبرو بہت بڑھ گئی اب حاجی صاحب اور جناب عالی کی صواب دید پر صوبہ عظیم آباد کی صوبہ داری کے لیے درخواست دی جہاں کہ فخر الدولہ صوبہ دار تھے۔ فخر الدولہ کی معزولی کا پروانہ اور صوبہ داری کی سند اُن کو ملی۔

نواب شجاع خاں نے مستقل نائب کے پہنچنے تک غلام علیخاں جو فخر الدولہ کے ہمزلف تھے انکے نام ایک تحریر بھیجدی کہ کچھ دنوں صوبہ کے کاروبار سے باخبر رہیں کیونکہ احسن اللہ خان کو نیابت کے لیے نامزد کیا گیا ہے۔ خان موصوف نامزدگی کے دو تین دنوں کے بعد ہی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ چونکہ تمام جزئیات و کلیات جناب حاجی صاحب کی صواب دید سے انجام پاتے تھے اور امور مملکت میں انکی رائے کو پورا

دخل تھا اسلیے انکے مشورے سے جناب عالی کو صوبہ عظیم آباد کی نیابت کے لیے مقرر کیا گیا۔ چونکہ ابتدا ہی سے دولت واقبال کے انوار انکی پیشانی سے ہویدا تھے، اسلیے انکے اقتدار کا ڈنکا بڑی بلند آہنگی سے بجنے لگا اور ہر طرف اس کا آوازہ بلند ہوا۔

بلے درچمنہا گلے تازہ روئے   کند ظاہر از غنچگی رنگ وبوئے

ترجمہ : گلِ تازہ کی خوشبو اسکی کلی ہی سے پھوٹنے لگتی ہے۔

ہم از اول صبح گیتی فروز   نمایاں بود روشنائی روز

ترجمہ : دن کی روشنی صبح سویرے ہی سے نمایاں ہونے لگتی ہے۔

۱۱۴۵ھ میں جناب عالی بطریقہ مہر وقہر اپنے فریضہ کی ادائگی کے لیے عظیم آباد پہنچے۔ چنانچہ جیسا کہ چاہیئے عدل وانصاف کا دروازہ لوگوں کے لیے کھول دیا۔ اور ملک کے اہم کاموں اور سپاہ ورعیت کی پرورش و پرداخت کی طرف متوجہ ہوئے اور بہتر طریقے پر انجام دیتے رہے۔ اپنے ناخن تدبیر سے فرمانبرداروں اور عقیدت کیشوں کی کلفت وزحمت دور کرتے رہے۔ اور تھوڑی ہی مدت میں صوبہ عظیم آباد کے تمام سرکشوں اور مفسدوں کو حلقۂ بندگی میں لے آئے ؎

بگسترد گرد جہاں دادرا   بکند از زمیں بیخ بیدادرا

بہر جائے ویرانی آباد کرد   دل ہمگناں از غم آزاد کرد

سرکار بادشاہی کے مالی معاملات دیوان چنتا منداس صائب رائے سے، اور مہمات سرکار نوابی، راجہ جانکی رام کی صواب دید سے وابستہ اور مربوط ہوئے۔ اور مرزا میرک بخشی گری کی خدمت پر اور داور قلیخاں توپخانہ جنسی کی داروغگی پر، اور حیدر علی خاں توپ خانہ دستی کی داروغگی پر، اور غلام حسین خان دیوان خانہ کی داروغگی پر اس زمانے میں سرفراز کیے گئے۔ فقیر اللہ بیگ خاں منصب کوتوالی، نور اللہ بیگ خاں فیل خانے کی داروغگی اور بازار کے دلال مقرر ہوئے۔

اسی سال شجاع خاں نے جناب عالی کے مشورے سے عطاء اللہ خاں حاجی صاحب کے چھوٹے داماد کو راج محل کا فوجدار بنایا اور رنگ پور محال نواب صولت جنگ کو تفویض کیا۔

بھوجپور کے سرکشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے جناب عالی کی لشکر کشی

بھوجپور کے زمیندار سرکاری واجبی لگان کی ادائگی میں نہایت سستی کرتے تھے، سب ہضم کیے بیٹھے تھے، ڈکیتی

اور رہزنی کرتے تھے کہ یہی اس قوم کا شیوہ اور شعار ہے۔ تمردی اور انکی سرکشی درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

جناب عالی بلاتوقف وتاخیر ۱۱۴۶ھ میں اس طرف متوجہ ہوئے۔ کار آزمودہ، دلیر سپاہیوں نے جو نہنگانِ دریائے جنگ تھے اپنے جسم پر لباس جنگ آراستہ کیا۔ اور لڑنے میں مشغول ہوئے۔ ان دغا باز مفسدوں نے پہلے جنگ صبحی یعنی درندوں کی طرح چھپ کے حملہ کرنا شروع کیا، کیونکہ گذشتہ صوبہ داروں کے ساتھ انکا یہی طریقہ کار رہا تھا۔ آخر اس صف شکن افواج کے مقابلہ کی ہمت نہ پاکر فرار کی راہ اختیار کی۔ اور بھاگ نکلے۔ کتنے ان مفسدوں میں ذلت سے مرے، کتنے قید کیے گئے۔ اس گروہ کا اب خانہ دل ویران تھا ان مفسدوں میں جو بڑے نام آور تھے۔ انکا نام ونشاں مٹ گیا۔

جو زمیندار تھے غازی پور بھاگ گئے۔ اور کوئی ذریعہ تلاش کرکے پوری رقم جو انکے ذمہ واجب الادا تھی ادا کرکے مچلکا لکھ کر کہ آئندہ اس قسم کے افعال کے مرتکب نہ ہوں گے اپنی اپنی قیام گاہ کو واپس گئے۔

اور جناب عالی مہمات ملکی ومالی کے انفصال کے بعد اپنے مستقر عز وجاہ (عظیم آباد) واپس تشریف لائے۔

جناب عالی کے بتیا فوج بھیجنے کے مختصر احوال اور کچھ دوسرے واقعات

راجہ بتیا، صوبہ بہار کے انتہائی سرکشوں میں تھا بلکہ جملہ سرکشوں میں سب سے بازی لے گیا تھا، بعض اہل شر اور فوجیوں کے تعاون سے فتنہ وفساد کی راہ کھول رکھی تھی۔

۱۱۴۷ھ میں جناب عالی نے نواب شہامت جنگ کو ایک لائق اور تربیت یافتہ فوج دیکر ان سرکشوں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ اور عبدالکریم خان افغان کو کہ انتہائی بہادر تھے، نواب شہامت جنگ کی مدد کے لیے مقرر کیا۔

وہ سرزمیں تمام تر جنگل ہی جنگل تھی درختوں کی ایک دوسرے سے پیوستگی اور خاردار جھاڑیوں کی وجہ سے سانپ چیونٹی کا گزر بھی مشکل تھا، اس لئے راجہ راستے کی دشواری کی وجہ سے کسی حملہ آور فوج سے مطمئن تھا۔

شہامت جنگ اور عبدالکریم خان خاردار جھاڑیوں کو کاٹ کر سوار وپیادہ سے پامال کرتے ہوئے منزل بہ منزل بتیا کی سرحد تک پہنچ گئے۔ راجہ نے جب خود میں مقابلے کی ہمت نہ پائی تو قلعہ بند ہوگیا۔ اب فوج نے اس قلعہ کو دائرے کی طرح محاصرہ کرلیا، پھر برج کے نیچے سوراخ کرکے یہ ارادہ کیا کہ بارود بھر کر مکین قلعہ کو نذر آتش کردیں تو عبدالکریم خاں اس سوراخ میں اترے کہ سوراخ کو پوری طرح جانچ لیں لیکن قضائے الٰہی سے سرنگ کئی جگہوں سے بیٹھ گئی نیز بارش بھی دو تین روز کئی کئی مرتبہ موسلا دھار ہوتی رہی کہ

کسی طرح عبدالکریم خاں کا ڈھونڈنا ممکن نہ تھا۔ دو روز کے بعد خان موصوف کی دبی ہڈیوں کے نکالنے کا ارادہ ہوا تو زمین کو دو کر سرنگ صاف کرنے میں عبدالکریم خان زندہ، سلامت، تندرست نکل آئے جس کا گمان بھی نہ تھا۔

راجہ بتیا اپنی جان کے ڈر، اور عبدالکریم خاں کے خوف سے، باوجودیکہ قلعہ کے گرد ایک عمیق خندق کا حصار تھا، اور جسکے گہرے پانی میں پایابی کا گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا ایسے قلعہ کو چھوڑ کر دور کی پہاڑیوں میں بھاگ کھڑا ہوا۔ اور وہاں سے اپنا وکیل بھیج کر اپنے ملک اور اپنی حکومت کا بندوبست کیا۔ فتحیاب لشکر نے قریب کے دیہاتوں پر حملہ کر کے مفسدوں کو کیفر کردار تک پہنچایا، اور بے انتہا مال غنیمت لیکر واپس ہوئے اور جناب عالی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کافی انعامات سے نوازے گئے۔

عبدالکریم خاں نے چونکہ بغیر محنت و مشقت اس محال کو مسخر کیا تھا۔ اس لیے ان کی عزت و وجاہت اور شان و شوکت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ جسکی وجہ سے پندار و غرور کے بخارات انکے دماغ پر چڑھنے لگے۔ جس کا ذکر اپنے موقع سے کیا جائے گا۔

اسی سال ۱۱۴۷ھ میں کاتب الحروف کے والدین جناب عالی کی طلب پر شاہجہاں آباد سے خدمت عالی میں پہنچے، ملاقات کے بعد حاجی صاحب کی ملاقات کے لیے بنگالہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ نواب شجاع خاں کی ملاقات کے بعد، حاجی صاحب کی وساطت سے دو سو روپے نقد ماہانہ پر چکلہ بردوان کی وقائع نگاری پر راقم الحروف کے والد مقرر ہوئے۔ چوبیس سال کے بعد جبکہ چکلہ بردوان انگریزوں کے تصرف میں چلا گیا یہ خدمت بھی ہمارے گھر سے چلی گئی۔

اسی سال نواب شجاع خان نے، کچھ بدخواہوں کی بدگوئی کے سبب جناب عالی کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔ چونکہ اوامر و نواہی میں حاکم کی اطاعت با اخلاص غلاموں کا شیوہ ہے۔ جناب عالی نے خود کو مرشدآباد پہنچایا۔ نواب شجاع خاں کے دل پر بدگوییوں کی لگائی، بجھائی کی وجہ سے جو غبار آگیا تھا اسکو جاکر صاف کر دیا۔ اسکے باوجود کہ بیگم کی خواہش تھی کہ جناب عالی کی جگہ مرشد قلی خاں صوبہ کے نائب مقرر ہوں۔ لیکن نواب شجاع خاں مرشد قلی خاں سے مطمئن نہ تھے، اور غلط گویوں نے جو غبار دل پر بٹھا دیا تھا وہ ان کے بے عذر پہنچ جانے کی وجہ سے دل سے دور ہوگیا تھا، اسلیے دوبارہ صوبہ کی نیابت تفویض کر کے رخصت کیا۔

صوبہ عظیم آباد کی طرف جناب عالی کے دوبارہ تشریف لانے کی وجہ سے شہر کے تمام خاص و عام

جو قدوم میمنت لزوم کے مشتاق، کمر اطاعت باندھ کر دعا دیتے ہوئے مبارکبادی کے ساتھ استقبال کو نکلے اور ان کے غبار راہ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ ان کے عدل وانصاف کے بادلوں کی پھوہار نے دوبارہ عظیم آباد کو رشک بہار عالم افروز بنا دیا۔

جناب عالی کی توجہ راجہ بھوارہ کی طرف وقایع نگار یہ لکھتے ہیں کہ راجہ بھوانرہ اپنے جنگلوں، پہاڑیوں اور محفوظ مکانوں کی وجہ سے بہت مغرور ہو رہا تھا۔ اور ہر صوبہ دار کے احکام کی خلاف ورزی کرتا تھا۔ اس سال بھی اس نے سرکشی شروع کی۔ شیطان ملعون کے وسوسہ کی وجہ سے جو ہر انسان کے اندر پوشیدہ ہے۔ اس نے اپنے ظاہری احوال کر راہ میں پہاڑ حائل ہیں راہ دشوار ہے۔ اثنائے راہ قیام کے لیے مکانات نہیں ہیں! اس فکر خام نے اس کو سرکشی پر ابھارا تھا لیکن اسکو کیا خبر تھی کہ لطف وشفقت شاہی میں پلے ہوئے، مادر دہر کے فرزند کے نزدیک پہاڑ، اور اونچی اونچی پہاڑی چوٹیاں، خشکی وتری سب برابر ہیں۔

جناب عالی نے مددگاروں کی کمی اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود، کچھ نہ سوچا، اور چند مخلص بہی خواہوں کو لیکر اپنے آرام وراحت سے بے فکر اس لشکر جرار کفار سے لڑنے کے لیے نکل پڑے۔ اور وہ ناعاقبت اندیش بھی جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اور درندوں کی طرح چھپ کر حملہ کرنے لگا۔ وہ جنگ ہوئی کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہو گی اور نہ زمانہ قدیم میں سنی گئی ہو گی۔ آخر راجہ یہ دیکھتے ہوئے کہ اب مقابلے کی تاب نہیں ہے میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جناب عالی نے فتح کا ڈنکا بجوا دیا۔ عبدالکریم خاں کو اس کے تعاقب پر مامور کیا۔ اور خود بے خوف وہ دہشت کھوی بن تک یلغار کرتے ہوئے چلے آئے۔ دھولاگیر پہاڑ کے دامن سے راجہ کے بیوی بچوں کو قید کر کے پوری کامیابی اور فتحمندی کے ساتھ قلعہ عظیم آباد میں مراجعت کی۔ باشندگان شہر نے جب ورود مسعود کی خبر سنی تو بے انتہا خوش ہوئے۔ پھر رانی کے الحاح وزاری پر اس سرزمین کا بندوبست مکمل ہوا، اور راجہ کو اسکی جگہ مل گئی۔

بتیا محال کے بنجاروں کی طرف جناب عالی کا فوج بھیجنا یہ واقعہ محرر اوراق کی زبان سے اس طرح سنئے کہ بنجاروں کے گروہ کے گروہ اسّی ہزار کے قریب سوار وپیادے جمع کر کے اور تقریبًا لاکھ گائیں ساتھ لیکر چاول کی خریداری اور غلے کی بکری کے بہانے سے ہر طرف جاتے تھے اور قتل وغارتگری کرتے تھے خصوصًا اودھ، گورکھپور، غازی پور، بتیا، بھوانرہ تو گویا ان کی خاص جاگیر تھی۔ اس زمانے میں بھی آپس میں اتفاق کر کے شیطنت اور بے اعتدالی پر آمادہ ہو گئے تھے۔

جناب عالی نے اس خبر کے سنتے ہی اس طرف توجہ کی۔ دیوان چنتامن داس کو ہدایت علی خاں کے ساتھ اور چار ہزار سوار عبدالکریم خاں کی سرکردگی میں دیگر اس فرقے کی تنبیہ وتادیب کے لیے مامور کیا۔ عبدالکریم خاں اپنی بہادری کے چنگل اور جانبازی کے پنجے کو خونریز بنا کر جلد سے جلد سرگرم سفر ہو گئے۔ ان بدبختوں نے جب عبدالکریم خاں کا نام سنا مارے خوف و دہشت کے کوہ مکوانی کی طرف جو اپنے استحکام میں شہرت رکھتا تھا بھاگ کھڑے ہوئے اور اسی کی گھاٹیوں میں روپوش ہو گئے۔

عبدالکریم خان فرصت کا موقع دیئے بغیر، راجہ تبیا کی رہنمائی سے پہاڑ کی چوٹی کی طرف سے جہاں آمدورفت کی کوئی راہ بھی نہ تھی گزرتے ہوئے پہاڑ کے بیچ میں جنگ آزما اور بہادر سپاہیوں کے ساتھ، ان بدبختوں کے سر پر پہنچ گئے، متفرق سپاہیوں کو جمع کر کے، اور انکے قلع قمع کرنے کا سامان فراہم کر کے اپنے بہادر اور صف شکن سواروں کے ساتھ یکبارگی انکے روبرو نمودار ہوئے۔ وہ غارت پیشہ چار و ناچار جنگ پہ آمادہ ہوئے لیکن فوج قاہرہ کی تھوڑی ہی جھڑپ کے بعد اپنی ناکامی محسوس کرتے ہوئے، جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور کوہ مکوانی کے دروں میں جا چھپے۔ کوہ مکوانی بادشاہ ہند کے قلمرو سے باہر ہے۔ اور پہاڑ بھی اتنا بلند ہے کہ چرخ اخضری سے مقابلے کی بات کرتا ہے۔

عبدالکریم خان نے راجہ کو ایک خط لکھا کہ "میرے شکار اگر اس پہاڑ کے دروں سے نکل گئے تو مجھکو اپنے ملک میں پہنچا ہوا سمجھو"۔

راجہ نے خان موصوف کا پیام سنتے ہی پہاڑ کے درّوں کی راہ کو ایسا مضبوط بند کر دیا کہ راہ آمدورفت کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ وہ شغال صفت کہیں باہر جا سکیں۔ خان مذکور نے درّوں کے قریب اگر بیس ہزار سوار اور پیادوں کو گھوڑوں اور سلاح کے ساتھ قید کر لیا بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ واپسی کے وقت غازی پور کے فوجدار کا خط عبدالکریم خان کے نام پہنچا کہ سب تاجر صوبہ اودھ کے ہیں انکے ساتھ بدسلوکی کرنا اچھا نہیں ہے۔ خان مذکور نے بے توقف خط کا جواب دیا۔ "میں قیدیوں کے ساتھ حاضر ہوں، آئیے اور مجھ سے چھین لے جائیے" جب ایک ہفتہ تک ان مقامات پر اس طرف سے کسی نے کچھ حرکت نہ کی تو خان مذکور فتح و کامیابی کے ساتھ عظیم آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔

دلیراں روزگار، بہادران کارزار ہی اسکو سمجھ سکتے ہیں کہ عبدالکریم خاں میں معرکہ آرائی کی قوت کس حد تک تھی، کسی کتاب میں بھی ایسی حکایت لکھی ہوئی نہیں ملتی کہ بیس ہزار سوار و پیادہ کو سلاح و تیر و تفنگ

کے ساتھ چار ہزار سواروں نے قید کرلیا ہو۔ اور اسکو محاصرہ میں رکھ کر دس منزل اس طرح لائے ہوں اور اتنا موقع بھی نہیں دیا کہ جنبش کر سکیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عبدالکریم خان جب عظیم آباد کی طرف متوجہ ہونے لگے تو بنجاروں کے بیس ہزار سوار و پیادوں کو اسلحہ سے آراستہ کرکے اپنے آگے بکری کے گلے کی طرح ہنکاتے ہوئے چلے، جن میں ذرا بھی سرتابی کے آثار نمودار ہوئے۔ اس کو وہیں قتل کیا۔ اس طرح عظیم آباد پہنچتے پہنچتے تقریباً پانچ ہزار ملک عدم کو پہنچ گئے۔ اور اس جماعت کی عورتوں میں سے کتنی عورتوں نے زہر کھاکر یا شمشیر و خنجر سے خودکشی کرکے اپنی زندگی کا چراغ گل کردیا۔

جناب عالی کی خدمت میں پہنچنے کے بعد اس قوم کے کچھ افراد قتل کیے گئے بعض قید و حبس دوام میں ڈالے گئے۔ اور کچھ لوگوں نے امان حاصل کر کے اپنی جان کا چھٹکارا حاصل کیا۔

اس جماعت کی ایک کثیر تعداد جو کوہ مکوانی میں چھپ کر رہ گئی تھی اسکو راجہ مکوانی نے مال غنیمت جان کر ان کے دالبستگان کے ساتھ جہنم واصل کردیا۔ اور انکے مال کو اپنے قبضے میں کیا، غرض ان ایک لاکھ افراد میں شاید دس ہزار اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے ہوں۔ بقیہ تمام افراد اپنے اعمال کی پاداش میں غضب الٰہی میں فنا ہوئے۔

جو لوگ حبس دوام میں تھے وہ ببر جنگ اور ہیبت جنگ کی لڑائی کے موقع پر موقع غنیمت جان کر فرار ہو گئے۔

عبدالکریم خان کے حاجی پور پہنچنے کے بعد جناب عالی نے گنگا عبور کر کے مال غنیمت کا سرکاری حصہ عبدالکریم خاں سے بزور وصول کیا ورنہ ایک حبہ بھی سرکار کو وصول نہ ہوتا۔ اور وہ دریائے سخاوت یعنی عبدالکریم خان سب کو فوج پر تقسیم کردیتا۔

عبدالکریم خان کے قتل کا ذکر یہ محرر اوراق فرمانرواؤں کی تدبیر حکومت، اور نام داری اور فنون ریاست کی واقفیت کے لیے یہ واقعہ بیان کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر درخت کا مال پھل ہے اور ہر شاخ میں پھل قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اس مجمل گفتگو کی تفصیل یہ ہے کہ جب عبدالکریم خان نے مشکل کاموں کو سرانجام دیا تو ان کو اپنے دست و بازو پر بزور ہو گیا، کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ رسم اخلاص کیشی و یکجہتی کے خلاف مخلصوں کے مقابل میں ناروا الفاظ زبان سے نکالنے لگے تھے اور اسطرح

اپنے پیمانہ حیات کو لبریز کر رہے تھے۔ چونکہ بنجاروں کے مال کے سلسلے میں طرفین کے دل میں کدورت بیٹھ گئی تھی، عبدالکریم خاں نے عداوت پر اپنی کمر چست کر لی تھی۔ جناب عالی نے عقلمندوں کے قول پر عمل کیا۔ تحمل دلکش است اما نہ چنداں شکیبائی خوش است اما نہ چنداں

ترجمہ : تحمل بہتر ہے مگر ایک حد تک، صبر بہتر ہے مگر ایک حد تک۔

چند دنوں سے عبدالکریم خان نے دربار کی آمد ورفت بند کر دی تھی خانہ نشیں ہو گئے تھے۔ دور از کار، بعید از خیال افکار میں مبتلا ہو رہے تھے۔

جناب عالی نے دربار میں طلب کیا، اور قلعہ میں اُن کی آمد کی راہ میں دو جگہ آدمی مقرر کیے۔ کہ اس کو گرا دیں جب وہ بہادر شیر غراں کی طرح دوسری چوکی جو جسونت ناگر کے ذمہ تھی کے قریب پہنچا۔ ناگر کے ایک جوان نے اس کی پشت کی طرف سے حملہ کرنا چاہا، تلوار کھینچی کہ عبدالکریم خان نے غضب آلود نظر سے دیکھا کہ مارے خوف کے منہ کے بل گر گیا۔ کسی بہادر میں مقابلے کی ہمت نہ ہوئی، دونوں چوکی عبور کر کے خود کو دو دوسرے آدمی کے ساتھ جناب عالی کے پاس پہنچا دیا۔

سردار سر بازاں، مرزا داور قلی بیگ جو جنگ کے لیے آمادہ اور تیار بیٹھا تھا، سلام علیک کے بعد اچانک اس کے سر پر تلوار ماری جو اسکی کھوپڑی میں سما گئی لیکن وہ بہادر ترین انسان عبدالکریم خان اتنا بڑا تلوار کا زخم کھانے کے باوجود داور قلی بیگ پر پل پڑا اور ایسا بھرپور وار کیا کہ تلوار کے قبضے کے ساتھ اس کا انگوٹھا بھی کٹ گیا۔ اور وہ دونوں بہادر (عبدالکریم خاں اور داور قلی) رستم واسفندیار کی طرح جنگ کرتے رہے آخر مرزا غالب ہوا، اور خان مغلوب ہو کر قتل ہوا، اور ان دو آدمیوں کو بھی جو عبدالکریم خاں کے ساتھ آئے تھے داور قلی نے مجروح کیا۔ تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو اور ہمت ٹوٹ جائے۔

اس وقت جناب عالی چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے، اس لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب عبدالکریم خاں کا سر کاٹ کر ان لوگوں کے درمیان جو دروازے کے باہر کھڑے ہوئے تھے پھینکا گیا تو ان لوگوں نے بھی اپنے سر کی سلامتی ہی کو غنیمت جانا۔ رُباعی ؎

زمانہ چو باد است و باد از نخست نقاب از رخ گل بعزت کشد

پس از ہفتۂ درمیانِ چمن تنش را بخاک بذلت کشد

ترجمہ : زمانہ تو ایک ہوا ہے، اور ہوا اگر نقاب گل کو شروع میں بہت عزت سے اٹھاتی ہے تو ہفتہ روز

کے بعد اسی تمن میں خاک مذلت میں بھی پہنچا دیتی ہے۔

راجہ سندر، چند مفسدوں کے بہکاوے میں آکر سرکشی پرآمادہ ہوگیا، جناب عالی نے اس کے دردسر کے علاج کے لیے میدان جنگ کے چنے چنے بہادروں کو مقرر کیا۔ راجہ سندر باوجود اس کے کہ شجاعت وبہادری میں شہرہ آفاق تھا، جب حقیقت حال سے واقف ہوا، تومقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔ مجبوراً پہاڑوں میں پناہ لیکر جنگ مردانہ (پوشیدہ حملہ) شروع کردی۔ چند دنوں کے بعد جب لڑائی قریب فتح کے پہنچی اور قابو پاکر درہ کوہ تک پہنچے۔ اور اتنا قریب ہوگئے کہ فتحمند فوج کو چشم زخم پہنچ سکے۔ راجہ سندر نے اپنے حال کو تباہ اور اپنے روئے مراد کو سیاہ دیکھتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ افواج قاہرہ نے اس کا پیچھا کیا اور قید کر کے دست وگردن بستہ اس سرکش کو جناب عالی کی خدمت میں لے آئے۔ پہلے قتل کا حکم صادر ہوا۔ لیکن چونکہ منظور الٰہی نہیں تھا اس لیے جینتا منداس کی سعی وسفارش سے قصور معاف ہوا۔ اور جناب عالی نے اپنی فرزندی میں لے لیا۔ راجہ نے شرمندگی اور ندامت کے ساتھ تجدید عہد کیا۔ اور خلعت سے سرفراز ہوا۔ اور اسکے بعد تمام عمر نافرمانی نہیں کی اور اکثر معرکوں میں جانفشانی کے لیے حاضر رہتا تھا۔ مصطفےٰ خاں جو راجہ سندر کے نئے ملازموں میں تھا پینتیس سواروں کے ساتھ جو نہایت جری تھے۔ حاضر ہوکر ملازمت کی سعادت سے فیضیاب ہوا، اور یومًا فیومًا ترقی کر کے چودہ ہزار سواروں کا مالک ہوا، اور ببر جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ جسکا ذکر اوراق ماسبق میں گزرچکا ہے۔

نواب شجاع خان کے حکم سے جناب عالی کی بیربھوم پر لشکر کشی | تاریخ کے جاننے والے یہ روایت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ راجہ بیربھوم نے نواب شجاع خان سے سرکشی شروع کردی تھی۔ اور اسکی شورش کی وجہ سے ممالک محروسہ میں مختلف قسم کے خلل پیدا ہونے لگے تھے۔ نواب شجاع نے ایک فوج مرشدآباد سے اسکی تنبیہ وتادیب کے لیے روانہ کی اور جناب عالی کو بھی ایک تحریر بھیجی کہ کوہستاں کی طرف سے ایک اچھی فوج کے ساتھ آکر اسدزمان خان راجہ بیربھوم کا محاصرہ کرو۔ اور اس کا موقع نہ دو کہ کسی دوسری طرف نکل کھڑا ہو۔ جناب عالی اس جگہ کی تسخیر کے لیے آمادہ ہوئے اور توکل بخدا اس فوج کی مدد کے لیے روانہ ہوگئے۔

بیربھوم کے قریب جناب عالی کے پہنچنے کے بعد اسدزماں خاں نے اپنے چوطرفہ سیلاب بلا کو دیکھ کر، اپنے تبعین کی ایک جماعت کے ساتھ، جو ہر مرحلہ میں نجات سے دور ہورہی تھی آپس میں مشورہ کیا اور یہ دیکھا کہ جناب عالی کی مدد واعانت کے سوا کہیں سے مدد نہیں مل سکتی۔ ایک شخص کو آپس کے تعلقات کی درستی

کے لیے جناب عالی کی خدمت میں بھیجا۔ جناب عالی نے اسد زماں کو دستگیر کرنے کے بجائے انکی دستگیری کی اور رائے عالم چند سے تعاون کی درخواست کرنے کا مشورہ دیا۔ آخر رائے عالم چند کے توسط سے اسد خان نواب شجاع خاں کی خدمت میں پہنچے۔ اور خوش وخرم بامراد وکامیاب اپنی جگہ پر واپس ہوئے۔ اور جناب عالی بھی شاہ شجاع کے حکم سے باعزت وجلال اپنی قرارگاہ کو واپس ہوئے اور بساط عدل وانصاف بچھائی۔ اور اسی سال کہ سنہ ایک ہزار ایک سوانچاس تھا۔ ساتویں رجب کو بلدہ طیبہ جنت البلاد بنگالہ میں خاص جناب عالی کی حویلی میں اس محرر اوراق کی ولادت ہوئی۔ اور نواب شجاع خاں نے کرم علی خاں کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

نادرشاہ کے حملے کے اندیشے سے صوبۂ بہار کی سرحد کرم ناسہ پر جناب عالی کے فوج بھیجنے، شاہ شجاع کی رحلت، اور بعض دوسرے واقعات کا ذکر

محرر اوراق کی خواہش یہ ہے کہ فتح وظفر کی کہانی لکھے اس لیے یہ لکھ رہا ہوں کہ ۱۱۵۱ھ میں جب نادر شاہ نے ہندوستان کا رخ کیا اور اپنے کارزار کا جھنڈا بلند کیا۔ تو نواب شجاع خاں نے جناب عالی کو جنکا دربار مرجع خاص وعام تھا، یہ لکھ بھیجا کہ ہر طرف سے ایسی فوج جمع کر کے، جو ہر طرح لائق وفائق ہو اپنے صوبے کی سرحد کی طرف خبرداری کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ اور دو تین ہزار بھی اس برگزیدہ بارگاہ الٰہی نے فوج مرشدآباد سے بھیجی۔

جناب عالی نادرشاہ کی آمد کو کامیابی کی دلیل اور لطف پروردگار سمجھ کر قدیم وجدید اور مددگار افواج کے ساتھ کرم ناسہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں دنوں میں شاہ شجاع کا پیام اجل آپہنچا اور انتقال کر گئے۔ اب ریاست وحکومت کی باگ ڈور سرفراز علیخاں علاءالدولہ جو شاہ شجاع کے بیٹے تھے، ان کے ہاتھ میں آئی۔ انھوں نے ہر نائب اور فوجدار کے نام اسکے برقرار رہنے کا فرمان بھیجا، اور اپنی مستقل حکومت کا جھنڈا بلند کیا۔ لیکن یہاں لسان الغیب کا کلام کانوں میں گونجتا ہے۔ رباعی:

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند   نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد وتند نشست   کلاہ داری و آئین سروری داند

ترجمہ: ہر وہ شخص جو چہرہ سنوار لے اسکو دلبری نہیں آجاتی ہے نہ ہر وہ شخص جو آئینہ بناتا ہے اس کو سکندری آتی ہے۔ نہ ہر وہ شخص جو ٹیڑھی کلاہ سر پر رکھ لے اور اکڑ کر بیٹھے اس کو سرداری آتی ہے۔

القصہ جب چند مہینے اسی طرح گزرے تو جناب عالی بھی نادرشاہ کے ہنگامہ کے رفع ہونے کے بعد اپنے مستقر پر آکر رونق افروز ہوئے۔

نواب سرفراز خان بدگویوں کی باتوں میں آ کر بے وجہ جناب عالی پر برہم ہوئے۔ اگرچہ حکومت کے ہوا خواہوں نے سمجھایا بھی کہ جناب عالی سربلند آدمی ہیں۔ مانے ہوئے بہادر ہیں۔ ان کا ہاتھ بہت پھیلا ہوا ہے۔ اُن سے پرخاش رکھنا مناسب نہیں ہے۔ مگر سرفراز خان نے یہ بات نہیں مانی۔ سخت و درشت اور نامناسب خطوط لکھتے رہے۔ حاجی صاحب اور اُن کے اقربا کا مذاق اُڑاتے رہے اور بے سروپا باتیں چونکہ عقل نہیں رکھتے تھے ان کے سر تھوپیں اور بدگوئی کر کے انکی حکومت کو درہم برہم کرنے کی فکر میں لگے۔ افواج قاہرہ کو ڈرانے کے لیے جو تدبیر خام سوچی وہ یہ تھی کہ ایک خط جناب عالی کو اس مضمون کا لکھا کہ سونے اور مرجان کے ہار جو نواب شجاع خان نے معاون فوج کو بخش دیئے تھے۔ وہ ان سے واپس لیکر روانہ کردیں۔

جناب عالی جو تسخیر قلوب کے لیے مال و دولت کی پروا نہ کرتے تھے دربار عام میں ہر خاص و عام کے روبرو ہزاری فوج کو بلا کر تمام ہاروں کو واپس لیکر اسی مجلس میں تھیلی اور خریطے میں بند کر کے مرشدآباد روانہ کر دیا۔ اور ہزاری فوج کو اسی وقت موتیوں کے ہار کے بدلے میں موتیوں کے دوسرے ہار عنایت فرما کر خوش کر دیا اور اپنا ثنا خواں بنا کر اپنی اہمیت اور بھی بڑھالی۔ تمام سپاہ نواب علاء الدولہ کی دنائت طبع سے بیزار اور متنفر ہوکر جناب عالی کی اطاعت پر کمربستہ ہوگئی اور سربازی اور جاں دہی کے لیے آمادہ ہوگئی۔ اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ اس مضمون کا خط اور تمام باتیں جو ہوئیں وہ خود جناب عالی کے خیال کی پیداوار تھی تاکہ سپاہ علاء الدولہ سے بیزار اور متنفر ہوجائے۔

خیر جو بات بھی ہو جناب عالی ایک مرد جہاندیدہ تھا، زمانے کے سرد و گرم کا تجربہ رکھنے والا تھا، کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی جادہ اطاعت و فرمانبرداری سے قدم باہر نہ نکالا۔ لیکن جب دیکھا کہ کام ہاتھ سے نکلا جارہا ہے اور وقت گزر رہا ہے تو یہ خیال کر کے کہ اہل سعادت کی کامیابی خود کو خطرہ میں ڈالے بغیر حاصل نہیں ہوتی اس لیے مناسب حال اور لازمہ حکومت یہ ہے کہ پردہ نشیں خواتین کی طرح پردے میں نہ بیٹھا جائے۔ قناعت چوپایوں کا پیشہ ہے۔ اور طلب جاہ و حشمت ارباب دولت کے لیے مناسب ہے۔ اکثر زبان مبارک سے کہا کرتے تھے ؎

زمانہ از ان کس تبرا کند　　　　که اُمُّ کار امروز فردا کند

ترجمہ: زمانہ اس شخص سے کنارہ کش ہوجاتا ہے جو آج کا کام کل کرتا ہے۔

اگرچہ کسی پر یہ بات ظاہر نہیں کی تھی مگر ان کے دل میں یہ بات تھی کہ تمام حکومت بنگالہ کو پورے حدود کے ساتھ تسخیر کر کے اپنے قبضے میں لایا جائے، اسلیے اس حاصل شدہ موقع کو ہاتھ سے دینا مناسب نہ سمجھا۔

جناب عالی کے بنگالہ پر لشکر کشی اور علاء الدولہ کے مارے جانے کا ذکر

یہ بات پوشیدہ نہ رہنی چاہیئے کہ ہر زمانہ میں صاحب اثر و اقتدار نے عدالت وانصاف کو جاری کرنے، اور کج بینوں کی آنکھوں کو سینے کی کوشش کی ہے اور بدعملوں کی بداعمالیوں کو جلانے کے لیے مکافات اعمال کی آگ روشن کی ہے۔ چنانچہ ۱۱۵۲ھ میں جبکہ کبیدہ خاطری کی مدت ایک سال ہو گئی۔ جناب عالی نے اطاعت شعاری کی روش ترک کر کے نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا۔ سب سے پہلے نواب شہامت جنگ کو ایک تربیت یافتہ فوج اور حسن قلی خان کی معیت میں جو رسوم وآداب جنگ سے خوب واقف تھے سوانواده کے زمیندار کی تنبیہ وتادیب کے بہانے سے روانہ کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ جس وقت اور جو حکم ہو اسکی انجام دہی کے لیے تیار ہو اور حکم ملتے ہی فوراً تعمیل کرو۔ اور نواب ہیبت جنگ کو صوبہ عظیم آباد میں اپنا نائب مقرر کر کے خود باقی پور میں ایک فوج قاہرہ کے ساتھ، اس نام سے کہ ہم بھوجپور کے زمینداروں کی تنبیہ وتادیب کے لیے نکلنے والے ہیں ٹھہرے رہے۔ اور ایک ماہ کے قریب قیام کیا، یہاں تک کہ نزدیک و دور ہر طرف کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ بھوجپور کے زمینداروں کی سرکوبی کا ارادہ ہے۔ اس طرح تمام اطراف ملک کے آمدورفت کی راہوں کو مسدود کر کے ۱۱۵۲ھ میں شہامت جنگ لپنے ہمسر عزیز کو خط لکھا کہ تم ایک لشکر قاہرہ کے ساتھ راج محل پہنچو اور خود بدولت چھ روز راج محل میں خیمہ زن رہے تاکہ لوگوں کو آرام ملے اور جو فوج کہ اب تک نہیں پہنچی ہے پہنچ جائے۔ اور ایک عرضی علاء الدولہ کو لکھی کہ نئے لوگوں نے اپنی تنخواہ کے بقایہ کے سلسلے میں بزور مجھ کو بلایا ہے میری اس آمد سے کسی قسم کے وسوسہ کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں۔ اور حاجی صاحب کو اس مخلص کے پاس بھیجدیں تاکہ اپنا دلی مدعا انکی مبارک زبان سے آپ کے کانوں تک پہنچاؤں، میرے چند اقربا جو اس جگہ سکونت پذیر ہیں اُن کو میرے سپرد کر دیں تاکہ جہاں قسمت ہو میں چلا جاؤں۔ اور نئی بحالی والے لوگوں کے جو مطالبات ہیں وہ انکو مرحمت فرمادیں۔ نواب علاء الدولہ کو جب جناب عالی کے قریب پہنچنے اور مضمون خط سے آگاہی ہوئی تو بہت متفکر ہوا، حاجی صاحب کے رخصت کرنے کے متعلق جگت سیٹھ اور رائے عالم چند سے مشورہ کیا۔ یہ لوگ جو اسکی حکومت کے خیر اندیش تھے یہ التماس کیا کہ حاجی صاحب کو رخصت کر دینا چاہیئے کہ انکا عدم وجود برابر ہے۔ اور چند روز اظہار بشاشت اور دلجوئی کرنی چاہیئے کہ انکی وحشت رفع ہو۔

اور خلوت وجلوت جہاں بھی قابو ملے اس کے شریر وجود کو ختم ہی کر کے چھوڑیں۔ اور سردست مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے بھی تیاری کرنی چاہیے۔ اور اس میں غفلت کو ہرگز راہ نہیں دینی چاہیئے۔ نواب علاءالدولہ نے حاجی صاحب کو رخصت کر دیا۔ اور سپاہ و رعیت کی دلداری شروع کی۔ حکم دیا کہ جو لوگ دو ماہ پہلے برطرف ہوئے ہیں انکو بدستور بحال کرلیں، اور خود ناتجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ شہر سے جنگ کے ارادے سے نکل پڑا۔ اور دو روز سونتی کے مقام میں خیمہ زن رہا۔

جناب عالی حاجی صاحب کی ملاقات کے بعد، اپنی ٹڈی دل فوج کے ساتھ جسکے ہجوم سے زمین تنگ ہو رہی تھی، خیال کے قدم بھی اسکے طول و عرض کو ناپنے سے قاصر تھے، راج محل سے انتہائی تعجیل سے کوچ کر کے ان لوگوں سے پہلے ہی روانہ ہو گئے۔ دونوں لشکر دریائے سونتی کے کنارے پر تین میل کے فاصلے سے ایک دوسرے کے مقابل میں ٹھہر گئے۔

نواب علاءالدولہ نے یہاں بھی حزم و احتیاط کو کھو دیا، اور اپنے جنگی لشکر کو جو حبیب اللہ خاں، غوث خان افغان، اور میر شرف الدین، پانچویں پر کپتش داروغہ توپ خانہ جیسے جیسے افسروں کی سرگردگی میں تھا، دریا عبور کر کے (جناب عالی کے) فوج قاہرہ کے مقابل میں بھیجدیا۔ اور خود معدودے چند افراد کے ساتھ دریا کے اسی طرف ٹھہرا رہا۔ اور شجاعت بیگ، اور بسنت خواجہ سرا کو پیغام صلح کے بہانے سے، حالات کے دریافت، اور فوج ظفر قرین کے خیالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔

جناب عالی نے اپنی مدبرانہ باتوں سے ان دونوں شخصوں کے دل کو پھیر دیا، اور خود کو ایسا ظاہر کیا کہ جنگ و صلح کی بات طے کیے بغیر واپس ہو کر علاءالدولہ کی خدمت میں یہ بات عرض کی کہ ایسا مطیع و فرمانبردار نوکر حاصل ہونا مشکل ہے۔

لیکن علاءالدولہ کی تلون مزاجی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ علی مردان بخشی جو مرزا محمد ایرج خاں کے قبیلہ کا "گل سرسبد" تھا، کے کہنے سے چاہا کہ فوج قاہرہ کے سرداروں کو سونے کے ٹکڑوں کا فریب دے کر اپنے دام میں لائیں۔ ہر ایک سردار کے نام خاص خاص پرزے پوشیدہ روانہ کیے، جس میں بے انتہا انعامات دینے کا وعدہ تھا۔ جب مکروفریب کے یہ شقے ہرایرے غیرے کے نام پہنچے تو مصطفیٰ خان مرد اخلاص کیش اپنے شقے کے ساتھ آدھی رات کو اس بہادر زمانہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنا رقعہ دکھایا۔ اور کہا زندگی عزت و آبرو ہی کے ساتھ اچھی ہے اب کام غور خوص کی منزل سے گزر چکا ہے ؎

مرد مردہ بزیر سنگ اندر نہ کہ زندہ بزیر سنگ اندر

مردہ پتھر کے نیچے ہوتا ہے نہ کہ زندہ ؟ آگے آپ مختار ہیں جو خاطر مبارک میں آئے۔ اگرچہ مخالف کا لشکر ہماری جمعیت کے بالمقابل ہے۔ لیکن وہ سب جنگ ناکردہ، اور ناآزمودہ کار ہیں۔

جناب عالی نے انکو اپنا بھائی کہہ کر بہت بہت مہربانیاں کیں۔ اور اسی وقت کہ دو پہر رات باقی تھی حکم دیا کہ اے ہمارے میدان کارزار کے دلیرو! اور اے دریائے جنگ کے نہنگو، لباس جنگ پہن کر میدان کارزار کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ اس طرح تیار ہوئے کہ کوئی صدا بلند نہ ہوئی۔

نواب شہامت جنگ کو مصطفیٰ خاں کے ساتھ مقدمہ لشکر کے طور پر روانہ کیا، اور مخالف فوج کے داہنی طرف جانے کا حکم دیا۔ اور رنگ لال نامی ایک سردار کو حبیب اللہ خاں اور غوث خاں کی طرف فوج کے ایک دستے کے ساتھ روانہ کیا۔ کیونکہ یہی علاء الدولہ کی فوج دریا موج کے ہراول تھے۔ لیکن جنگ کرنے میں یہ ہدایت کی، کہ جنگ کرنے میں خود سبقت نہ کریں اور نہ دشمن کا خون بہانے کی رغبت کریں۔ اور خود بدولت ایک آراستہ لشکر کے ساتھ ۲۹ ویں محرم ۱۱۵۲ ھ میں نگراں اسلحہ خانہ اور غلاموں اور تمام ملازمین کے ساتھ بحکم قضا وقدر خوش طالعی کے ساتھ کہ ابھی آفتاب بھی نہیں نکلا تھا، نواب علاء الدولہ کے لشکر میں داخل ہو کر توپ خانہ کے سرداروں کو توپ سر کرنے کا حکم دیدیا۔

علاء الدولہ جو اپنے آدمیوں کے ساتھ اپنی قسمت کی طرح خواب ادبار میں پڑا ہوا تھا۔ توپ کی آواز اور گولے کے پہنچنے کے سبب خواب غفلت سے بیدار ہو کر تکیہ سے سر اٹھا کر حیران و پریشان مرنے پر آمادہ و تیار ہو گیا۔ اور مقابلے کے لیے مستعد ہو گیا۔ اس کے ہمراہی نواب شہامت جنگ اور مصطفےٰ خان کے داہنی سمت سے تلوار لٹکائے آتے ہوئے دیکھ کر مال و اسباب سے ہاتھ اٹھا کر، دل باختہ بھاگنے لگے۔ اور محمد ایرج خاں کے بیٹے علی مردان خان بخشی کے مارے جانے سے۔ تمام قوم اور قبیلہ رن کھیت اور اگریز۔ تمام لشکر پر سبقت لے گئے۔ علاء الدولہ نماز صبح کے بعد ہاتھی پر سوار ہو کر چند قدم خیمہ سے باہر آیا تھا کہ بندوق کی گولی اس کی پیشانی پر لگی، تاج حکومت اس کے سر ناز پروردہ سے گر گیا۔ اور جان جان آفریں کو سپرد کر دی۔ میر دلیر علی چند آدمیوں کے ساتھ معرکہ کارزار میں آیا، لیکن جب معلوم ہوا کہ نواب کا کام تمام ہو گیا ہے اور اس خاندان سے حکومت رخصت ہو چکی ہے۔ تو بھاگ کھڑے ہونے کی شرمندگی اختیار نہ کی اور ستیزہ کاری کو ترجیح دی۔ تلوار غلاف سے کھینچی اور بہادری کی داد دینے لگا۔ اور لڑتے ہوئے ملک عدم کی راہ لی۔ جب حبیب اللہ خاں اور

غوث خان اور میر شرف الدین اور پانچویں رجمنٹ اور دوسروں نے بالمقابل فوج کھڑی دیکھی، مدد و معاونت کی فرصت نہ پاکر لڑنے اور جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ بچارے رنگ لال کو کسی طرح بآسانی قتل کر کے علاء الدولہ کے مارے جانے کے بعد جناب عالی کے مقابلہ کے لیے تیار ہوئے۔ چونکہ اُن کے آپس میں خود اتفاق نہ تھا۔ حبیب اللہ خاں تمام فوج کے ساتھ دریا کے اسی طرف سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

غوث خان اپنے دو لڑکے قطب اور ببر اور چند دوسرے افراد اور میر شرف الدین بھی کچھ لوگوں کے ساتھ دریائے گنگ کو عبور کر کے بہادروں کے مقابلہ میں داد مردانگی دیکر (غوث خان) ہر سہ پسر و پدر نمک حلالی کا لحاظ رکھتے ہوئے لڑکر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ میر شرف الدین میدان جنگ میں داخل ہوئے اور ایک تیر جناب عالی کے بازو میں مارا، اور معرکہ کارزار سے بسلامت نکل آئے۔

جناب عالی نے فتح و کامیابی کا ڈنکا بجا کر بارگاہ عظمت و جلال میں داخل ہوئے۔ سرداروں کو لطف و احسان سے نوازا، اور عوام پر عدل و انصاف کے دروازے کھول دیئے۔

علاء الدولہ کے حکومت کی مدت ایک سال ایک مہینہ ہے۔ بیت:۔

در دا و دریغا کہ دریں مدت عمر　　　از ہر چہ بگفتند جز افسانہ نماند

جناب عالی کے تخت حکومت پر جلوس فرمانے کا ذکر جناب عالی نے اس نمایاں کامیابی کے بعد کہ آسمان کی دوربیں آنکھوں نے اس پھیلی ہوئی زمین پر ابتدائے آفرینش سے ابتک نہ دیکھی تھی۔ سوتی کے مقام سے کوچ فرما کر سرائے دیوان میں خیمہ دولت نصب کیا، اور اس جگہ باوجود کہ افراد انسانی کے ساتھ مزاج گرامی بہت مہربان تھا لیکن مصلحت و تقاضائے عدل یہ تھا کہ پہلے حاجی صاحب کو باشندگان شہر کی دلداری اور تسکین خاطر کے لیے روانہ کر دیا جائے تاکہ یہ فتح کی کیفیت سے لوگوں کو بہتر طریقہ پر واقف کرادیں اور فتح و فیروزمندی کا اعلان کر دیں۔

حاجی صاحب کے شہر میں داخل ہونے اور اہل شہر کی تشفی و تسلی کر دینے کے بعد، مختلف جماعتوں کے افراد، سادات، فضلاء سپاہی و رعیت کیا بڑے کیا چھوٹے۔ کیا بوڑھے کیا جوان فوج در فوج استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ اس طرح عیش و طرب کے دروازے انھوں نے اپنے لئے کھول لیے۔ خدمت عالی میں پہنچ کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ جناب عالی فتح و فیروزی کے ساتھ انتظام حکومت کے لیے جو مخلوق کی لازمی ضرورت ہے، حاجی صاحب کے پہنچنے کے دو دنوں کے بعد پورے جاہ و جلال اور دبدبے کے

ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے علاءالدولہ مرحوم کی ہمشیرہ کے گھر گئے اور مشفقانہ کلمات کے صیقل سے اُن کے آئینہ دل کے غبار کو صاف کیا اور اس اسیر پنجہ حوادث و آلام کو کلفت و کدورت کے قید سے اپنی مشفقانہ باتوں کے ذریعہ آزاد کیا۔ علاءالدولہ کے بہ نسبت جو خیالات ان کی ہمشیرہ کے دل میں تھے اس سے اپنی برائت کی اور بدلائل سمجھایا کہ اس واقعہ میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ ایسی تسلی و تشفی کی جو ہر کسی کیا بلکہ کسی ایک سے بھی ممکن نہیں۔

اس کے بعد دیوان عام کو اپنے قدم میمنت لزوم سے زینت بخشی، اس روز سوار و پیادہ اور مخلوق کے ہجوم کی وجہ سے زمین کی برتری اوج ثریا تک پہنچی ہوئی تھی۔ (ایسی گرد اڑتی تھی) کہ آفتاب کو بھی قدمبوسی کا شرف حاصل نہ ہو رہا تھا۔ مصرعہ ؎

"ہوا قحط بود از برائے نفس"

اصول وضابطے کے ساتھ جیسا کہ چاہئیے، تخت حکومت پر قدم رکھا، اور تمام تر توجہ سپاہ و رعیت کی بہبود کی طرف مبذول کر دی۔ بیت ؎

جہاں را بانصاف آباد کرد ز احسان دل خلق را شاد کرد

علاءالدولہ کے کسی نوکر کو برطرف نہیں کیا بحال و برقرار رکھا۔

حبیب اللہ خان جو بھاگنے کی شرم کی وجہ سے روبرو آنے میں محجوب تھے اور اپنی زبان کی وجہ سے ہر خاص وعام کے نزدیک مطعون تھے، نواب شہامت جنگ اور حکیم علی نقی خاں کو انکے گھر بھیج کر ملاقات کے طالب ہوئے وہ تھوڑے تامل کے بعد نواب شہامت جنگ کی پناہ میں خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور خدمت گزاری و فرماں برداری کا پختہ وعدہ کر کے خدمت گزاروں میں داخل ہو گئے جناب عالی نے بھی انکی گزشتہ لغزشوں کو معاف و درگزر کر کے گوناگوں عنایتوں سے اُن کے دل کے غبار کو دور کر دیا۔

نواب مرید خاں کا خلعت کے ساتھ حضور پرنور کی جانب سے نواب علاءالدولہ کے لیے آنا۔ شجاع خان اور جعفر خاں کے مال کی ضبطی اور اس خلعت کا جناب عالی کی قامت پر راست آنا

رموز مملکت کو سمجھنے والوں، اور تدبیر حکومت کے جاننے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیئے کہ جب نواب مرید خاں حضور پرنور کی جانب سے مال کی ضبطی کے لیے خلعت خاص کے ساتھ عظیم آباد پہنچے تو جناب عالی نے تو قدیم دوستی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوستانہ خط لکھا کہ چندروز

عظیم آباد میں توقف کریں۔ پھر چند دنوں کے بعد جب لوگوں کے اہم امور کے انصرام سے قدرے فرصت ملی، نواب موصوف کو بنگالہ طلب فرمایا۔ اور عقلمندوں کے قول پر عمل کرتے ہوئے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بیت:

سعدیا راستی ز خلق مجوی　　　چوں کہ در نفس خود نمی یابی

ترجمہ: اے سعدی سچائی کا طلبگار مخلوق سے نہ ہو کیونکہ تو خود اپنے نفس میں نہیں پاتا ہے۔

اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ وہ شہر تک آئیں خود راج محل تک استقبال کے لیے گئے ملاقات کے بعد جب اپنی پوری سرگزشت بے کم و بیش دہرائی۔ تو نواب مرید خاں جو خود افلاطون زماں اور ارسطوئے دوراں تھے اس آیت کریمہ کے اقتضا کے مطابق کہ "جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے"۔ جو خلعت کہ حضور سے علاء الدولہ کے لیے عنایت ہوا تھا، جناب عالی کو پہنا کر بہت مبارکباد دی۔ سچی بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنے برے دنوں کے لیے ذخیرہ گنجینہ جمع کر لیا۔

جب ہر دو جانب سے اتحاد و دوستی کی تجدید ہو گئی تو چند مسلسل ملاقاتوں کے بعد جناب عالی نے شجاع خان، اور سرفراز خاں کے اموال کی ضبطی اور شاہی تحف و ہدایا کے لیے تقرب طلب ہوئے۔ چوں کہ مرشد قلی خاں کے شورش کی اطلاع کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ مرید خان سے معذرت خواہ ہو کر حضور کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اور خود مرشد قلی خاں الخاطب برستم جنگ داماد شجاع خاں کی شورش کے دبانے کی طرف متوجہ ہوئے۔

صوبہ اڑیسہ پر چڑھائی اور رستم جنگ کا بھاگنا جب مرشد قلی خاں کو یہ خبر ملی کہ علاء الدولہ مارا گیا، اور جناب عالی مسند حکومت پر مستقل بیٹھ گئے۔ دل ہی دل میں سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔ اپنی فوج کے سرداروں، اور مشاہیر علاقہ کو طلب کیا، اور کہا کہ ابھی بنگالہ کے کاروبار اور معاملات بہت زیادہ رونق پذیر نہیں ہوئے ہیں۔ اور اس شہر کے لوگ ابھی پوری طرح ان کے مطیع و منقاد نہیں ہوئے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جاننا ضروری ہے، اسلیے ان کی گرمی بازار کو شکست دینی چاہیئے اور علاء الدولہ کے خون کا بدلہ پورے جوش و خروش سے لینا چاہیئے۔

پورے عزم وارادے اور پوری مستعدی سے صوبہ اڑیسہ سے جنت البلاد (مرشد آباد) کی طرف چل پڑا۔

جناب عالی فضل وکرم الٰہی پر نظر رکھتے ہوئے نواب مرید خاں کو رخصت کرکے راج محل سے اس شریر کی شرارت کو دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

نواب صولت جنگ جو شجاع خان کے زمانہ سے فوجداری کے منصب پر رنگ پور میں تشریف رکھتے تھے، اس وقت اپنے عم بزرگوار کی قدمبوسی کے لیے پہنچے ہوئے تھے، ہم رکابی میں وہ بھی صوبہ اڑیسہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب عالی نے راقم کے والد کو داغ اسپاں اور انتظام طبل جنگ کی خدمت پر سرفراز فرمایا۔ اور نواب شہامت جنگ کو حاجی صاحب کے ساتھ شہر کی حفاظت وحراست کے لیے رکھ چھوڑا۔

حبیب اللہ خاں کو جو ظاہر میں مطیع لیکن باطن میں خونخوار تھا۔ ان لوگوں کے پاس متعین کرکے خود تمام افواج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جس وقت کہ آپ کی خاک قدم کے سرمے سے رکاب کی آنکھیں سرمگیں ہوئی ہیں۔ بے پناہ سنان ونیزہ کی چمک سے کرہ خاک صحن آسمان نظر آرہا تھا۔ اور زمین دریائے بیکراں۔ مصرعہ:

"زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت"

قطع منازل کے بعد جب کٹک سے تین منزل ادھر رہے تو ایک مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ چونکہ جابجا سے لشکر گزرا تھا اس لیے غلے کی گرانی انتہا کو پہنچ گئی تھی چنانچہ ایک تنبا کو فروش مخلوق کے ہجوم سے تنگ آکر فیل خانہ کے اسباب لادنے والے ہاتھی پر بیٹھ کر معاملہ کرتا تھا۔

مرشد قلی خاں جو فوج کے دو تین گروہوں کے ساتھ دریا کے کنارے مورچہ باندھے آمادہ پیکار راہ روک کر بیٹھا تھا جناب عالی کی فوج میں گرانی کے سبب سے غلے کی کمی کی خبر سن کر یہ سوچنے لگا کہ بالفعل گرانی کی وجہ سے تمام افواج حیران ومضطرب ہوگی۔ چند دنوں کے بعد جبکہ خوراک ان لوگوں تک پہنچ جائے گی۔ وہ قوی حال ہو کر لڑائی کے لیے آمادہ ہوجائیں گے۔ وقت کو ہاتھ سے نہ دیکر جلد سے جلد سرگرم پیکار ہو جانا چاہیے۔ ناتجربہ کاری کی وجہ سے دوپہر دن کو دریا پار کرکے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے آمادہ ہوگیا۔ اپنے داماد باقر علیخاں کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بطور مقدمۃ الجیش روانہ کیا۔ اور حاجی صاحب کے داماد مخلص خاں کو، جو اسکے یہاں بخشی تھے۔ باقر علی خاں کے ہراول دستے پر مقرر کیا۔ اور پیادوں کی ایک فوج کو اس جنگل کے درمیان جو میسرہ میں واقع تھا۔ پوشیدگی سے روانہ کردیا۔

جناب عالی اپنے صف شکن دلیروں جنگجو جوانوں کے ساتھ نعرہ لگاتے ہوئے کمال صف آرائی جو جنگ کا مشکل ترین فن ہے، اژدہا پیکر علم لیے ہوئے میدان کارزار میں اتر پڑے ؎

بیارا دست چپ و دست راست بقلب اندروں جائے خود کرد راست

مرشد قلی خاں کے سپاہی تجربہ کی کمی کی وجہ سے توپ خانہ کو پیچھے چھوڑ کر آلات جنگ سے داد شجاعت دینے لگے۔

تجربہ کار فتح پانے والی فوج کے جانباز (فوج جناب عالی) توپ خانہ جنسی اور توپ خانہ دستی کو سامنے رکھ کر ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوئے۔ آخر رستم جنگ کے فوج کی ایک جماعت جو جناب عالی کی گولہ باری کی وجہ سے اپنی جماعت سے بھاگ گئی تھی جناب عالی کی فوج کی طرف منتشر ہو گئی تھی جدھر بھی موقع ملا، لڑتے بھڑتے اپنی حد تک داد شجاعت دیتی رہی اور خاک مذلت پر جان دیتی رہی۔ اور وہ نوجوان جو حیدر علیخاں داروغہ توپ خانہ دستی تک خود کو کسی طرح پہنچا بھی سکے وہ بھی جاہ و حشمت کے طلب کی آگ میں جل مرے۔ اور وہ لشکر جس کو بذریعہ شمشیر دست بدست جنگ کا اتفاق ہوا تو طرفین کے جانبازوں میں سے کسی نے بھی بزدلی کو راہ نہ دی نہایت بہادری کے ساتھ تیغ و شمشیر، نیزہ و سناں، تیر و کماں سے جانفروشانہ جنگ کرتے رہے۔ کسی تقصیر کو گوارہ نہیں کیا اور ثبات قدمی سے مشغول پیکار رہے۔ بعض آتش تیغ سے سوختہ ہوئے تو کچھ جوانوں کی بہتی ہوئی شمشیری ندیوں میں غرق ہوئے۔ اور غنیم کے سپاہیوں میں کتنوں نے اپنے نقد حیات کو ملک الموت کے سپرد کر دیا۔

باقر علیخاں افواج کے مارے جانے کی وجہ سے شکستہ دل ہو کر مخلص خان (جو اس کے بخشی تھے) کے ساتھ فرار ہو گئے۔ اور خود کو مرشد قلی خان کے پاس پہنچا کر۔ جہاز کے ذریعہ جو شاید اسی دن کے لیے اپنے ساتھ رکھا تھا دکن کو روانہ ہو گئے۔ اس جنگ میں بہت مال غنیمت اور دو سو توپ فاتحین کے ہاتھ آئی۔

مرشد قلی خاں کی مستورات کو مع ان کی بیگم کے جانے کا موقع نہ ملا تھا۔ کچھ مال و اسباب کے ساتھ جنگل کی راہ سے، زمینداروں کی مدد سے ایک مدت کے بعد حیراں و سرگرداں خود کو اپنے والی کے پاس پہنچانے میں کامیاب ہوئیں۔

جناب عالی نے فقیر اللہ بیگ خاں اور نور اللہ بیگ خاں کو انکے تعاقب میں روانہ کیا، اور ان لوگوں نے خود کو جنگل کے قریب پہنچایا سو منزل سے زیادہ کا مال و اسباب گاڑی اور چھکڑہ سے قبضہ کر کے

اپنے تصرف میں لائے۔

جب بیگم جنگل میں داخل ہوئی تھی اس وقت یہ لوگ اس کام پر مامور نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے تعاقب میں نہیں گئے۔ اور مال ضبط نہیں کیا تھا۔

جب اس رئیس حق بیں کو سپاہ و لشکر کی بہادری اور اطاعت شعاری کا اندازہ ہوا تو تمام سپاہ کو انعام واکرام سے نوازا۔

اس جنگ میں میر محمد جعفر خاں پیادہ لڑے تھے زخم بھی کھائے تھے اس لیے بے نہایت انعامات سے سرفراز ہوئے کہ جسکی تفصیل آئندہ بہ وضاحت سامنے آئے گی۔ القصہ جناب عالی نے اس صوبے کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور عدل وانصاف کی اشاعت کی کوشش کرتے رہے۔ تمام رعایا اپنی اپنی بساط کے مطابق مستفید ہوئی۔ اور اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔ اور جناب عالی نے بھی گزشتہ تمام باتوں کو فراموش کر دیا۔

نواب صولت جنگ کو صوبہ اڑلیسہ تفویض کر کے حسن بیگ خاں کو، جو عمدہ سردار اور جہاں دیدہ آدمی تھے ان کی رفاقت میں مقرر کر کے فرمایا کہ تم لوگ ایک دوسرے کی صوابدید سے قدم باہر نہ نکالو گے۔ پھر وہاں سے فتح و فیروزمندی کے ساتھ اپنے مستقر پر واپس تشریف لائے۔ اور مراجعت کی خبر کے مشتہر ہوتے ہی تمام بڑے چھوٹے بوڑھے جوان استقبال کے لیے دوڑ پڑے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ اور انعامات و احسانات سے سربلندی حاصل کی۔

صوبہ اڑلیسہ کے استخلاص اور اس مبارک سفر سے واپسی کے بعد اپنے پایہ تخت میں آکر۔ قاسم علی خاں کو جو مرزا میرک کے بیٹے اور نواب بیگم کے بھتیجے تھے بخشیگری کے عہدہ سے تبدیل کر کے رنگ پور کی فوجداری پر مقرر کیا۔ اور میر محمد جعفر خاں کہ اب تک سو روپیہ پر ملازم تھے۔ ان کی خدمت خیر خواہانہ اور ان کی جانثاری بہت پسند تھی پہلے بخشی گری کے عہدے پر سرفراز کیے گئے۔ اور کوتوال دوم فقیر اللہ بیگ خاں مقرر ہوئے۔ نزدیک و دور، قرابت مندوں میں جو کم عمر تھے ان کے لیے درماہہ مقرر ہوا، چنانچہ محرر اوراق کہ اس کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی پچاس روپے سے سرفراز کیا گیا۔ اور چونتیس سال کے بعد اس منحوس ۱۱۸۶ھ میں صاحبان انگریز کے تسلط کے بعد بیقدری سے برطرف ہوا، حالانکہ اب تک تمام صوبہ دار مراعات حاصل کر رہے تھے کہ آئندہ کلام میں اسکی وضاحت ملے گی۔

اسی طرح میر محمد جعفر خاں کے بیٹے صادق علی خاں، اور خرم علی اور غلام علی خاں پسر غلام حسین خاں عرض بیگی

مقررہ درملاہے سے سرفراز کیے گئے۔ اور نواب شہامت جنگ جو صوبہ بنگالہ کی دیوانی، اور جملہ مہمات و معاملات کی تنظیم، اور جہانگیر نگر کے محالات کے نظم و نسق پر مامور تھے، اس جگہ سے رخصت پاکر، نواب حسن قلی خاں کہ انکے نائب تھے۔ ان کے ساتھ اسی اطراف میں تشریف فرما ہوئے۔ اس جگہ کے رؤسا اور زمینداروں سے جملہ رقم بہت سہولت اور خوشی کے ساتھ ان کے خزانے میں داخل ہوتی تھی۔ اور ابھی ایک سال بھی ختم نہیں ہوا تھا کہ نواب صولت جنگ کے قید ہونے اور صوبہ اڑیسہ پر باقر علی خاں کے تسلط کی خبر ملی۔ جناب عالی کا اس خبر وحشت اثر سے خواب و خور حرام ہوگیا۔ اور باوجود سخت برسات کے موسم کے نواب شہامت جنگ کو بہت جلد جہانگیر نگر سے طلب فرماکر اپنی نیابت میں شہر میں رکھ کر ابتداے موسم سرما میں نہایت تعجیل کے ساتھ صوبہ کٹک کی طرف روانہ ہو گئے۔

جناب عالی کی دوسری مرتبہ باقر علی خاں پر لشکر کشی اور شکست کھاکر اس کا بھاگنا، اور نواب صولت جنگ کی غداروں سے رہائی

احوال زمانہ کو سمجھنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہ رہنی چاہیئے کہ باقر علی خاں مرشد قلی خان سے جدا ہونے کے بعد پوشیدگی اور خموشی سے چند آدمیوں کے ساتھ صوبہ اڑیسہ پر تسلط کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ میدان مبارزت میں اپنی بہادری کا مظاہرہ کرے، غیروں کی تلوار سے فتنہ کا جو غبار اٹھا ہوا ہے اپنی تیغ آبدار سے بٹھادے۔ صوبہ اڑیسہ کے گرد و نواح میں آکر اپنے قدیم ملازموں کی ایک جمعیت کو جو نواب صولت جنگ کی خدمت میں حاضر ہوکر نوکر اور اہل کار ہو گئے تھے، ان کے پاس خوشخبری دینے والے بھیج کر اپنے آنے اور اپنے ارادے کی اطلاع دی۔ ان لوگوں میں بعض افراد جو حماقت کے گھوڑے پر سوار تھے اور اس کے دریاے سخاوت کا ایک جام پی چکے تھے۔ اس کے خواستگار ہوئے۔

چونکہ نواب صولت جنگ حسن بیگ خاں کے کہنے سے قلعہ اور ملک کا انتظام انہیں پست فطرت لوگوں کے سپرد کرکے شہر سے باہر جاکر عیش و نشاط میں مشغول ہو رہے تھے۔ اور وہ ظالم حسن بیگ خان کو اپنا مانع کار سمجھ رہے تھے اس لیے ان کو قدم رسول کے قریب بحالت مظلومی قتل کر دیا۔ اور وہاں سے بہت جلد آکر نواب صولت جنگ کو تمام بال بچوں کے ساتھ گرفتار کرکے قید کر دیا۔ اور ایک خط باقر علی خاں کو جو کہیں قریب ہی میں تھا، لکھا جس میں اپنی ناہنجار کاروائی کی اطلاع دیکر بلایا۔ وہ خام عقل گرم گرم شوربے کی ہوس میں اپنی عزت و آبرو سے ہاتھ دھوکر اپنی حماقت کے گھوڑے پر سوار ہوکر اس طرف چل پڑا، اور خود کو وہاں تک پہنچادیا۔

جس وقت اس نے نواب صولت جنگ کی شمع حیات بجھانے کا ارادہ کیا ہے۔ قہر الٰہی کی تجلی سے ڈر کر اسکی بیوی مزاحم ہوئی اور محبوسوں کی زندگی کا ذریعہ بنی۔ یہاں تک کہ ۱۱۵۴ھ میں جناب عالی افواج قاہرہ کے ساتھ اس فتنہ و فساد کو دفع کرنے کے لیے آمادہ ہوئے اور اسکی تباہی کو پردہ روزگار سے نکال کر اسکو بربادی کے صحرا میں آوارہ گردی کے لیے چھوڑ دیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس زمانے میں جنت البلاد بنگالہ (مرشد آباد) جناب عالی کے جاہ و جلال کا خیمہ و خرگاہ بنا ہوا تھا، صوبہ اڑیسہ کے اختلال کی خبر سنکر جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، نواب شہامت جنگ کو اپنا نائب بنا کر شہر میں چھوڑا، اور حبیب اللہ خاں کو اپنے ساتھ لیکر انتہائی تعجیل کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوئے۔ جب دو تین منزل کٹک کی باقی رہی معلوم ہوا کہ باقر علی بھاگ کھڑا ہوا، اور نواب صولت جنگ کو رتھ کی سواری میں قید کر کے دو مغل رتھ میں ان کے ساتھ بٹھا کر اور چند پیادے کر انکو تلنگہ کہتے ہیں۔ رتھ کی حفاظت کے لیے کہ اگر فوج پہنچے تو صولت جنگ کا کام تمام کر دیں ورنہ اپنے ہمراہ لائیں۔

اس بہادر زمانہ (جناب عالی) کا حکم نافذ ہوا کہ مصطفےٰ خاں اور عمر خاں سبقت کر کے خود کو غنیم تک پہنچائیں۔ اور زندہ یا مردہ جس طرح ممکن ہو صولت جنگ کو حاصل کریں۔

محمد امین خاں جناب عالی کے بھائی جو بہادران زمانہ میں تھے انھوں نے بھی روانگی کی درخواست کی، جو قبول ہوئی، وہ بھی روانہ ہوئے۔ اور تیز روی میں اپنے ساتھیوں پر سبقت لے گئے۔ دشمنوں کا سر کچلنے والے نواب مصطفےٰ خاں ببر جنگ برق خرمن سوز کی طرح ان بدقسمتوں کے خرمن حیات پر آ پڑے، باقر علیخاں اس آسمانی بلا کے نزول سے گھبرائے۔ قیدیوں اور خود اپنے بال بچوں سے ہاتھ اٹھا کر اپنی جان سلامت بچا لے جانے کو ہی غنیمت سمجھے اور اول سے اول بھاگ جانے میں سرگرم ہو گئے۔ اور وہ پیادے جو رتھ کے ارد گرد حفاظت کے لیے تھے۔ انھوں نے چند نیزے رتھ پر مارے، اور یہ گمان کر لیا کہ صولت جنگ کا کام تمام ہو گیا۔ اور قدم بڑھا کر بھاگ نکلے، اور وہ دو مغل جو رتھ کے اندر بیٹھے تھے اُن میں سے ایک انہیں تلنگوں کے نیزے سے زخم کھا کر جہنم واصل ہوا۔ اور دوسرا مغل جو رتھ میں بیٹھا رہا تھا۔ غازیوں کے شمشیر کا لقمہ بنا۔

نواب ببر جنگ نے رتھوں میں تلاش کر کے صولت جنگ کو نکالا اور محمد امین خاں کے سپرد کر کے خود باقر علی کے تعاقب میں روانہ ہوئے لیکن وہ نہ ملے تو واپس آ گئے۔

نواب صولت جنگ کے زندہ جاوید سلامت مل جانے پر جناب عالی نے درگاہ الٰہی میں سجدہ شکر

ادا کیا، اور بھتیجے کو گرم جوشی سے لپٹا کر بولے۔ بیت :

کہ روز و شبانی تو خندہ باد　　　　دل و جان بدخواہ تو کندہ باد

کٹک میں چند روز فوج کو آرام لینے کا موقع دیا، اور سپاہ و رعیت کو دیوان عام میں باریاب کر کے داد عدل و انصاف دیتے رہے۔ پھر مخلص علی خاں کو صوبہ کی نیابت بخش کر سربلندی عطا کی۔ اس کے بعد پایۂ تخت کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بالیسر بندر میں پہنچے تو مخلص علی خاں کی بیماری اور مرہٹوں کے آمد کی خبر ملی۔ شیخ معصوم کو ملک کی سالاری، اور راجہ جانکی رام کے بیٹے راجہ دلب رام کو صوبہ اڑیسہ کی صوبہ داری پر سرفراز کر کے اس کو صوبے کی طرف روانہ فرمایا۔ اور خود اپنے مقر عز و جاہ کی طرف بڑھے۔ میدنی پور پہنچکر نواب صولت جنگ کو اپنے والدین کی قدمبوسی کے لیے رخصت کیا۔ اور خود تمام سرداروں کے ساتھ کہ ان میں کا ہر ایک اپنی جگہ امیر تھا، تانی تک سفر کیا۔ خود مرہٹہ کے افواج کی خبر معلوم کرنی چاہ رہے تھے۔ جب لشکر نصرت فرجام چکلہ بردوان پہنچا مرہٹوں کی فوج نے محاصرہ کر لیا۔ اور اس طرح آگ پانی بند کیا کہ دو تین روز تک تمام لشکر میں بیس روپے سیر کے حساب سے اشیائے خوردنی فروخت ہونے لگی۔

مرہٹوں کی یورش، ان کی پسپائی اور حبیب اللہ خاں کا مقتول ہونا

منقول ہے کہ جب رستم جنگ جہاز پر سوار ہو کر دکن کی طرف روانہ ہوئے اور نظام الملک کی خدمت میں پہنچے۔ اور مدد و اعانت کی درخواست کی تو نواب موصوف نے مآل کار کو سوچنے کے بعد، مرہٹوں کو پوشیدگی سے اکسا دیا اور بنگالہ کے مال و دولت کا لالچ دیا۔ یہ بظاہر ویرانی مگر درحقیقت بنگالہ کے آبادی کی کوشش تھی۔ مرہٹوں کے بہترین سرداروں کو سپاہیوں کے ایک گروہ کے ساتھ جو ایسے ماہر تھے کہ اپنے نیزے کی نوک سے رات کی سیاہی میں چاند کے چہرے کے داغ کو صاف کر دیتے، بنگالہ کی طرف متوجہ کر دیا۔ شیخ معصوم کو ان کے پورے خاندان کے ساتھ قتل کر کے راجہ دلب رام کو قید کر لیا۔

جناب عالی کا بردوان میں محاصرہ کیے ہوئے تھے، چوتھ کا پیغام دیا اور کروڑ روپے کا مطالبہ کیا گیا جو اس طرف آنے میں صرف ہوئے تھے، وہ باوجود تربیت یافتہ اور بہادر سپاہ کے لوگوں کی غفلت اور اپنے کاموں کی بے نتیجگی پر نظر کرتے ہوئے پہلے چوتھ کی ادائیگی اور دوسرے مصالح کی بنا پر چاہا کہ اب کی بے لڑے بھڑے ادائیگی پر راضی ہو گئے۔ لیکن جب یہ بات کہی گئی کہ نواب سراج الدولہ کو جو ان کی حکومت کا چشم تھا، یرغمال میں دیدو تو جناب عالی نے اللہ کی نصرت و مدد پر بھروسہ کر کے تمنائے زندگی کو دل سے نکال کر فوج کے

سرداروں کو جمع کر کے فرمایا کہ جو کچھ ہم مرہٹوں کو دیں گے وہ تمہارے انعام و اکرام میں کیوں نہ دیں۔ سبحان اللہ پلک جھپکتے ایک دل خوش کن کلمے سے تمام مرہٹوں کو جہنم واصل کر دیا۔ سرداروں نے اس خوشدل کلمات کو سنکر اپنے جان کی پروا نہ کر کے مصالحت پر جنگ کو ترجیح دی۔ خلوت نشینی ترک کر کے جنگ کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ بیت:

چوں روز دگر عروس خورشید در دست گرفت جام جمشید

دوسرے روز تمام سرداران صبح سویرے سے شام تک اس طرح سے جنگ میں داد شجاعت دے رہے تھے کہ داد تحسین کی آواز فلک ہفتمیں پر پہنچ رہی تھی۔ آخر دو تین دنوں کے بعد جنگ کی شدت میں کمی آئی۔ سپاہ مظفر و منصور کے تیغ کی تاب نہ لا کر دشت ادبار میں آوارہ گرد ہو گئے۔ اور شہر و دیہات کو لوٹنے لگے۔ حبیب اللہ خاں اس سفر میں ساتھ تھا۔ اور جان بوجھ کر قدیم عداوت کی بنا پر جو اس کو اس خاندان سے تھی خود کو فوج سے الگ رکھے ہوا تھا اسکو پکڑ کر لے گئے اس نے مرہٹوں کو شہر کے لوٹنے کی ترغیب دی۔ اور تقریباً دو تین ہزار فوج کو لیکر شہر کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے اپنے گھر جا کر اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لیا۔ چونکہ علی جواد خاں اور عطاء اللہ خاں مزاحم ہوئے اس لیے بال بچوں کو نکال لے جانے کا موقع نہ ملا، خود کوٹھی جگت سیٹھ کی طرف متوجہ ہوا، اور قریب تین لاکھ روپیہ جو کشتی پر دریا کے کنارے لدا ہوا تھا۔ لوٹ کر شہر سے باہر چلا گیا۔

حاجی صاحب اور نواب شہامت جنگ نے دوسرے روز شہر کا وہ بندوبست کیا کہ مرہٹوں کی فوج کو شہر کے اندر آنے کی مقدرت نہ رہی۔

اور جناب عالی کے ساتھ مرہٹوں کی فوج ہر صبح طلوع آفتاب کے ساتھ جنگ کرتی اور دن ہوتے ہوتے ہزاروں کی زندگی شام ممات میں پہنچ جاتی، آخر شکست کھائی۔ اور نصرت شعار فوج نے ان کے بڑے چھوٹے کسی پر رحم نہیں کیا اور سب کو کتے کی بوٹی بنا کر چھوڑا۔

جب جناب عالی اس ہنگامے کے درمیان کٹوہ پہنچے تو شہر اور کوٹھی جگت سیٹھ کے غارت ہونے کی خبر سنی انتہائی تعجیل سے برسات کی شدت کے باوجود خود کو شہر پہنچایا۔ اور شہر والوں کو مرہٹوں کے دست برد سے اپنی پناہ میں لیا۔ اور مرہٹوں کو شہر کے غارت کرنے اور باشندگان کی ایذا رسانی سے بے قابو اور بے بس کر دیا۔ دو تین روز سفر کی تکان سے آرام لیا۔ پھر مرہٹوں کی تنبیہہ و گوشمالی کے لیے نکل پڑے اور شہر کے اطراف سے

بھی ان کو خارج کیا۔

اس پُل تما باندھ سے جو ہر سال دریائے بھاگرتی پر پانی کی طغیانی کی وجہ سے باندھی جاتی ہے مصطفیٰ خاں ببر جنگ اور عطاء اللہ خاں ثابت جنگ کو عبور کرا کے پلاسی کی طرف روانہ فرما کر پل کو توڑنے اور باندھ کو کاٹنے کا حکم دیا۔ اس پل کے توڑ دینے کی وجہ سے دریا کا پانی شہر کے جنوب میں جمع ہو گیا، جس سے فوج کا دو دلاپن دور ہو گیا۔

جب یہ بات معلوم ہوئی کہ مرہٹے ضلع کٹوہ میں جمع ہو رہے ہیں خود بھی دریائے بھاگرتی کو پار کر کے اسی سمت میں روانہ ہو گئے۔

جب حبیب اللہ خاں نے ان اسلحوں سے جو ولندیز سے حاصل ہوئے تھے، اُن میں چند ضرب توپیں بھی تھیں۔ فوج ظفر قرین پر گولے پھینکے تو مرزا داور قلی نے جو توپخانہ جنسی کے داروغہ تھے۔ بہادری اور کار دانی میں امتیاز خاص رکھتے تھے، اپنی اژدہا مثال توپوں سے اس کوے کو گرداب بلا میں غرق کر دیا۔

جناب عالی نے دریائے اجی پر جو کٹوہ کے شمال کی طرف بہتا ہے۔ پل باندھ کر رات ہی کے وقت فوج کو عبور کرنے کا حکم دیدیا۔ شمشیر خان اور سردار خان کے پار اترنے کے بعد پل درمیان سے بیٹھ گیا۔ اس آدھی رات میں عجیب شور و غوغا بلند ہوا کہ قیامت کا نمونہ تھا۔ جناب عالی پیادہ پا اس پل کی طرف متوجہ ہوئے۔ لوگوں کو تسکین دی، اور اسی گرمی ہنگامہ میں دوبارہ پل کو بندھوا دیا۔ اور لوگوں کو دریا پار کرنے کا حکم دیا۔

مرہٹے لوگوں کے شور و غوغا سے حواس باختہ ہو کر مال و اسباب سے مایوس ہو کر بھاگنے پر آمادہ ہوئے۔ لیکن ؎

چوں صبحدم آفتاب روشن زد خیمہ بریں کبود گلشن

صبح ہوتے ہی دونوں لشکر ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ وہ گھمسان کا رن پڑا، کہ سواریوں کے غبار کے اڑنے سے دن کی روشنی میں رات کا اندھیرا جھلکنے لگا۔ آفتاب کی تابانی ظلمت میں نہاں ہو گئی، خون کا وہ مینہ برسا ہے کہ دریا کا پانی سرخ کلابتوں کی چادر نظر آرہا تھا، غازیوں کی خوں آشام تلواروں نے بھر بھر قدح دشمن کے خون پی کر اپنی پیاس بجھائی۔ دونوں مدمقابل تیغ و خنجر کے ساتھ اتنا قریب ہو گئے کہ اندیشہ تھا کہ جنگ کا پاسہ پلٹ جائے اور فوج نصرت قرین کو کوئی چشم زخم لگے کہ نواب ببر جنگ مصطفیٰ خاں نے توکل بخدا تلوار اپنے نیام سے کھینچی اور دشمن پر مردانہ وار حملہ کیا اور خود کو کرم سمندر کی طرح تلوار کی بھٹی میں ڈال دیا، یا یوں

کیئے کہ خون کے دریا میں مچھلی کی طرح تیر گئے۔ حریف کو سامنے سے ہٹا دیا، لشکر کے تمام سردار بہ ہیئت مجموعی اس شعلہ آتش (ببر جنگ) کی پشت گرمی میں یکبارگی حملہ آور ہو گئے۔ اور خود کو دشمن تک پہنچا دیا، قصوری افغان اپنی کمان سے اولے کی طرح تیر برسانے لگے۔ اپنی شجاعت اور مردانگی کے اظہار میں کسی قسم کی کمی ان سے ظاہر نہ ہوئی۔ چونکہ ہر ایک کے نیزہ و سناں کے ملک الموت ہم پہلو تھے۔ اللہ کے عنایت کی نسیم چلنے لگی۔

مرہٹوں کے گروہ جو دشمنی اور سرکشی کا جھنڈا بلند کیے ہوئے تھے اپنے سپاہ و لشکر پر مغرور ہو کر زمین و زمان میں فساد برپا کیے ہوئے تھے، ان کی قسمت کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور روز روشن ان کی نگاہ میں تاریک ہو گیا۔ فتحمند جھنڈے کی شوکت اور دبدبے سے ایسے مرعوب ہوئے اور ایسے سراسیمہ ہوئے کہ دریائے چلکا تک جو صوبہ اڑیسہ کی سرحد ہے درمیان میں کہیں بھی ٹکنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جناب عالی بھی بلا مہلت دیئے ان کے پیچھے کٹک تک پہنچ گئے۔ طرح طرح کی نعمتیں اور برکتیں اس دیار کے باشندوں کو ملیں۔

اس دفعہ اپنے بھتیجے نواب ببر جنگ کو اڑیسہ میں رکھ کر اپنے مستقر کی طرف مراجعت کے لیے متوجہ ہوئے۔ اہل شہر اس خوشخبری سے استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ ملاقات کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور نوع بنوع انعام واکرام سے سرفراز ہوئے ؎

چوں جہاں زو گرفت فیروزی　　　فرخی یافت از جہاں روزی

سپاہ و رعیت کی فلاح و بہبود پر نظر رکھتے ہوئے مبلغ تین لاکھ روپیہ اُن چند آدمیوں کے خوں بہا میں دیئے جو بر سر پل غرق ہو گئے تھے۔ نیز سرداروں اور تمام افواج کو انعام عطا فرمایا۔ راقم اوراق کے والد کو جنہوں نے ڈوبنے والوں کے پسماندگان کے ساتھ کرم و احسان کیا تھا۔ ہاتھی عنایت کر کے ایک خاص اختصاص سے عزت بخشی۔

مرہٹوں کے سرداروں اور بھاسکرن کے مارے جانے کا ذکر

اہل دانش و بینش پر یہ بات واضح کی جا رہی ہے کہ چونکہ جناب عالی کی شجاعت و شہامت ہر ایک کے لب و دہان پر دائر و سایر تھی اور ملکی تنظیم و مصالح میں ان کی رائے بہت صائب تھی یہ بات دور و نزدیک تک پھیلی ہوئی تھی۔ مرہٹوں نے اپنے چوتھ کے مطالبہ کا جواب نوک شمشیر سے سنا تھا اس سبب سے اور بھی زیادہ

ان کے جاہ و جلال شوکت و معدلت کا آوازہ اطراف میں پھیلا ہوا تھا۔ مرہٹوں کی فوج کے سالار راجہ بھاسکرن کو فوج کی سرکردگی میں اور ابّی بھائی دیوان کو مصالحت کے لیے مقرر کر کے ایک بہترین فوج کے ساتھ بنگالہ روانہ کیا۔ ان لوگوں کا جہاں جہاں بھی دست رس ہوا عالم اور اسباب عالم کو پریشاں و ویران کر ڈالا۔

اور جب راجہ جانکی رام نے اپنے لڑکے کے چھٹکارے کے لیے ایک لاکھ معاوضہ مقرر کر کے راجہ دلب رام کو بھیجا اور گفتگو کی راہ نکالی تو ان ہی وکلاء کے استصواب رائے سے چوتھ کے مصالحت کا پیغام بھی ابی بھائی کے ساتھ اثنائے گفتگو میں آیا۔ اور ابی بھائی جو اپنے سالار فوج کی طرف سے اسی کام کے لیے مامور ہوا تھا اس پیغام کو لطیفہ غیبی جان کر راجہ جانکی رام کی وساطت سے جناب عالی کی خدمت میں پہنچا۔

جناب عالی نے کافی خوشی و مسرت کا اظہار کیا، کافی سے زیادہ نوازش و مہربانی سے پیش آئے، مسرور و خوشدل اس کو واپس کیا۔ راجہ جانکی رام اور نواب بربر جنگ کو ہمراہ کر کے حالات کے معلوم کرنے اور باتوں کو دریافت کرنے کے لیے راجہ بھاسکرن کے پاس ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ ان دونوں آدمیوں نے ملاقات کر کے آپس میں اتحاد و محبت کے رشتے کو مضبوط بنایا۔ عہد و پیمان ہوئے اپنے اپنے مذہبی اصول کے ماتحت قسمیں کھائیں۔ بیت :

بخوردند سوگند بر دین خویش بکردند عہدے بآئین خویش

اکثر جناب عالی، راجہ بھاسکرن کو تحفے تحائف سے خوشدل کیا کرتے تھے، لیکن درپردہ غافل بنا رہے تھے۔

چونکہ ملکی تدبیرات میں حکام و سلاطین کے لیے منجملہ واجبی تدبیرات کے "الخدعتہ" بھی ہے اس لیے فریب کاری کو کام میں لا کر، ایک مدت کے بعد شائستہ عنوان ملاقات کے طالب ہوئے اور حکم دیا کہ ایک فلک شکوہ خیمہ "منکرھہ" کے مقام پر جو ایک صحرا ہے، نصب کیا جائے، جو کافی وسیع ہو۔ بیت :

ز زر خرگہی زد کہ در طول و عرض فراوان فزون بود ز اسمان و ارض

ملاقات کے روز اس وسیع و عریض خیمے میں انبوہ در انبوہ لشکر کے ساتھ جلوس فرمایا۔ میر محمد جعفر خاں کو شیر صفت جوانوں کے ساتھ دروازے پر، اور حیدر علی خاں کو آگ اگلنے والی توپوں کے ساتھ اپنے خیمے کے نزدیک، اور مخالفوں کی راہ پر مرزا داور قلی کو تمام جہاں کو جھلسا دینے والی توپ کے ساتھ مرہٹہ فوج کے روبرو مقرر کر کے دشمنوں کے انتظار میں گوش برآواز ہو کر بیٹھے۔ چونکہ کسی کو بھی نتیجے کی اطلاع نہ تھی اس لیے

کثیر در کثیر تماشائی چیونٹی اور سانپ کے گزرنے کی راہ بند کر کے تماشے میں مشغول تھے اور آفتاب کی گرمی میں جل رہے تھے۔

جب راجہ بھاسکرن ایک لشکر جرار خون خوار کے ساتھ سواری میں ملاقات کے مشتاق ببر جنگ اور راجہ جانکی رام کے ہمراہ روانہ ہوئے تو وہی مثل تھی کہ "صید را چوں اجل آید سوئے صیاد رود" یعنی گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے۔ دو کوس پر اپنے لشکر کے خیمے کو چھوڑ کر، بارہ سرداروں اور اپنے بھائی کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا۔

جیسے ہی جناب عالی کی نگاہ اس پر پڑی فوراً قضا کا فرمان نافذ ہو گیا۔ کہ ان کو درمیان ہی میں پکڑ کر کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں۔ حکم کی دیر تھی کہ جنگ جو جوانوں نے بمقتضائے ایں شعر:

بشمشیر ہندی بر آویختند　　ہمی زاہن آتش فرو ریختند

راجہ کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا اور جسم کو ریزہ ریزہ کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔
جناب عالی اسی وقت ہاتھی پر بیٹھ کر مرہٹہ فوج کی طرف متوجہ ہوئے۔ نواب ببر جنگ اور عمر خان حکم کے بموجب بے سردار لشکر کے پیچھے دوڑے۔ بیت:

بر آمد یکے ابر گرد کبود　　زمیں زآسماں ہیچ پیدا نبود
ز زخم سنان و زباران تیر　　زمیں شد زخوں چوں یکے آبگیر
پسر بے پدر شد پدر بے پسر　　چنیں آمد از چرخ گرداں بسر

تلواروں کی چمک اس درجہ تھی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوتیں تیروں کی وہ بارش تھی کہ لوگوں کے چہرے کی رونق مارے خوف کے جاتی رہی تھی مختصر یہ کہ صحرا صحرا کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ دشت دشت خون کا سیلاب رواں تھا۔ مدتوں اس صحرا میں وحوش وطیور مقتولوں کے گوشت سے جشن نوروز مناتے رہے۔ بے انتہا کفار غازیوں کے ساغر شمشیر سے سرشار ہو کر، شراب نیستی سے مست ہو رہے تھے۔

چونکہ اس راز کی اطلاع مصطفےٰ خان اور راجہ جانکی رام کے سوا کسی کو نہیں تھی جو لوگ خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب عالی کے اٹھ کر جانے کے بعد شمشیر تیز کی چمک سے مضطرب الحال تھے بھاگنے لگے۔

حاجی صاحب کو اس معاملے کی خبر نہ تھی، دور اندیشی کی راہ سے جناب عالی سے کہنے لگے، تم نے قیامت تک کے لیے اپنے واسطے دشمنی مول لے لی۔

۱۱۵۶ھ میں نواب مصطفےٰ خان کو چونکہ وسعت بشری سے زیادہ جاں سپاری کی تھی ببر جنگ کے خطاب سے نوازا گیا۔

بیشک ساغر شکستہ دلی کے بغیر بادہ معرفت حاصل نہیں کر سکتے۔ اور جنگ جو تلوار کی روشنی ہی میں نقد مراد حاصل کرتا ہے۔ پائیداری اور ثبات قدمی ہی سے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے سپاہی بھی نوازشات اور انعامات بے پایاں سے نوازے گئے۔

القصہ جناب عالی اس سال میدنی پور تک مرہٹہ فوج کے تعاقب میں گئے۔ شروع برسات میں اپنے مقر عز و جاہ کی طرف معاودت فرمائی۔

لشکر عالی کی واپسی کی خوشخبری سے کامیابی کی خوشگوار ہوائیں چلنے لگیں، امن و امان اور رفاہیت کی خوشبو سے فضا معطر ہوئی۔

اس سفر سے واپسی کے بعد جبکہ جنت البلاد بنگالہ نمونہ باغ ارم بنا ہوا تھا۔ اور عالم غم و الم سے فارغ تھا، چین کی بنسری بج رہی تھی نواب صولت جنگ قوم الیمان سے محصول وصول کرنے کے لیے ہوگلی گئے ہوئے تھے اور سبحان سنگھ اپنی سخت گیری سے ایک عالم کو پریشان کیے ہوئے تھا، الیمان مآل کار پر نظر کیے بغیر شورش پر آمادہ ہو گئے۔ یہ تمام کلاہ پوش ایک ضابطے کے موافق شبخوں کا ارادہ کر کے، گرجا جانے کے بہانے سے۔ جو قلعہ ہوگلی کی پشت پر ہے۔ تقریباً پچاس افراد کشتیوں پر سوار ہو کر اور چند سیڑھیاں اپنے ساتھ لیکر، کوٹھی سے آدھی رات میں جبکہ سمندر میں جوار کا وقت تھا روانہ ہو گئے۔ اور گرجا جو نصاری کی عبادت گاہ ہے۔ وہاں تک پہنچکر کشتیوں سے اترے، اور قلعہ کی طرف روانہ ہوئے، اور یہ ارادہ کیا کہ سیڑھیوں کی مدد سے دیواروں پر چڑھ جائیں۔ اور اپنی عجوبہ کاری ظاہر کریں۔

کشک کے باشندے خاص کر اہل جزائر جو اپنے بخت و دولت کی طرح سعادتمند و بیدار اور اپنے کاموں میں ہوشیار ہیں، ان کے مزاحم ہوئے، یہ ٹوپ پہننے والے صبح ہو جانے کی وجہ سے سخت حیران ہوئے اسکے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ اپنی کشتیوں سے فرار ہو جائیں۔

نواب صولت جنگ نے حسن رضا خاں اور سبحان سنگھ نائب کو ایک اچھی فوج کے ساتھ ان کی کوٹھی کے محاصرے کے لیے بھیجا۔ یہ صاحب لوگ دریا پار کر کے اپنی حماقت سے امین چند کے باغ میں بے فکر ہو کر بیٹھے تھے۔ اور اپنے خیال میں دشمنوں کے دل کو کچل چکے تھے۔ اس الیمانی قوم کے دو آدمی جن کا نام

فراسیس تھا آئے اور مورچال کے تمام آمدورفت کے راستوں کو دیکھ کر، دو گھڑی رات گئے کوٹھی سے نکلے اور جو لوگ خواب استراحت پر پڑے سو رہے تھے ان پر شب خوں مارنے لگے، نیند کے ماتے جب بیدار ہوئے تو ان کی حالت ایک کابوس زدہ کی تھی ایک دوسرے کے احوال سے ناواقف ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔
جناب عالی کو جب اس کی اطلاع ملی میر محمد جعفر خان بخشی کو اُن دغا پیشہ مفسدوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ یہ ان کے سر پر مسلط ہو گئے اور کوٹھی کا محاصرہ کر لیا۔ قوم الیمان افواج قاہرہ کی برہمی کے خوف سے جہاز پر سوار ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

اب تک بعض آدمیوں کا خیال یہ ہے کہ میر محمد جعفر خان نے دس ہزار روپیہ لیکر ان کی جان بخشی کر دی۔ اس زمانے سے آج تک کہ تیس سال ہوتے ہیں۔ الیمانیوں کی کوئی دوسری کوٹھی قائم نہیں ہوئی۔ اسی سال جناب عالی دار الخلافہ میں عرضیاں بھیجکر مدد کے طلبگار ہوئے۔

راجہ بھاسکرن کے خون کے دعویدار رگھوجی کا اس طرف متوجہ ہونا اور حکم اقدس سے بالاجی رائے کا جناب عالی کی مدد کو آنا

نجات کے متلاشی، زندگی عافیت و ارمیدگی سے گزارنے کے خواہشمندوں سے یہ بات چھپی نہ رہنی چاہیئے کہ ۱۱۵۶ میں رگھوجی اپنے سرداروں کے مارے جانے کی وجہ سے کم و بیش ایک لاکھ فوج لیکر صوبہ بنگالہ کی طرف متوجہ ہوا، رگھوجی اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے جو انتطاع ہند میں منجملہ لٹیروں میں شمار کی جاتی ہے۔

جناب عالی کی درخواست پر، حضرت اقدس کی طرف سے بالاجی رائی مرہٹہ ستر ہزار سوار کے ساتھ، مدد کی غرض سے مقرر کیے گئے۔ مرہٹوں کی یہ جماعت شاہ ہند کے اوامر و نواہی کی بجا آوری میں اطاعت شعار تھی۔ جناب عالی نے دو بیگانہ فوجوں کی آمد کی وجہ سے نواب زین الدین احمد خاں بہادر ہیبت جنگ کو عظیم آباد، اور نواب سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ کو ہوگلی سے طلب کر کے ستر ہزار جانباز اور ایک لاکھ برق انداز مع توپ خانہ، اس بیگانہ فوج کے استقبال کے لیے بھیجدیا جو اپنی دریا فوج کے بالمقابل بڑی خوشدلی کے ساتھ آ گئی تھی۔ بیت:

خروش کوس و بانگ نائے برخاست زمیں چوں آسماں از جائے برخاست

کافی گفتگو کے بعد، بالاجی رائے نے یہ بات طے کی کہ ہر لشکر ایک میل کے فاصلے سے بالمقابل کھڑی رہے۔ اور طرفین کے لشکر کے سرداران اپنے لشکر سے جدا ہو کر میدان میں آپس میں ملاقات کریں۔

جناب عالی نے ایک مختصر خیمہ بیہتہ (بیہٹہ) کے میدان میں کھڑا کیا، اور جس اصول سے بات طے ہوئی تھی اسی کے مطابق ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ مصطفیٰ خاں، سردار خاں، شمشیر خاں، عمر خاں، حیدر علی خاں، داور قلی خاں، رحم خاں، میر محمد جعفر خاں، فقیر اللہ بیگ خاں اور دوسروں کو حکم ہوا کہ تمام جھنڈے پرچم، اور فوج کو اسی نظم و ترتیب سے آراستہ کردیں جس طرح میدان جنگ میں ہوتے ہیں اور اسی آراستہ افواج کے ساتھ بالاجی کے استقبال کو آئیں۔ تاکہ لشکر کی ترتیب اصول صف آرائی وغیرہ ملاحظہ میں آئے۔ اور خان صاحبان نے حکم کے مطابق اسی طرح ترتیب دیدیا۔ ملاقات کے وقت جھنڈوں اور صفوں کی آراستگی اسطرح نظر آرہی تھی اور کرۂ زمین تیغ و سناں کی چمک سے اسطرح درخشاں ہورہی تھی کہ قرص خورشید کا منظر پیش کررہی تھی۔ بیت :

زتیغ و زگرز و زکوس و زگرد — زمیں شد سیہ آسماں لاجورد
زلولاد پیکان و تیر عقاب — سپر کردہ در پیش سر آفتاب
در آہن نہاں بود کیسر سپاہ — چو برق درخشاں در ابر سیاہ
بکف تیغ شاں بود یکقطرہ آب — کہ چوں سیل کردے جہانے خراب

اس روز سوار و پیادہ کے اژدہام اور گرد و غبار کی کثرت سے نگاہ کی سمائی مشکل تھی۔ ابیات :

نبود از ہجوم سپاہ و سوار — رہے آنکہ از سنگ خیزد شرار
علمہا چو خوبان چین و طراز — زپرچم لبغل کردہ بر فتح باز
زگرد آں چناں بود رخ تار و پود — کہ چشم و نگہ سبحہ و رشتہ بود
دہان و لب مرد ناستہ رد — سفالیں شدہ چوں دہان سبو

بالاجی رائے کی فوج مقررا اصول کے مطابق مسلح و مکمل صف آرائی کیے ہوئے اپنے سیاہ پرچم جھنڈوں کے سبب سے روز روشن کو شب تاریک بنارہی تھی۔ رباعی :

بزیر علمہاے ایشاں زمیں — چو خالے نہاں در خط عنبریں
درخشاں شدہ از علمہا سناں — چو در تیرہ شب گردش اختراں

غرض دونوں سردار اپنے جاہ و حشم کے ساتھ خیمے کے قریب پہنچے۔ اور پیادہ پا ہوکر ایکدوسرے سے ملاقات کرکے خیمے میں داخل ہوئے۔

جناب عالی نے نواب سراج الدولہ اور بالاجی کی آپس میں پگڑی بدل کر کے فرزندی کا شرف بخشا۔

باوجودکہ اس زمانے میں مختلف دھاگوں کے بندھن کی طرح ہر ایک کی راہ مختلف تھی لیکن بالاجی رائے اور جناب عالی بٹے ہوئے تاگوں کی طرح بالکل متحد تھے۔ اور ایک ہوکر شر و فساد کے لہلہاتے باغ کو ویران کرنے اور رگھوجی کے نہال بغاوت و سرکشی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے میں ہم خیال تھے۔

بالاجی رائے تن تنہا بدقسمت دشمنوں کے شر و فساد کو دفع کرنے کے لیے روانہ ہوگئے۔ کٹک تک رگھوجی کو رگیدکر اور بے شمار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارکر صحیح و سالم مع غنیمت واپس ہوئے چندلاکھ روپیہ جو حضور سے ان کی تنخواہ مقرر ہوئی تھی دیکر مع تحفہ تحائف اُن کو رخصت کیا۔

بالاجی کے جانے کے بعد جناب عالی جواب تک حکیموں کے قول پر عمل کرتے ہوئے باطمینان تمام استراحت فرما تھے، جیساکہ کہاگیاہے:

چو دشمن بہ دشمن شود مشتغل   تو با دوست بنشیں بہ آرام دل

ترجمہ: جب تیرے دو دشمن آپس میں برسرپیکار ہوں تو، تو دوستوں میں خوشدلی سے بیٹھ۔

اب خود رگھوجی کے مقابلے کے لیے دوڑ پڑے۔ اور جس سمت سے بھی مقابلے کے لیے اٹھے اور جنگ کا ارادہ کیاتو وہ روبرو نہ ہوکر ملک کو غارت کرنے میں مشغول ہوگیا۔

لیکن جو صلابت کے ان میں تھی وہ شیروں کا پنجہ توڑنے والی تھی کس کا گردہ تھا کہ ان کے مقابلے میں گفتار خصلتی اور روباہ بازی کرسکے۔ وہ فطری دانشمند تھے، ان کے سامنے دغل وفریب کی گنجائش کہاں تھی۔

الغرض جب برسات کا موسم قریب آیا رگھوجی نے اپنے وکیلوں کے ذریعہ مصالحت کا پیغام بھیجا جناب عالی نے فرمایاکہ بالاجی آئے ملاقات کی اور کل روپے ان کو دیدیے گئے۔ اور چار سال سے ہمارے تمہارے درمیان جنگ ہے۔ تمہارے بہترین سرداروں کو ہم نے قتل کیاہے اور کوئی ضرر ہم کو تم سے نہیں پہنچا۔ مناسب یہ ہے کہ ملاقات کرکے بساط مسرت بچھائیں اور اس پر محبت کی گوٹیاں کھیلیں۔ چند روزہ زندگی کے لیے کیا ضروری ہے کہ "فلک راسقف بشگافیم وطرحی دیگر اندازیم" (فتنہ فساد ہو پھر نیا ماحول پیدا ہو)۔ اور مل جل کے تم کو کچھ دے دلاکر بخوشی رخصت کردیں۔

رگھوجی نے ان کلمات کے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ ہرگز یہ قابل عمل بات نہیں ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ملاقات ہو۔ مصلحت یہ ہے کہ صلح کرلیں اور جھگڑا ختم ہو۔ جب چند روز اسی گفتگو میں گزر گئے اور کوئی لڑائی بھی نہیں ہوئی اور برسات کا موسم شروع ہوگیاتو رگھوجی نے اس سرزمین میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا، اپنے مسکن وطن

کی طرف بے نیل و مرام لوٹ گیا۔ اور جناب عالی نے اپنے مقرعز و جاہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ تمام وہ سپاہی جنھوں نے پسندیدہ خدمات انجام دی تھیں۔ بے انتہا انعامات سے نوازے گئے۔

اسی درمیان میں کہ خوشی عیش و نشاط، شگفتگی و انبساط کے دن تھے۔ جناب عالی کی والدہ ماجدہ کا محافہ حیات جو زندگی کی نوّے منزلیں طے کر چکا تھا۔ اپنی آخری منزل پر پہنچ گیا، اور طوطی روح نے ان کے اس قفس کالبدی کو جو حرکات پسندیدہ اور صفات حسنہ سے مرصع و آراستہ تھا توڑ دیا۔ اور اس جہاں کے ناگزیر اسباب کو جو وصول الی اللہ کی منزل میں سنگ راہ ہیں اپنی جگہ چھوڑ دیا۔ گرداب کی طرح اپنی نمود خود اپنی ہستی میں پنہاں کر لی جس سے چشم بینا کھل گئی، اب حباب کی طرح بکینفس دام تعلقات سے آزاد ہو کر اپنی منزل کی طرف (طایر روح) پرواز کر گیا۔

جناب عالی نے عزاداری کی رسمیں پوری کیں جب ان مراسم سے فرصت کر کے مطمئن بیٹھے تو تمام غمگیں اقربا کو نوازشات اور تقسیم ملبوسات سے خوشدل کر کے زیادہ سے زیادہ توجہ سپاہ و رعیت پر لطف و کرم کرنے اور سرداروں اور رؤسا کی علی قدر مراتب عزت افزائی پر مبذول کر دی۔

جناب عالی کی توجہ حبیب اللہ خاں کی طرف جو مرہٹہ فوج کے سردار بن کر رگھوجی کی طرف سے آئے تھے

فرمانروائے زمانہ، اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس اصول سے اچھی طرح واقف ہیں کہ گلوں کے چہرے اس وقت تک نکھر کر سُرخ نہیں ہوتے جبتک باد نسیم کے طمانچے ان کے رخسار پر نہیں لگتے۔ اور ترک تعلق کے بغیر تمنا کی آگ نہیں بجھتی۔

۱۱۵۷ھ میں جب رگھوجی ناکام و بے مراد اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا۔ شرمندگی و ندامت کی وجہ سے ایک لشکر جو بارش کے قطروں کی طرح انگنت تھا، تیار کر کے بنگالہ کی طرف روانہ کیا اور حبیب اللہ خان کو اس کے ساتھ کر کے اپنے سرداروں کو یہ ہدایت کر دی کہ خبردار ان کے صواب دید کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔

حبیب اللہ خان بڑے غرور و تمکنت سے صوبہ اڑیسہ میں داخل ہوئے اور قلعہ بارہ بھاتی، جو اپنی مضبوطی و استحکام میں تمام اطراف میں مشہور ہے اور جسکے دو سمت دریا کی شاخوں سے گھری ہوئی خندق ہے، جس کو گنجوری کہتے ہیں۔ اور وہ ایسا قلعہ ہے کہ اس پر قابو پانا مشکل ہے۔ اس کو خالی پا کر اپنے قبضے میں لے لیا، اس قلعہ میں سید نور اور سرانداز خان کو فوج کے ایک دستے اور یکہزاری کو بھاری بھرکم اسباب کے ساتھ چھوڑ کر بنگالہ کی تسخیر کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ پھر تو محال بالیسر، جالیسر، میدنی پور، بردوان، بیربھوم،

بشن پور، منگل کوٹ اور کشن نگر کو اپنے لوٹ اور غارت گری کی جھاڑو سے ایسا بُہار کو صاف کیا جیسے کبھی کوئی بستی کوئی آبادی اُدھر تھی ہی نہیں۔

جناب عالی ایک آراستہ لشکر کے ساتھ، ان سر پھروں اور نتیجے کو نہ سوچنے والوں کی مدافعت کو نکل پڑے جو اپنی زندگی کے پیمانوں کو خود ہی لبریز کر رہے تھے۔

مصطفےٰ خان اور رحم خاں کو بشن پور کی طرف روانہ کیا کہ خود میر حبیب اللہ خاں وہیں تھے۔ اور عمر خاں کو منگل کوٹ کی طرف بھیجا۔ میر محمد جعفر خاں، اور شمشیر خاں اور سردار خاں کو بیر بھوم کی راہ روکنے کے لیے مقرر کر کے خود جناب عالی، حیدر علی خان داروغہ توپ خانہ دستی اور مرزا دا ور قلی داروغۂ توپخانہ جنسی اور باقی کامیاب افواج کے ساتھ نامانوس راہ سے بشن پور کے جنگل اور پہاڑیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ کانٹے دار درختوں کے بکھرے ہوئے ہونے، اور ناہموار راستوں کی ٹھوکروں کی وجہ سے سپاہی تتر بتر ہو گئے اجتماعیت کی شکل قائم نہ رہ سکی۔ تو آپ نے حکم دیا کہ پڑاؤ اور سفر کے وقت کڑک دار ہوائی توپیں داغی جائیں تاکہ فوج اس نشانی سے اپنی جمعیت نہ کھو سکے اور جنگل میں حیران نہ ماری پھرے۔ اسی طرح کہ توپیں اپنی آواز سے زمین و آسمان میں دھماکے ڈال رہی تھیں۔ جنگل کو چند دنوں میں کاٹ کر غفلت کے عالم میں حبیب اللہ خاں کے سر پہ پہنچ کر مارکاٹ شروع کر دی۔ ایک زبردست جنگ کی تاب نہ لا کر مرہٹہ فوج بھاگنے لگی۔ اور دونوں طرف کی فوجیں جی جان سے ہاتھ دھو کر، ایک مہینے کے قریب وہ انہیں پہاڑیوں اور جنگل میں رہیں۔ دس دس اور سو سو کی تعداد میں جس جگہ بھی ایک دوسرے کے مقابل ہو جاتی تھیں، صبح و شام مقابلے کا بازار گرم کر دیتی تھیں۔ اس تنگی سے نجات پانے کے بعد دونوں طرف کی فوجیں جو ابھی جنگ کے بادۂ ناب سے سُست ہو رہی تھیں بردوان پہنچ کر درندوں کی طرح پوشیدہ حملے کرنے لگیں۔

بہادر فوج نے جو خود بھی زندگی سے تنگ آ گئی تھی۔ غضبناک شیر کی طرح ایک زبردست حملہ کر کے مرہٹوں کے بڑوں چھوٹوں کے وجود کو لوحِ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔

فسادیوں کے دلوں پر جب خوف و ہراس طاری ہو گیا، اور پراگندہ دلی میں حواس پر قابو پانا مشکل ہو گیا تو بھاگنے لگے۔ جناب عالی کو فتح و فیروزمندی حاصل ہوئی۔ ان ناعاقبت اندیشوں کے تعاقب میں لڑتے ہوئے چلے اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ جب قلعہ بارہ بھاتی کے دس میل قریب پہنچے تو سید نور نے سرانداز خان کے اتفاق رائے سے، حبیب اللہ خاں کے خوف کی وجہ سے، ایک نارل کے حقے میں

بشن پور، منگل کوٹ اور کشن نگر کو اپنے لوٹ اور غارت گری کی جھاڑو سے ایسا بہار کو صاف کیا جیسے کبھی کوئی بستی کوئی آبادی اُدھر تھی ہی نہیں۔

جناب عالی ایک آراستہ لشکر کے ساتھ، ان سرپھروں اور نتیجے کو نہ سوچنے والوں کی مدافعت کو نکل پڑے جو اپنی زندگی کے پیمانوں کو خود ہی لبریز کر رہے تھے۔

مصطفیٰ خان اور رحم خاں کو بشن پور کی طرف روانہ کیا کہ خود میر حبیب اللہ خاں وہیں تھے۔ اور عمر خاں کو منگل کوٹ کی طرف بھیجا۔ میر محمد جعفر خاں، اور شمشیر خاں اور سردار خاں کو بیر بھوم کی راہ روکنے کے لیے مقرر کر کے خود جناب عالی، حیدر علی خان داروغہ توپ خانہ دستی اور مرزا داور قلی داروغہ توپخانہ جنسی اور رباتی کا میاب افواج کے ساتھ نامانوس راہ سے بشن پور کے جنگل اور پہاڑیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ کانٹے دار درختوں کے بکھرے ہوئے ہونے، اور ناہموار راستوں کی ٹھوکروں کی وجہ سے سپاہی تتر بتر ہو گئے اجتماعیت کی شکل قائم نہ رہ سکی۔ تو آپ نے حکم دیا کہ پڑاؤ اور سفر کے وقت کڑک دار ہوائی توپیں داغی جائیں تاکہ فوج اس نشانی سے اپنی جمعیت نہ کھو سکے اور جنگل میں حیران نہ ماری پھرے۔ اسی طرح کہ توپیں اپنی آواز سے زمین و آسمان میں دھماکے ڈال رہی تھیں۔ جنگل کو چند دنوں میں کاٹ کر غفلت کے عالم میں حبیب اللہ خاں کے سر پر پہنچکر مار کاٹ شروع کر دی۔ ایک زبردست جنگ کی تاب نہ لا کر مرہٹہ فوج بھاگنے لگی۔ اور دونوں طرف کی فوجیں جی جان سے ہاتھ دھو کر، ایک مہینے کے قریب وہ انہیں پہاڑیوں اور جنگل میں رہیں۔ دس دس اور سو سو کی تعداد میں جس جگہ بھی ایک دوسرے کے مقابل ہو جاتی تھیں۔ صبح و شام مقابلے کا بازار گرم کر دیتی تھیں۔ اس تنگی سے نجات پانے کے بعد دونوں طرف کی فوجیں جو ابھی جنگ کے بادہ تاب سے سست ہو رہی تھیں بردوان پہنچ کر درندوں کی طرح پوشیدہ حملے کرنے لگیں۔

بہادر فوج نے جو خود بھی زندگی سے تنگ آگئی تھی۔ غضبناک شیر کی طرح ایک زبردست حملہ کر کے مرہٹوں کے بڑوں چھوٹوں کے وجود کو لوح ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

فسادیوں کے دلوں پر جب خوف و ہراس طاری ہو گیا، اور پراگندہ دلی میں حواس پر قابو پانا مشکل ہو گیا تو بھاگنے لگے۔ جناب عالی کو فتح و فیروز مندی حاصل ہوئی۔ ان ناعاقبت اندیشوں کے تعاقب میں لڑتے ہوئے چلے اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ جب قلعہ بارہ بھاتی کے دس میل قریب پہنچے تو سید نور نے سرانداز خان کے اتفاق رائے سے، حبیب اللہ خاں کے خوف کی وجہ سے، ایک ناریل کے حقے میں

ایک عرضی چھپاکر، ایک برہمن کے ہاتھ سے بھیجی کہ جناب والا قلعہ کی طرف تشریف لائیں اور اس ذرۂ بےمقدار کو اپنے خورشید جمالی چہرے کی تابانی سے منور فرمائیں ہماری لغزشوں کو معاف فرمائیں ہم غلامان آپ کی تشریف آوری کو خدائی نعمت شمار کرتے ہوئے برضا و رغبت اس قلعہ کو سپرد کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اس خوشخبری کو سنتے ہی جناب عالی چند آدمیوں کے ساتھ قلعہ کے دامن میں پہنچکر قریب ہی کے ایک پہاڑی ٹیلے پر آکر ٹھہرے۔

سید نور اپنے صبح صادق جیسے نورانی چہرے کے ساتھ، جن کی پیشانی کی ہر شکن سے اطاعت و عقیدتمندی نمایاں تھی دعدہ کو پورا کرنے کے لیے قلعہ سے تنہا حاضر ہوئے۔ اور ملاقات کی۔ قلعہ کے سپرد کرنے کے اقرار اور معاملہ کی توثیق کے بعد، رخصت ہو کر قلعے میں چلے گئے۔

دوسرے روز دوبارہ سرانداز خاں ہزاری کو اپنے ساتھ لیکر لشکر میں حاضر ہوئے۔

ان کی آمد سے پہلے دو آدمی خدمت عالی میں حاضر ہو کر شرف قدمبوسی کی اجازت چاہ رہے تھے، اور اس وقت جناب عالی شہر میں غازیوں کے ساتھ داخل ہونے کے ارادے سے سید نور اور سرانداز خان کے انتظار میں ایک چھوٹے خیمہ میں بیٹھے بڑے بڑے بوجھل سامان روانہ کرنے کے لیے بندھوا رہے تھے۔

سید نور اور سرانداز خان کی نئی نئی اور نازیبا حرکتیں جو اعتدال سے باہر ہو چکی تھیں صوبہ اڑیسہ میں جاری تھیں ان مظالم کا تفصیلی حال ان دو آدمیوں کی زبانی سمع عالی میں پہنچ چکا تھا اس لیے سراج الدولہ جناب عالی کے حکم کے مطابق جوانوں کے ایک انبوہ کے ساتھ میدان میں سرانداز خان کے قتل کر دینے کے لیے الگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب سید نور ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ تو دریافت فرمایا کہ سرانداز خان جیو کہاں ہیں ؟ سید نور نے کہا کہ قریب ہی پہنچے ہوئے ہیں آرہے ہیں، حکم ہوا کوئی ہرکارہ بھیج دو۔ پہلے نواب سراج الدولہ سے ملیں پھر مجھ سے ملیں گے۔ وہ موت کا لقمہ جب سراج الدولہ سے ملاقات کے لیے گیا تو ان جوانوں نے جو حکم کی بجا آوری کے پیاسے تھے۔ حسب اشارہ سرانداز خان کو سر سے بے سر کر دیا۔ اور ہزاری کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا، کوڑی کا بھی نہ رکھا۔

سید نور جو اپنے دست و بازو پر بہت مغرور تھے اور خود کو پہلوان زمانہ تصور کرتے تھے، جب یہ خبر سنی تو اپنی جگہ سوکھ کر رہ گئے۔ ان کو بھی قید کر کے میواتیوں کے سپرد کیا۔

جب قلعہ کی طرف توجہ کی تو وہاں کے لوگ مزاحم ہوئے۔ کافی گفتگو اور سرداران قلعہ سے نئے

معاہدے کے بعد، قید کی تنگی سے نجات ملی تو سر کے بل خدمت عالی میں پہنچے اور قلعہ کو فاتحین قلعہ کے سپرد کر دیا۔ اسی رات کو جناب عالی کے حکم کے بموجب، میواتیوں نے سید نور کا گلہ دبا کر مار ڈالا۔ اور صبح کو یہ مشہور کر دیا کہ سید نور نے غیرت کی وجہ سے خود کشی کر لی۔ ایسے عقیدتمند کے قتل کا حال لکھتے ہوئے راقم الحروف کا قلم کانپتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

وہاں سے مراجعت کے وقت کوئی شخص بھی مرہٹہ فوج کے خوف سے اس جگہ کی قلعہ داری کے لیے آمادہ نہ تھا مگر مرزا حبیب بیگ دوروز کی ریاست کے لیے قبول کر رہے تھے۔ قلعہ کو قلعدار اور صوبہ کو صوبہ دار کے حوالہ کر کے بنگالہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر بڑا چھوٹا جو نئے چاند کی طرح جناب عالی کی دیدار کا خواہشمند تھا استقبال کے لیے دوڑ پڑا۔

نواب سراج الدولہ کے چھوٹے بھائی اکرام الدولہ کے جشن شادی اور بعض دیگر روداد کا ذکر

دلوں پر حکمرانی کرنے والوں، اور اچھے بُرے کو باریک بینی سے سمجھنے والوں پر یہ امر پوری طرح ظاہر ہے کہ جب تک زمانے کا ستایا انسان فریاد نہیں کرتا عافیت کی لذت مزہ نہیں دیتی۔ جب تک شراب خالص کا خمار درد سر نہیں پیدا کرتا، قلقل مینا کی زبان بھی دعا کے لیے نہیں کھلتی۔ جب تک ہجر کی لذت ایلچیگری کے لیے کمربستہ نہیں ہوتی عروس شوق کو وصل کا آرام نہیں ملتا۔ چونکہ حاجتمندی کی ابتدا ہی سے مقاصد یوں ہی حاصل ہوتے رہے ہیں اس لیے ۱۱۵۷ھ میں جبکہ جنت البلاد بنگالہ (مرشدآباد) دشمن کو مٹا دینے والے لشکر کی چھاونی بنا ہوا تھا اور دولت و اقبال شاہی کا پرچم وہاں لہرا رہا تھا۔ انہی دنوں میں نواب ہیبت جنگ کے منجھلے بیٹے نواب اکرام الدولہ کی شادی نواب عطار اللہ خاں کی دختر نیک اختر سے جب قرار پائی تو جملہ لوازمات مسرت اور سامان شادی کی فراہمی کے ساتھ ایک جشن کا انتظام کیا گیا۔

جب اس جنت مثال جشن کی تیاری میں فرماں بردار خدام مشغول ہوئے۔ تو باد نسیم چمن چمن بوئے گل جمع کرنے کو دوڑ گئی۔ اور بوئے گل گلاب کی فکر میں کمربستہ ہوئی، اس جشن شادی کا آوازہ اتنا بلند ہوا، کہ مشتریٔ فلک ستارۂ زہرا کے دل پر رشک کی نمک پاشی ہو رہی تھی، بہار و خزاں، گل رعنا کی طرح حسین و خوشنما محلوں کی نقاشی میں مصروف تھی، ہر طرف، اطلس، مشجر اور زربفت سے آراستہ سائبان اپنی رنگارنگی چمک دمک میں آسمانی ستاروں سے ہمسری کا دعویٰ کر رہے تھے، روپہلے جڑاو کام دار ستون مسلسل مرتول کے ہاروں سے آراستہ، کھڑے کیے گئے تھے، بیش قیمتی سفید چاندنیاں، چادر مہتاب پر برتری کی دعویدار تھیں۔

قابل تحسین وہ صنعت کار تھے جنھوں نے اپنی طلسماتی نیرنگیوں سے اسے گل بوٹے بنائے تھے گویا فرش پر چمن کھلا ہے اور اب خوشبو پھوٹ پڑے گی۔ آگ سے کھیلنے والے آتشبازوں کی آتشبازیاں ان کے کمال فن کی دلیل تھیں گویا بے جان تصویروں میں جان ڈالدی تھی جو پھول ان کے چھوٹنے میں کھلتے تھے ان کی ہیئت سے ان کی خوشبو کا ادراک کیا جاسکتا تھا۔ جو لوگ اس بزم عیش میں موجود تھے وہ اس کا ادراک کرتے تھے۔ ایسی وسیع بزم آراستہ کی تھی کہ اس کی وسعت کا اندازہ کرنے سے عقل قاصر ہے۔

اس محفل میں خوشبو کا وہ اہتمام تھا کہ پوری فضا برگ وگل ریحان کی طرح خوش و خرم اور مشک بار تھی۔

اس بزم کی روشنی، خوشبو، اور آتشبازی کی تیاری میں جو رقم صرف ہوئی اس کی تعداد بارہ لاکھ روپے تک پہنچی، یہ اس رقم کے علاوہ ہے جو کہ خاص وعام کے خلعت و بخشش پر صرف ہوئی تین مہینے کامل رات دن، لاکھ سوار، لاکھ پیادے کروڑوں رعایا، اس جشن کے مراسم اور کھیل کود کے لوازمات میں مشغول رہے۔ لیکن جیسے ہی آفتاب عالم تاب برج میزان میں قدم رکھا جناب عالی بھی میزان عدالت پر نظر رکھتے ہوئے سال گذشتہ کی طرح حبیب اللہ خاں کے فتنہ وفساد کو دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ جوانان بزم جنگی لباس جسم پر آراستہ کر کے میدان کارزار کے لیے تیار ہو گئے۔ اور محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں عریضے روانہ کیے کہ قدیم غلام ہیبت جنگ کو آپ نے عظیم آباد سے مرہٹوں کی تنبیہ کے لیے طلب کرلیا اور اب صوبہ خالی ہے، نواب صفدر جنگ کو جو اس صوبہ کے ہم سرحد ہیں، حکم ہو کہ چند روز عظیم آباد کے گرد و نواح میں آکر رہیں۔ تاکہ غلام دلجمعی کے ساتھ اس شر انگیزی کو ختم کرے اور اس مفسد کفار کو دفع کرے۔

جیسے ہی فرمان شاہی عظیم آباد کی حفاظت و نگرانی کے بارے میں صفدر جنگ کو ملا، اب کیا تھا۔ انتہائی مسرت اور بڑے طمطراق کے ساتھ کسی خیال خام میں اپنے صوبہ سے بھاگم بھاگ روانہ ہوئے اور خود کو عظیم آباد پہنچایا۔ اور اپنی ملکیت سمجھتے ہوئے مالی اور ملکی معاملات میں دخل اندازی شروع کر دی۔

جناب عالی نے اس خبر کے سنتے ہی باوجود کے اس وقت مرہٹوں کے تعاقب میں صوبہ اڑلیسہ میں قیام پذیر تھے۔ بلا توقف و تاخیر مرہٹوں کی جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے اور ایک خط نواب موصوف کو لکھا، کہ فی الحال اس بندے کو اللہ کے فضل سے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے الحمد للہ کہ اقبال بادشاہی میرے شامل حال ہے۔ کسی ستیزہ کار کے مٹائے مٹ نہیں سکتا،

جناب والا کا اس صوبے سے تشریف لیجانا ہی بہتر اور مناسب ہے۔

نواب صفدر جنگ نے یہ کھرے کھرے جملے جو بے سوچ وچار کے قلم برداشتہ لکھے گئے تھے، پڑھے۔ جلد سے جلد صوبہ مذکور (عظیم آباد) سے اپنے صوبے کی طرف لوٹ گئے۔

جناب عالی نے ابھی چند منزلیں بھی طے نہیں کی تھیں کہ اثنائے راہ ہی میں نواب موصوف کے واپسی کی خبر مل گئی۔ اور جب یہ بات معلوم ہوئی کہ دو ضرب توپ بھی اپنے ساتھ لیتے گئے ہیں تو سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے نظر انداز کر گئے۔ اور عظیم آباد تشریف لاکر ہدایت علی خاں کو، جو عظیم آباد کے نائب صوبہ دار تھے۔ اور صفدر جنگ سے سازباز کررہے تھے۔ عہدے سے برخواست کر دیا۔

اسی اثنا میں یہ خبر بھی ملی کہ مرہٹوں کی فوج دریائے سون کے کنارے جمع ہوئی ہے فوراً ادھر متوجہ ہوئے اور آندھی طوفان کی طرح ان کے سر پر مسلط ہو گئے۔ چونکہ تین دنوں سے فوج کفار نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس لیے اسلامی فوج کی حالت فقر وفاقہ سے تباہ ہو رہی تھی اور زندگی کا کوئی سہارا نظر نہ آرہا تھا۔ اس لیے بمقتضائے ؎

وقت ضرورت چو نماند گریز دست بگیرد سر شمشیر تیز

یعنی جب نجات کی کوئی صورت نہیں ہوتی تو ہاتھ میں تلوار لینی ہی پڑتی ہے اور انسان مرنے مارنے پر آمادہ ہی ہو جاتا ہے چنانچہ دونوں طرف کے جوانوں نے اس زور وشور کی جنگ کی کہ حیرت کے دھوئیں سے فلک کی چشم بینا بھی اندھی ہو گئی ستارہ مشتری اس حرب وضرب کو دیکھ کر سانپ کی طرح کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا، گویا جنگ کی اس سلگتی اور لہکتی ہوئی آگ کو دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ آخر مرہٹوں کی فوج باحسرت ویاس تباہ حالی اور روسیاہی کے ساتھ بدبختی کے میدان میں آوارہ گرد پھرنے لگی۔ اور اقبال مجسم جناب عالی فتحیاب ہو کر مخلوق کے زخم دل کا مرہم بنے۔ اور تخت عدالت پر بیٹھ کر لشکر کے ہر ایک فرد کے احوال کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے تمام عریضوں اور مطالبات کا پوری توجہ اور غور وخوض سے مطالعہ اور معائنہ کیا۔ اور جو خدمتیں کہ ان سے انجام پائی تھیں حسب خدمت انعامات سے نوازا، نیز مظلوم رعایا کی بھی دادرسی کی۔

۱۱۵۸ھ میں اپنی قیام گاہ پر واپس ہو کر رونق افروز ہوئے، جس زمانے میں کہ جنت البلاد بنگالہ پایہ تخت بنا ہوا تھا، سراج الدولہ سے ملاقات کے لیے گئے، اس وقت جو جشن منایا گیا وہ پہلے جشن سے

بڑھ چڑھ کر تھا کہ تمام برسات کا موسم گھر گھر ہر روز، روز نوروز اور ہر شب، شب برات کا منظر رہا۔

یہ رزم و بزم، جو بہار و خزاں اور لیل و نہار کا منظر پیش کر رہی تھی اتفاق و اتحاد کا نکتہ اس میں پوشیدہ تھا لیکن اسی زمانے میں نواب ببر جنگ نے دوستی کی راہ چھوڑ کر سرکشی کا طریقہ اختیار کیا اور مخالفت میں علم بغاوت بلند کیا۔ ورنہ درحقیقت جو جشن منایا گیا تھا اس کے بارے میں اور کیا کہیئے کہ ؎

آسماں ساخت در آفاق یکے سور چہ سور	کہ ازاں سور شد آفاق ممالک مسرور
حبذا سور و سرورے کہ اگر درنگری	خانہ زہرہ شود برجی ازاں عالی سور

ترجمہ: آسمان نے آفاق میں ایک جشن منایا ہے، واہ کیا جشن ہے کہ اس جشن کے سبب تمام اطراف ممالک مسرور ہیں۔ کیا مبارک جشن و سرور ہے کہ اگر تم غور سے دیکھو تو (یہ محسوس کروگے) کہ زائچہ کا خانہ زہرا اس بلند و بالا جشن کا برج بنا ہے۔

نواب ببر جنگ کی مخالفت اور ہیبت جنگ کے مقابلے میں شکست کھانے کا ذکر

جو لوگ لالچ میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ بھی جو راہ کے نشیب و فراز کو دیکھتے ہوئے اس راہ پر چلنے والے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بلندی کی انتہا پستی، اور ہستی کا کمال نیستی ہے اس حقیقت کے بیان کرنے کا مقصد اور اس مجمل جملے کی تفصیل یہ ہے کہ نواب ببر جنگ اپنے تمام اہل قرابت کے مقابلے میں معتمد علیہ بنے ہوئے تھے تھوڑے ہی دنوں میں ببر جنگ کے خطاب سے سرفراز کیے گئے اس لیے بہت لوگ ان سے حسد کرنے لگے تھے۔ شمشیر خان اور سردار خان ان کے اقتدار سے خوش نہ تھے۔ درپردہ ان کے خلاف مکر و فریب کی چال چل رہے شیطان کی طرح دوراز کار وسوسے ان کے دل میں ڈال کر حیرانی و پریشانی کی راہ ان کو دکھا رہے تھے۔ وہ جاہل ناعاقبت اندیش پہلے تو ان وسوسوں کا انکار کرتا رہا لیکن شیطانی وسوسے سے متاثر ہو ہو کر جاہ و مرتبہ اور ریاست کی محبت جو انسان کی فطرت میں ہے درپردہ اپنی رسوائی اور بدنامی کا ڈنکا بجانے لگا۔ اور بعض بدباطنوں کو اپنا ہمنوا بنا کر اس سودائے خام کو اپنے دیگ دماغ میں پکاتا رہا۔ بالآخر اپنے ناقص اعتقاد میں اپنے مقصد کو کامیاب تصور کرتے اور فتنہ و فساد کے اسباب کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہوئے کھل کر سامنے آگیا۔ اور ہیبت جنگ کو بدل کر صوبہ عظیم آباد کی نیابت کے لیے خواہش ظاہر کی لیکن جب منجملہ وجوہ کے کسی وجہ سے بھی یہ بات ممکن نہ ہو سکی تو ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے اور تھوڑی مدت میں ان کے شاخ در شاخ حیلے بار آور ہونے لگے یہاں تک کہ اعلان جنگ

کی صدا، جو دبی دبی تھی ڈنکے کی چوٹ بلند ہو گئی۔ اور ہر روز یہ مخالفت بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہاں تک کہ یہ معاملہ اس منزل میں پہنچ گیا کہ ایک روز مصطفیٰ خان مقررہ دنوں کے خلاف صبح سویرے بہت لوگوں کے ساتھ _______ جو مکار و غدار تھے، دربار میں سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ جاسوسوں نے اطلاع دی کہ آج فتنہ و فساد کے ارادے کو دل میں دبائے ہوئے ہے۔ لہٰذا غلام حسین خان عرش جنگ جو ایک بہت دانشمند شخص تھے کچھ دیر ان لوگوں کو اپنی دلفریب باتوں میں پھنسائے رہے اور سلام کے لیے دوسرے ملاقاتیوں کو متعین کرتے رہے۔ جناب عالی اپنی فصیح بیانی میں اپنے عہد کے دوسرے حکام سے بہت ممتاز تھے۔ ملاقات کے ساتھ ہی مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ اور اپنی فصیح و بلیغ گفتگو سے اس بڈھے خرانٹ کو دریائے حیرت میں غوطے کھلاتے رہے اور بولنے اور کہنے کا موقع ہی نہ دیا۔ یہاں تک کہ سلام بجالانے والوں کا ہجوم ہو گیا۔

دوسرے روز پھر وہ کبر و نخوت کی پوٹ فاسد ارادے سے عصر کے وقت دربار میں حاضر ہونے کے لیے آیا۔ مگر عناد و زخش کا زہر وہ زہر نہیں جو حسن سلوک کے تریاق سے علاج پذیر ہو۔ اس لیے آج جناب عالی نے ملاقات ہی نہ کی۔ اور طرح دے گئے۔

بیر جنگ ان ابیات کے مضمون کو اپنے دل میں لیے ہوئے دیوان عام ہی سے اٹھ کر واپس گیا۔

ترا نگفتمت اے روزگارِ بے حاصل	کہ من ز مہر تو و کین تو ندارم باک
من آں نیم کہ باقبال تو شوم خرم	من آں نیم کہ ز ادبار تو شوم غمناک
بہ بر و بحر و تر و خشک از چہ می نازی	توئی ز قطرہ از آب شور و مشت خاک
مرا سرے است کہ ترک کلاہ ہمت او	نخواہد استر الا ز اطلس افلاک

ترجمہ: اے زمانے کیا میں نے تجھ سے یہ نہیں کہا کہ مجھے نہ تیرے مہربانی کی پروا ہے اور نہ تیری کینہ پروری سے کچھ باک ہے۔

میں وہ نہیں ہوں جو کہ تیرے اقبال سے خوش ہوں نہ میں وہ ہوں کہ تیرے ادبار سے غمناک ہوں۔

اس زمین، سمندر، خشکی اور تری پر کیا ناز کرتا ہے کہ تیری حقیقت ایک قطرہ شور اور مشت خاک کے سوا کچھ نہیں ہے۔

میرا خیال ہے کہ دشمن کی ہمت کے خود کو کچل کر رکھ دوں جو اپنے استر کے لیے اطلس فلک

کے سوا کچھ اور نہیں چاہتا۔

غرض فسادیوں کی تحریک کے باوجود جب ببر جنگ نے دیکھا کہ دوسری مرتبہ بھی اس کی امیدوں کے مہرے کامیابی کی بساط پر صحیح طریقے سے جم نہ سکے تو سخن سازوں کی باتوں سے اس کے فتنہ و فساد کا غبار ہیجان میں آگیا۔ اور اب ایک محضرنامہ افغانی سرداروں کے اتفاق سے جناب عالی کو تخت حکومت سے اُٹھا دینے کے متعلق، افغانی سرداروں کے مہر سے مزین کر کے تیار کیا گیا۔ روز بروز ان کی ہمت و جرأت کا پلہ بلند ہوتا جارہا تھا۔ اور امید کی چنگاری رفتہ رفتہ شعلہ فشاں ہوتی جارہی تھی۔

شمشیر خاں اور سردار خاں جب محضرنامہ کا کاغذ عمر خاں کے پاس لائے کہ اپنی مہر کریں اور دولت میں شریک ہوں تو خان مذکور نے خلوص عقیدت کی وجہ سے محضرنامے کے کاغذ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور افغانی سرداروں کو بہت لعن طعن کی۔ یہاں تک کہ شیر شاہ کو بھی برا بھلا کہا۔

شمشیر خاں اور سردار خان بر بنائے احتیاط اس خیال سے کہ کہیں جناب عالی کی چمکیلی تلوار کڑکتی بجلی بن کر افغانیوں کی خوشحالی کے خرمن کو جلا کر نہ رکھ دے۔ چپ چاپ مجلس سے اٹھے اور اپنے اپنے گھر کو چل دیئے اور انکی غرض جو ببر جنگ کو بدنام کرنے کی تھی اس میں ان کی کچھ پیش نہ چلی۔ جناب عالی نے افغانیوں کی نااتفاقی کو اپنی خوش قسمتی تصور کیا۔ اور ببر جنگ کو جنھوں نے برطرفی کی درخواست دی تھی برطرف کر دیا۔ اور نو لاکھ روپے جو ان کی تنخواہ کے حکومت کے ذمہ باقی تھے۔ بغیر کچھ کہے سنے، خرچ و مصرف کے لیے جگت سیٹھ کی معرفت عنایت فرما دیے۔ اور بہت معذرت کے ساتھ وطن جانے کی اجازت دیدی۔

ببر جنگ افغانیوں کی رفاقت سے مایوس ہو کر چند موانع کی وجہ سے اس نامعقول امر کا ارتکاب جو ان کے دل میں تھا مرشدآباد میں رہکر نہ کر سکے تو ہیبت جنگ سے حکومت چھیننے کے ارادے سے عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب عالی بھی ایک عظیم لشکر کے ساتھ اُن کے تعاقب میں چل پڑے، جب ببر جنگ کی بے طوری، اور عظیم آباد کی طرف جنگ کے ارادے سے جانے کی خبر ملی تو نواب ہیبت جنگ جو اس وقت بھوانرہ محال کی طرف تشریف رکھتے تھے ان کو لکھ بھیجا کہ ہرگز ہرگز ببر جنگ کے معاملہ میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کرو۔

نواب ہیبت جنگ اس خط کو پڑھنے کے بعد بہت پریشان ہوئے۔ اور خط لانے والے سے یہ التماس کیا کہ ان کے احوال میں متعرض نہ ہوں اور اس گمراہ کو راہ پر نہ لاؤں تو کیا کروں، اس کا مطلب

تو یہ ہے کہ عظیم آباد سے ہاتھ اٹھالوں اور ان کے سپرد کر دوں۔ اور یہ اس غلام سے نہیں ہوسکتا ؎

کہ مے خورند حریفاں و من نظارہ کنم

لوگ مزے اڑائیں اور میں تماشا دیکھتا رہوں۔

اس وقت ہیبت جنگ کے زیر رکاب ہر قسم کے سپاہیوں میں ملاکر صرف ایک ہزار چار سو لشکری تھے۔ اور ببر جنگ بیس ہزار فوج کے ساتھ تھے۔

الغرض جب ہیبت جنگ، ببر جنگ کے ساتھ لڑنے کو تیار ہوئے تو جناب عالی نے دوبارہ ایک خط لکھا کہ ببر جنگ سے اس وقت وہی لڑے جس کے پاس آتش خانہ فرنگ موجود ہو۔ تم بھی اس کی جنگی طاقت سے واقف ہو اس کے باوجود اگر ایسا ارادہ دل میں ہے تو خبردار میرے اور میری خوں آشام فوج کے پہنچنے تک ٹھہرو گے اور بغیر سرنگ کے مقابلہ نہ کرو گے۔

بہ گیتی کسی مرد زینساں ندید ؎ ز نامداران پیشیں شنید

ترجمہ: دنیا میں نہ ایسا بہادر دیکھا گیا اور نہ زمانہ قدیم کے ناموروں میں سنا گیا۔

نواب ہیبت جنگ نے اپنی نام آوری اور غیرت کے اظہار کے لیے تمام اطراف و جوانب میں چٹھیاں بھیجیں کہ جہاں بھی کوئی باغیرت آدمی ہو وہ آکر اس جنگ میں اپنی مردانگی کی داد دے۔ اور خود دریائے گنگا کو عبور کرکے بموجب حکم سرنگ کے لیے، جعفر خاں کے باغ میں جو قلعہ عظیم آباد کے قریب ہے آکر مقیم ہوئے۔ اور یہ کام بہت جلد انجام دیا۔

نواب ببر جنگ نے اکثر مقامات پر قتل و غارت گری، شہروں کی خرابی ملک کی بربادی میں کوئی مہمل دقیقہ بھی فروگزاشت نہیں کیا۔ اور بالکل ویران کر دیا۔ چنانچہ راج محل سے کئی عدد توپ اور کچھ خزانہ بھی زبردستی چھین لیا۔

جب مونگیر پہنچے اور اس کو فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تو حسن بیگ خان قلعہ دار نے ان کو روکنے کی کوشش کی اور مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا لیکن ببر جنگ کی فوج نے بغیر کچھ سوچے اور دیر کئے بارش ہونے کے باوجود قلعہ کی دیوار پر گولیاں برسائیں، اس طرح خود کو قلعہ کی چہار دیواری تک پہنچا کر قلعہ کو فتح کر لیا۔ اور قلعہ دار کو اس کے تین بیٹوں کے ساتھ قید کر لیا۔

اس روز عبدالرسول خاں، نواب ببر جنگ کے حقیقی بھائی، بہادر جوانوں کے ساتھ، جب کہ

شدید جنگ ہو رہی تھی، ہاتھی پر کھڑے ہوئے تھے۔ قلعہ کے اوپر سے پتھر پھینکے جا رہے تھے ایک پتھر کی زد میں آکر گر پڑے اور اپنے بھائی کو داغ مفارقت دے گئے۔

جب ہیبت جنگ کو خبر ہوئی کہ ببر جنگ نے مونگیر کے قلعہ کو فتح کر لیا ہے اور اب عظیم آباد کا رخ کر رہے ہیں تو جناب عالی کے حکم کے مطابق کہ جہاں تک ہو سکے ان کے احوال میں کوئی تعرض نہ کرو۔ میر مرتضیٰ اور عسکر خاں کو ایلچی بنا کر بھیجا اور پیغام یہ دیا کہ جو سلوک آپ نے جناب عالی کے ساتھ کیا ہے اور جو انھوں نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔ اس کو آپ جانیں اور وہ جانیں۔ فقیر اس معاملے میں مجبور اور بے تقصیر ہے۔ سردست دو لاکھ روپے راستے کے خرچ کے لیے اور سامان خسارہ جنگ جو کچھ مطلوب ہو حاضر ہے۔

جوں ہی ایلچیوں نے مراسلہ پہنچایا۔ ببر جنگ مغرور، عقل سے دور، نے نہایت بے باکی اور بے ادبی سے کدورت سے بھرے ہوئے، اس مضمون کی رباعی لکھ بھیجی۔ رُباعی:

ہر گہ کہ سمند عزم من پویہ کند	دشمن ز ہیبت تیغ من مویہ کند
اینجا بہ رسول و نامہ بر نیاید کار	شمشیر دو رویہ کار یک رویہ کند

ترجمہ: جب میرے عزم کا گھوڑا جولانی میں آجاتا ہے تو میری تلوار کی ہیبت سے دشمن چیخ پکار کرنے لگتا ہے۔ یہاں ایلچی اور خط سے کام سرانجام نہیں ہوتا، میری دو دھاری تلوار کام کو ایک رخ پر لگا دیتی ہے۔

نواب ہیبت جنگ احوال معلوم کرنے کے بعد توکل بخدا جلد سے جلد سرنگ کو مضبوط سے مضبوط تر بنا کر جنگ کے لیے مستعد ہو گئے۔

جب مصطفیٰ خاں سرنگ سے چھ کوس کے قریب پہنچ گئے تو نواب ہیبت جنگ نے حاجی عالم خان کو صلح کا پیغام لیکر بھیجا۔ اس نامعقول سرپھرے نے نہایت بے باکی اور بہادری کے انداز میں جواب دیا کہ اگر ایک لشکر رافضیوں کا ہو اور ایک گروہ ہندوؤں کا ہو اور مقابلے میں آجائے تو ہمارے مذہب میں پہلے رافضیوں سے جنگ واجب ہے۔

عبدالعلی خان اس بات کو سنتے ہی بہت خوش ہوئے اور انتہائی تعصب میں آکر ہیبت جنگ کی خدمت میں فتح کی نذر پیش کی۔ اور عرض کیا اب تک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتے کو ہم سے دشمنی ہے اور اب اطمینان ہو گیا کہ شیر خدا سے اس کو عداوت اور دشمنی ہے۔ شیر صفت غازی اور میدان جنگ

کے بہادر اس بدنصیب کتے کو پھاڑ دیں گے۔ اپنی چمکتی تلواروں کی مار، اور سینوں میں چبھ جانے والے نیزوں سے پہلے ہی حملے میں اکھاڑ پھینکیں گے۔ اور اس ناہنجار کی وجہ سے زمانے میں جو تباہی پھیلی ہوئی ہے اس تباہی کو نکال پھینکیں گے ؎

غم را کجا وجود بماند چو ما بریم　　　نام محمد و علی و عترت رسول

ترجمہ: جس وقت ہم محمدؐ، علیؓ اور اہل بیتؓ کا نام لیں گے تو غم و رنج کا وجود ہی کہاں باقی رہے گا۔

الغرض تمام رات ہوشیاری اور خبرداری سے گزار کر روز پنجشنبہ اٹھارہ ماہ صفر ۱۱۵۸ھ کو صبح کے وقت نواب ہیبت جنگ ہاتھی پر سوار ہو کر سرنگ کے بیچ کھڑے ہوئے اور دشمنوں کے پرخروش لشکر کا معائنہ کر کے اللہ کی بارگاہ میں توکل اور اس آیت کریمہ کے مضمون پر اعتماد کر کے، کہ کتنی قلیل جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غلبہ پا گئی ہیں" ائمہ اطہار کا وسیلہ پکڑتے ہوئے، اس کثرت و اژدحام سے جو قیامت کا نمونہ تھی، بے خوف ہو کر، میمنہ اور میسرہ کے درست کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس وقت بہادران میدان جنگ نے اسلحہ و لباس جنگ سے خود کو آراستہ کیا۔ اور معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو گئے۔

جب نواب ببر جنگ کا اسباب و سامان فوجی دستے کے ساتھ نمایاں ہوا اور سرنگ کے سامنے سے گزرا، بعض لوگ آپس میں بولنے لگے کہ شاید جنگ نہ ہوگی کہ ببر جنگ کا جھنڈا اور نشان نمودار ہوا، جیسے ہی کہ سرنگ مقابل میں آیا، سرنگ کے سامنے کے حصے کو جس طرف کیرت چند تھے درہم برہم کر کے خندق سے گزر کر، دیوان مذکور (کیرت چند) کو ان کے چند قرابت مندوں کے ساتھ زخمی کر کے نواب ہیبت جنگ کے قریب آکر صف درست کر لی۔ اور یکبارگی ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ ایسا کہ تیروں کی کثرت سے فضا تاریک ہو رہی تھی اور چشم فلک میں چکاچوند لگ گئی تھی۔

خدنگ از کماں راہ یغما گرفت　　　ز ہر گوشۂ فتنہ بالا گرفت
میان فلک شد زمیں از غبار　　　جہانے دگر شد زنو آشکار
ذرہ ہر طرف دیدہ را باز کرد　　　چو چشم بتاں فتنہ آغاز کرد
سناں ہا ز ہر سو دراں رستخیز　　　بطعن دلیراں زباں کردہ تیز
ز پشت شتر نعرۂ کوس جنگ　　　چو آواز رعد از سپہر دورنگ

افغانی جو انتہائی لالچی مشہور ہیں، ان کا ایک دستہ خیموں کو لوٹنے میں مشغول تھا۔ ببر جنگ نے

ہیبت جنگ کو مختصر جماعت کے ساتھ جب کھڑا ہوا دیکھا تو انتہائی بغض و عناد کے ساتھ خونخوار جوانوں کو لے کر مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اور جنگی گھوڑے میدان جنگ میں دوڑانے لگے۔ جناب حاجی صاحب دو توپوں میں تلنبے کے سکے بھر کر ہیبت جنگ کی سواری کے ہاتھی کے آگے کھڑے ہوئے تھے وہ دونوں توپیں سر کر دیں۔ جس کے نتیجے میں ببر جنگ کے تین سونامی سردار اور جانباز سپاہی خاک ذلت پر گر پڑے اور جاں بحق ہو گئے۔ اور اسی کے ساتھ مسلسل مخالفین دین کی فوج پر بندوق کی گولیوں کا مینہ برسنے لگا۔ جسونت ناگر چند بہیلوں کے ساتھ بجلی کی کڑک کی طرح کڑکا، اور بہت سرداروں کو بے سر کر گیا کہ ان کی لمبی عمریں ایک ہی نفس میں کوتاہ ہو گئیں۔ جنگ اس مرحلے میں آگئی کہ قریب تھا کہ ببر جنگ جہنم کی راہ لے یا قید ہو کر مشکبند ہو۔

جب افغانیوں نے جنگ کا یہ حال دیکھا، تو لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا اور ببر جنگ سے الگ ہو کر سرنگ سے نکل بھاگے۔ نواب ہیبت جنگ فتحیاب و کامیاب مظفر و منصور سرنگ کے دہانے تک آئے سرنگ کی خراب دیواروں کی مرمت کی۔ فتح کی خوشی کا ڈنکا بجوا دیا۔ اور اپنے خیمے میں لوٹ آئے۔ اور بارگاہ الٰہی میں شکر بجا لائے۔

سچی بات یہ ہے کہ اگر اس روز رستم زندہ ہوتا تو ہیبت جنگ کی ثبات قدمی اور پائے داری پر ان کے قدموں کے سو بوسے لیتا۔ اور اگر افراسیاب اس جرأت اور ہیبت کا مشاہدہ کرتا تو خوف کے مارے اس کا دم ہی نکل جاتا۔

ببر جنگ کے سرداروں میں ایک سردار حکیم شاہ، لڑائی کے میدان سے نکل کر راہ فرار اختیار کر چکا تھا کہ راستے میں معلوم ہوا کہ اودل شاہ اور امین شاہ سرنگ میں مار دیے گئے، تنہا میدان کی طرف لوٹ کر خود کو سرنگ کے لوگوں کو مار کر بہادری کی داد دی اور خود کو سرنگ کے بیچ تک پہنچا یا، لیکن یہاں نامدار خان مبین کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ دوست دشمن ہر کی زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا۔ بیت :

بدین سال نزاید بگیتی پسر   برہ آفرین جہاں سر بسر

ببر جنگ شکست خوردہ ایک ہفتہ تک سرنگ کے سامنے اپنا خیمہ جمائے رہا، اور توپ خانے کی جنگ کا بندوبست کر کے دوسرے ہفتہ پچیس ماہ صفر روز پنجشنبہ سنہ مذکور کو وہ مردود اپنی عادت کے مطابق سوار ہو کر آندھی طوفان کی طرح سرنگ میں داخل ہو گیا اور سرنگ کے مقابل دستے احمد خاں اور

دوسری بار ببر جنگ کا مقابل میں آنا اور قتل ہونا

چوں کہ ببر جنگ ملک گیری اور فتح مندی کے لیے بے قرار تھا اور بہادری کا وصف اس کی ذات میں بے پناہ تھا، دوبارہ چار مہینے کے بعد نام آوری کی تلاش میں دوسرے لوگوں کو جمع کر کے طاقت واقتدار پہلے سے بھی زیادہ بہم پہنچا کر اس ارادے سے کہ۔ ع : "یاجاں رسد بجاناں یاجاں زتن برآید"۔ مقصود حاصل ہو یا جان جائے عظیم آباد کا پھر رخ کیا۔

نواب ہیبت جنگ نے اس خیال سے کہ پٹے ہوئے کو اور پیٹنا چاہیے اس کے مقابلے کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ دریائے سون کے کنارے دونوں کی ملاقات ہوگئی۔ اور دونوں ہی طرف کے بہادران نام آور میدان میں کود پڑے تمام جوان، کیا اپنے کیا پرائے سب ہی داد شجاعت دے رہے تھے۔

ببر جنگ کی سپاہ نے وہ بہادری کا مظاہرہ کیا کہ باوجود توپ کے گولوں کی بارش اور بندوق کی گولیوں کی جھڑی کے، ہیبت جنگ کی فوج کی تمام صفوں کو، درہم برہم کر دیا۔

چنانچہ خادم حسن خاں خاصہ برداروں کے داروغہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ انتہائی انتشار فوج میں پھیل گیا۔

ببر جنگ انتہائی بہادری سے صفوں کو پھاڑ رہا تھا، اور گذشتہ ناکامیوں کی غیرت کی وجہ سے سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا:

ازاں کیں چناں اندر آمد بجنگ   کہ از تاب اُو آب شد خارہ سنگ

ترجمہ: اس کینہ کی وجہ سے اس طرح جنگ کر رہا تھا کہ اس کے غصّے کی تپش سے پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہو رہا تھا۔

جیسے ہی ہیبت جنگ کے قریب اس نے اپنے آپ کو پہنچایا، بندوق کی گولی اس کے سینے پر لگی کہ اس پر غشی طاری ہوگئی بے سدھ ہوگیا، اسی حال میں کہ اس کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا فیل بان ہاتھی کو میدان سے لوٹا لایا۔ ایک گھنٹے کے بعد جب ہوش میں آیا تو پھر معرکہ جنگ کا رخ کیا، اور اس حال میں بھی ہیبت جنگ پر عرصہ حیات تنگ کر گیا، اس دفعہ رحم خان، کرم خان، عبدالعلی خان، مہدی خاں، نثار خاں مقابلے کے لیے آئے۔ اور نواب ہیبت جنگ نے دو تیر ببر جنگ کے پہلو پر ایسا مارا۔ کہ روح کا اختیار بدن پر قائم نہ رہا۔ اور اسی کے ساتھ نو فیل سوار بھی اس کی موافقت میں جان جان آفریں کو سپرد کر گئے۔ اور عجز و انکسار کے

شیخ جہاں کو چھوڑ کر جب ہیبت جنگ کے مقابل پہنچا اور سرنگ کی فوج کو خستہ و پریشان حال دیکھا تو بےخوف و بےفکر ہیبت جنگ کی طرف دوڑا۔ دیوان کیرت چند اور مہاراجہ رام نرائن خود کو توپ خانے کے قریب پہنچا کر مزاحم ہوئے، اتفاقاً بندوق کی ایک گولی اس بدگہر کے گوشۂ چشم میں لگی۔ اور یہ روشن دن اس کی نگاہ میں تاریک ہو گیا۔ شرم و ندامت کی راہ اختیار کر کے اپنے خیمے کی طرف بھاگ گیا اور اس شعر کا مضمون اس وقت اس کی زبان پر تھا۔ ابیات:

سعادت بہ بخشایش داور است | نہ در جنگ بازوئے زور آور ست
چو دولت بہ بخشد سپہر بلند | نیاید بہ مردانگی در کمند

راقم الحروف کے سننے میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ گولی کا زخم پہلے ہی روز کی جنگ میں پہنچا تھا۔ بہرحال نواب ہیبت جنگ فتح و کامرانی کا شادیانہ بجوا کر اپنے خیمے میں داخل ہوئے۔

جناب عالی کی خدمت میں مبارکباد کا عریضہ روانہ کیا، جو دو منزل قریب پہنچ چکے تھے۔ عریضے کا مضمون یہ تھا:

کہ آتش زد دشمن برانگیختم | باقبال تو خون او ریختم

جناب عالی اس خبر کے سنتے ہی بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر بجا لائے۔ چند دنوں کے بعد محب علی پور میں جبکہ بہرجنگ چنہار کے قلعہ کی طرف اور ہیبت جنگ اس کے تعاقب میں ہو گئے تھے۔ (جناب عالی) بھائی اور بھتیجے کو خوب دبوچ کر گلے سے لگا کر زبان حال سے کہہ رہے تھے ؎ بیت

حجاب ظلم تو برداشتی ز چہرہ عدل | نقاب کفر تو بکشادی از رخ ایماں

دریائے سون کے کنارے تک تعاقب کر کے اپنے مستقر کی طرف مراجعت فرمائی۔

پھر جناب عالی رگھوجی کے نقل و حرکت کی خبر سنکر دوسری مرتبہ حاجی صاحب اور نواب ہیبت جنگ کو الوداع کہہ کر مظفر و منصور بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے۔

باشندگان شہر آمد آمد کی خبر سنکر استقبال کے لیے روانہ ہوئے تمام بڑے چھوٹے اس خوشخبری سے زلیخا کی طرح دوبارہ جوان ہو گئے۔ ابیات:

خورشید با تزفع دگر دون با علو | با جاہ او محقر و با قدر او دنی
از ہفت چرخ ہمتش از چہ بلند تر است | ہست اش صفت تواضع و حلم و فروتنی

اثرات افغانیوں کے چہرے پر ظاہر ہو گئے۔ فتحمندی کا جام لبوں کے قریب آکر ہاتھوں سے چھوٹ گیا، اور زمین پر گر کر پارہ پارہ ہو گیا۔ ع :

دولت، قدحش پیش لب آورد و بریخت

نواب ہیبت جنگ فتحمند و کامیاب ہوئے۔ مبارک بادی کا خط جناب عالی کی خدمت میں بھیجا کہ ان باغیوں کے سرغنہ اور سرداروں کو ختم کر دیا۔ عنقریب ہی اس کے بعد دوسرے عریضے بھی ملاحظہ میں آئیں گے۔

اس پر مسرت خوشخبری کے سننے کے بعد جو کامیابی کی کھلی دلیل ہے، خوشی و مسرت کے پھول کھل گئے۔ اور اس حکومت کے نائبین شگفتہ خاطری سے یوں نغمہ زن ہو گئے۔

سر بد خواہ تو بردار بادا ترا دولت ہمیشہ یار بادا

ہیبت جنگ اس نمایاں کامیابی کے باوجود اتنی قدرت نہیں رکھتے تھے کہ بہر جنگ کی فوج کا تعاقب کریں اور اس کے سامان، خیمہ و خرگاہ کو غارت کر سکیں اس لیے اس بے سر کی فوج کے دریائے گنگا پار کر جانے کے بعد اپنے مستقر پر واپس آ گئے۔ اور جو لوگ کے ان پریشانیوں کا ذریعہ بن گئے تھے۔ ان کو بجائے چشم نمائی کے نوازشات اور بخشش سے نوازا۔

جناب عالی کا رگھوجی سے مقابلہ اور اس کی شکست

جب رگھوجی نے دوسری مرتبہ غارت گروں کی کثیر در کثیر جماعت فراہم کر کے بنگالے کی سرحد میں قدم رکھا۔ تو جناب عالی نے اپنے قیامت خیز سپاہ و لشکر کا معائنہ کیا، اور ابتدائے موسم بہار میں جبکہ آفتاب برج میزان سے نکل رہا تھا رات دن برابر ہو رہے تھے، اور خزاں کی فوج اپنے سپاہیوں کے ساتھ دکھن کے سمت جھکتی چلی جا رہی تھی۔ ایک لشکر عظیم کے ساتھ جو اپنی وسعت میں اتھاہ سمندر کے مانند تھا۔ ان کفار کی آبادیوں کو تباہ و برباد کرنے کی نیت سے نکل پڑے۔

رگھوجی بنگال میں آکر لوٹ مار کا الاؤ سلگائے ہوئے تھا، بے شمار مخلوق کو لوٹا، بے پناہ گھروں کو بے چراغ کر دیا۔ چکلۂ بردوان میں جبکہ جناب عالی کی فتحمند فوج مطمئن بیٹھی ہوئی تھی رگھوجی اپنی تمام فوج کے ساتھ اجتماعی شکل میں فتحمند فوج کے مقابل میں اچانک آپڑا۔ جناب عالی جو کہنہ مشق جنگ، اور میدان کارزار کے ماہر سالار تھے، فوراً اپنی کامیاب فوج کے ساتھ اس مقہور کی گوشمالی کے لیے چل پڑے۔ اور اس طرح

صف آراستہ کی کہ اگرچہ مرہٹہ فوج تعداد میں کہیں زیادہ تھی، لیکن اس قہرمانی فوج کے پہلے ہی حملہ میں تباہ و برباد اور خستہ ہو کر رہ گئی۔ اور جو بچ رہی وہ میدنی پور محال کی طرف منتشر اور تتر بتر ہو گئی۔

اس کے بعد جب جناب عالی ایک منظم و آراستہ فوج کے ساتھ بلائے آسمانی کی طرح بروقت رگھوجی کے سر پر میدنی پور پہنچ گئے۔

اور کمان کے بادل سے تیروں کی بارش، اور آگ اگلنے والی بندوقوں سے گولیاں برساتی موسلا دھار بارش کی طرح برسنے، اور طبل و قرنا کی کڑک دار آواز گونجنے لگی۔ رگھوجی چھ، سات ہزار آدمیوں کے مارے جانے کی وجہ سے اس لشکر بیکراں سے مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کھڑا ہوا، لوٹ مار کرتا ہوا عظیم آباد پر چڑھائی کے لیے چلا، لیکن جناب عالی کی باہمت تلوار، جس سے خوف کھا کر مریخ بھی پانچویں آسمان پر چھپا پھرتا ہے، شیروں کو پچھاڑ دینے والے سپاہیوں، اور پیل تن جوانوں کی جمعیت کے ساتھ توپ خانہ لیے ہوئے، دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے. بھاگلپور سے دریائے سون تک پندرہ منزل سے زیادہ ہی ہو گا، صبح سے شام تک روزانہ دونوں طرف آتش جنگ کے شعلے بھڑکتے اور ہر روز ہزاروں انسان ملک عدم کا سفر کرتے۔

دریائے سون کے کنارے جہاں باقاعدہ دونوں جانب سے صفیں آراستہ ہوئیں وہاں کی کیفیت یہ تھی کہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ، سواروں کے نعرے، اور توپ خانے کی دھما دھم، اپنے اور بیگانوں کے شور سے آسمان بھی کان میں روئی ڈالتا تھا۔ تیروں اور نیزوں کی کثرت سے فضا نرکل کا جنگل بن گئی تھی۔ اس روز ظالم ستارہ مشتری بھی جوانوں کی موت پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اور جو اس روز بچ رہا اس نے گویا دوبارہ زندگی پائی۔

اس کر و فر اور دھر پکڑ میں رگھوجی نے موت پر زندگی کو ترجیح دی اور دریائے گنگا کی طرف بھاگ گیا لیکن جناب عالی نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا رگیدتے ہوئے اس کو صوبہ اڑیسہ کی انتہا، کلہ درمہ تک بھگا کر اپنے صوبے سے باہر کر دیا۔ اور چند روز اس صوبے میں آرام کر کے کمزور رعایا اور مخلوق کی دادرسی کر کے اللہ کے فضل و کرم سے اپنی قیام گاہ خاص کی طرف تشریف لائے۔ تمام سربرآوردہ اور کم رتبہ جو رحمت الٰہی کی بارش (جناب عالی) کی آمد کے منتظر تھے، سیپ کی طرح دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ جو تمنائیں اور امیدیں کہ ان کے دل میں تھیں اس تشریف آوری سے سرسبز و شاداب ہوئیں۔

جناب عالی کا میر جعفر خان کو صوبۂ اڑیسہ کی طرف بھیجنا اور ان کی پشت پر نواب عطاء اللہ خان ثابت جنگ کو بھیجنا اور بعض دوسرے سوانح

۱۱۶۰ھ میں جناب عالی نے میر محمد جعفر خاں کو

صوبہ اڑیسہ کی نیابت کے لیے نام زد کر کے شمشیر خاں، سردار خاں، اور بخشی بہلیہ کو ساتھ کر کے اس طرف روانہ کیا جب یہ لوگ بردوان پہنچے تو مرہٹہ کی فوج نے پیش قدمی کر کے ان کو گھیر لیا۔ جس کی وجہ سے آگ پانی ان کا بند ہو گیا۔ جناب عالی نے اس خبر کو سنتے ہی نواب عطاء اللہ خان ثابت جنگ اور فقیر اللہ بیگ خان کو کئی ہزار من غلّے کے ساتھ ان کی مدد کو بھیجا۔

نواب ثابت جنگ لشکر میں داخل ہونے کے بعد اور میر محمد جعفر خان کی ملاقات کے ساتھ ہی مرہٹوں کے ظلم وستم سے ہاتھ روک کر جناب عالی کو اپنے منصب سے گرا دینے کی تدبیر میں جعفر خان کے ہم خیال ہو گئے۔ بعض سرداروں کو نقد دے کر اور بعض کو ملازمت، ملک و مال کا لالچ دیکر متفق کر کے، ایمان کی قسم کھا کر آپس میں عہد و پیمان مستحکم کر لیا۔

علی اصغر کری جو ثابت جنگ کے رفیقوں میں تھا، شیطان کیا اس سے بڑھ کر آپس میں نیز لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر ان کو اطاعت و فرماں برداری کی راہ سے بھٹکا کر گمراہی کے راستے پر ڈال دیا۔ اور اس طرح مشورہ دیا کہ حبیب اللہ خاں اور مرہٹوں کو بھی اپنا ساتھی بنا لینا چاہیئے۔

فقیر اللہ بیگ خاں اور نور اللہ بیگ خاں کو جب اس سازش کا علم ہوا، تو ایک خط جناب عالی کے پاس لکھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ جلد سے جلد آپ خود تشریف لائیے۔ اور اپنے قدموں کی خاک سے اندھوں کی آنکھیں روشن کیجئے۔

جناب عالی جو کل کے فتنہ برپا کرنے والوں کا چہرہ آج کے آئینے میں دیکھتے تھے مضمون کی تہ تک پہنچ گئے۔ حیدر علی خان اور داور قلی خان اور زبردست لشکر کے ساتھ بلا سوچے اور دیر کئے فوراً اس طرف روانہ ہو گئے۔ جناب عالی کے جلد سے جلد پہنچنے کی خبر سُن کر منافقین کی متحدہ جمعیت پریشان اور ان کے ارکان میں زلزلہ پڑ گیا ؂

خود بدیدان درجہاں بارے　　　کار ہر مرد و مرد ہر کارے

متفقی اور فسادی جو اس ناپاک سازش میں ایک دوسرے کے ہمنوا ہو رہے تھے آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ہم لوگوں کے جھوٹ کی سچ کی ہوئی پونجی جب کسوٹی پر کس کر کھلے گی اور ہماری بنائی ہوئی باتوں کا پردہ جب سچے خبر رسانوں کی گفتگو کی آندھی کی زد میں آکر پارہ پارہ ہو گا تو ہماری گٹھی ہوئی جمعیت پراگندہ اور دشمنی کا درخت جو جھوٹ کے سرچشمے سے پرورش پا کر بلند ہوا ہے سرنگوں ہو کر رہ جائے گا، اس لیے مصلحت یہی ہے کہ آمادگی سفر کا گھنٹہ بجا کر کامیاب لشکر میں

جاکر مل جائیں اور اسی لشکر کے ساتھ جدھر بھی وہ جائے اسی طرف روانہ ہوجائیں۔ سب نے یہ رائے پسند کی۔ ان لوگوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑ گیا۔ جو لوگ بعد میں روانہ کیے گئے تھے وہ بھی حرکت میں آگئے۔ اور خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ ثابت جنگ جو مادہ فساد بنا ہوا تھا، جب اس نے اپنی یقین کی کھلی آنکھوں سے جناب عالی کو دیکھ لیا، تو اگرچہ خدمت عالی میں انتہائی شرمندگی اور خجالت کے ساتھ حاضر ہوا لیکن پوشیدگی سے بغیر رخصت ہوئے شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ نواب شہامت جنگ اور بیگمات سے جاکر عرض کیا کہ نوراللہ بیگ خان نے مجھ پر تہمت لگاکر مزاج عالی کو میری طرف سے بدگمان کردیا ہے۔ ورنہ مجھ سے کوئی قصور یا تقصیر سرزد نہیں ہوئی ہے۔

جناب عالی فتنہ و فساد کو فرو کرکے باغیوں کی تنبیہ کے بعد پرگنہ جالیسر سے جب شہر کی طرف لوٹے تو نشاط باغ میں قیام کیا۔ نواب شہامت جنگ کی سفارش سے بظاہر ثابت جنگ کو معاف کردیا مگر اُن پر سے ان کا اعتماد جاتا رہا۔ علی اصغر کری اور فرید خاں افغان کو جو ثابت جنگ کے ہوا خواہوں میں تھے ان کو نکل جانے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے اپنے خیال کی لوح پر جس فساد کا نقشہ بنا رکھا تھا، اس کو حسرت و افسوس اور آہ و فغاں کے آنسو سے دھوکر جان سلامت بچالے جانے کو ہی ہزار غنیمت شمار کیا۔

ان لوگوں کے اخراج کے چند مہینوں کے بعد ۱۱۶۱ھ میں شمشیر خاں، سردار خان مراد شیر خان، اور بخشی بہلیہ کو کہ ان کی بدنیتی ظاہر ہوچکی تھی نوکری سے برطرف کردیا، اور ان کو ان کے وطن کی طرف رخصت کردیا، اس طرح فتنہ و فساد کی جو آگ ان کے خیالات فاسدہ کے گھاس پھونس اور ان کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے کہک رہی تھی۔ اللہ کی مہربانی سے بغیر اس کے کہ تلواریں نیام سے باہر ہوں بجھ گئی۔

نواب ہیبت جنگ کا قتل بیدین دشمن تاریک دل، ایمان کے نور سے بے نصیب یعنی شمشیر خان، اور سردار خان، جس زمانے میں کہ اپنے اپنے وطن پہنچے جو دربھنگہ محال میں تھا۔ نواب ہیبت جنگ جن کے غرور و پندار کا بخار دماغ کی بلندی تک پہنچا ہوا تھا، ان لوگوں کو لڑائی اور جنگ کے کام کے لائق آدمی سمجھ کر دوستی اور ملازمت کا پیغام بھیجدیا۔ جب جناب عالی کو اس بات کی خبر ملی۔ کئی کئی خطوط لکھے کہ ابھی ان کے سر اطاعت و فرمانبرداری کے لیے جھک نہیں سکتے ہیں۔ نوکر رکھنا اور ان کو بلانا بے فائدہ ہے۔ حاجی صاحب بھی اس بات کو منع کررہے تھے، لیکن یہ بات جو کہی گئی ہے کہ؎ رباعی

قضا شخصے است پنج انگشت دارد   چو خواہد از کسے کامے بر آرد

دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش　　یکے برلب نہد گوید کہ خاموش

ترجمہ: قضاوہ ہستی ہے جسکی پانچ انگلیاں ہیں۔ جب کسی سے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتی ہے تو دو انگلیاں اس کی آنکھوں پر رکھتی ہے۔ اور دو کان پر، ایک لب پر رکھ کر کہتی ہے کہ چپ رہ۔

بزرگوں کی رائے کے خلاف عمل کرکے، عسکر خان کو، جو دربار کے معتمد تھے، حالات اور خیالات کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اور ملاقات کے طالب ہوئے۔ اور نوکری کا پیغام بھیجدیا۔ ان دغابازوں نے سر پر قرآن رکھ کر قسمیں کھائیں، اور ایمان کو درمیان میں لاکر عہد و پیمان باندھا۔

نواب ہیبت جنگ ان لوگوں کی دوستی اور اتحاد سے فریفتہ ہوکر ان ملعونوں کے پہنچنے کے بعد پہلے خود کشتی پر تنہا سوار ہوکر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور تجدید عہد و پیمان کرکے دریا عبور کرنے کا حکم دے دیا۔

ان مفسدوں نے کفران نعمت کی نیت سے دس، بارہ ہزار پیادے اور سواروں کے ساتھ دریا پار کیا۔ اور بموجب حکم جعفر خان کے باغ میں مقیم ہوئے۔

نواب ثابت جنگ جو غائبانہ ہمیشہ شطرنجی چال چلا کرتے تھے اور دور از کار منصوبے بنایا کرتے تھے، اور خیالی گھوڑے دوڑایا کرتے تھے کہ ممکن ہے کسی تدبیر سے مقصد کی پری اپنا چہرہ دکھائے، کج اور الجھی ہوئی فرزین کی چال چلتے تاکہ اس شاہ کو جوان کے ضمیر میں پوشیدہ ہے کسی طرح مات دے سکیں۔ ان مردودوں کے پہنچنے کی خبر کو اپنے حصول مدعا کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ایک دستی خط پیادہ کے معرفت روانہ کیا، کہ پہلی ہی ملاقات میں ہاتھی کی فوج کے زور پر نواب ہیبت جنگ کو بند کر دینا چاہیئے اس کے بعد جناب عالی کی فکر آسان ہے۔

ان نمک حراموں نے یہ دیکھتے ہوئے کہ جس ملک کی آرزو تھی بے ایلچی اور بے جنگ و جدل کے قبضے میں آرہا ہے۔ نواب ہیبت جنگ جو معشوقہ حکومت کے رقیب تھے راہ سے ہٹانے کی فکر میں لگے۔

ملاقات کے روز جبکہ نواب ہیبت جنگ ان بدباطن منافقین کی طرف سے مطمئن اور بالکل غافل جمعیت خاطر کے ساتھ شاداں و فرحاں فارغ البال ان بدبختوں کی تسلی و تشفی کے لیے اجلاس کر رہے تھے۔ یہ اشقیا تین فوج ہوگئے، سردار خان اور بخشی بہلیہ، ایک دستے کے ساتھ قلعہ سے باہر ٹھہرے اور شمشیر خان ایک آراستہ فوج کے ساتھ قلعہ کے وسط میں رہے۔ اور مراد شیر خان دو ہزار سوار کے ساتھ

ملاقات کے لیے چہل ستون میں داخل ہوا، غیروں سے میدان کو خالی پاکر نواب ہیبت جنگ کی زندگی کی صبح کو موت کی شام میں تبدیل کر دیا اور اسی وقت یہ افغانی حاجی صاحب کی کھوج میں لگ گئے۔

وہ نوے سال کا بڈھا دنیا دیکھے ہوئے تھا، لیکن اس وقت چرخ کج رفتار کی دغا پیشگی سے غافل تھا، حیران و پریشان کہیں چھپ جانے کو ہزاروں مصیبتوں کے مقابل میں آسان سمجھ کر کہیں چھپ جانے کے لیے پیادہ بھاگ نکلنے کو غنیمت سمجھا۔ لیکن جو بات تقدیر میں لکھی ہوتی ہے اس کو ایک روز ظاہر ہونا ہی ہے ان ناپاکوں نے، آسمانِ بزرگی کے اس آفتاب کو مغرب کے گوشے سے نکال ہی لیا اور قید کر دیا، اور ذرا بھی شرم و حیا سے کام نہ لیا۔ اور اس قدر تنگ کیا کہ وہ عالی رتبہ پندرہ دنوں میں جان جان آفریں کو سپرد کر گیا۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔**

پھر تمام شہر کے باشندوں سے ان کے رکھے ہوئے مالوں کی طلب و جستجو اور وصولی میں ان کی عزت و آبرو کے درپے ہو گیا، جو لوگ اس کام پر مقرر کیے گئے تھے انھوں نے ظلم و تعدی کو اپنا دستور العمل بنا کر لوگوں کو تکلیف پہنچانے، ذلیل کرنے، اور حد سے زیادہ مطالبات کے درپے اس حد تک ہوئے کہ چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان کی فریاد کا شور کہکشاں سے بلند ستارہ عیوق تک پہنچ گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس پر آشوب زمانے میں ستارے اور سیارے سب ہی لرز رہے تھے، آسمان، چاند، سورج کی جوتیاں اتار کر حیرانی اور پریشانی کی وادی میں ننگے پاؤں پھر رہا تھا۔

اور جب افغانیوں نے اپنی قوم اور قبیلہ کو پیغام بھیجکر مدد کی خواہش ظاہر کی تو اطراف و جوانب سے تقریباً ایک لاکھ سوار جمع ہو گئے اور فساد و سرکشی کا جھنڈا بلند کیا، ان میں چند افراد تو ایسے جمع ہو گئے تھے کہ ان کی آگ برسانے والی تلوار (توپ) کے خوف سے فرشتے بھی **یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ** کی تسبیح پڑھتے تھے، اور حضرت یونس اس قوم کے خوف سے مچھلی کے پیٹ میں **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین** کی تلاوت کرتے تھے۔

جناب عالی کی عظیم آباد کی طرف لشکر کشی اور سرداران افاغنہ کا مارا جانا

زمانے کی نیرنگی، فلک کج رفتار کی گردش جو حادثات اور فتنوں کو جنم دیتی ہے۔ ۱۱۶۱ھ میں جناب عالی مرہٹوں کی تنبیہ اور گوشمالی کی طرف متوجہ ہوئے تھے، نواب ہیبت جنگ کے قتل، بھائی اور لڑکی کے قید ہونے کی خبر سنکر مصلحتاً شروع میں اپنی بے قراری اور بے چینی کا اظہار اپنے گریہ و زاری سے

کر رہے تھے۔

لشکر کے سرداروں نے حادثے کی اطلاع پاکر، اور جناب عالی کی پریشانیوں کو دیکھ کر، اس طرح عرض کرنے لگے کہ اس قسم کے حادثات اس عالم فانی میں بہت ہوتے رہتے ہیں۔ یہ وقت ان کی مدد کا ہے، نہ کہ رونے دھونے کا ہے۔

جناب عالی نے دوست دشمن کے دل کی حالت معلوم کرنے کے لیے کیوں کہ افغانی ادھر بھی تھے، اس لیے اس طرح کی بات بولنے لگے کہ ہیبت جنگ کے جیسا میرا بازو ٹوٹ گیا، سپاہیوں کی تنخواہیں بہت ہیں اور روپیہ خزانے میں موجود نہیں ہے، اور ایسا سخت ہنگامہ درپیش ہے۔ اس کا علاج مشکل ہی نظر آتا ہے۔

بس اتنی ہی سی بات سننے کے بعد چونکہ مخلوق ان سے خوش تھی، ہر بڑے چھوٹے نے عرض کیا۔ اس وقت جو کچھ ہم لوگوں کے بس اور طاقت میں ہے اس میں دریغ نہیں کریں گے۔ جان و مال کو نثار کرنے کے لیے ہم حاضر ہیں۔ اور ہر ایک سپاہ و رعیت میں جس سے جو ہو سکا ایک مقررہ رقم اپنے ذمہ لے لی۔ چنانچہ جگت سیٹھ صاحب جو اس علاقے کی بہت قیمتی شخصیت تھے اور ہر خاک پر گرے ہوئے کو دونوں ہاتھوں سے اٹھاتے تھے۔ ان کے اعتبار کا پایہ آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔ نوشیرواں ان کی شان کے مقابلے میں اس سے زیادہ نہ ہوتا کہ ان کے عدالت کے ترازو کی ڈنڈی گن گن کر تولتا۔ ساٹھ لاکھ روپے کی سند اپنے ہاتھ سے لکھ کر جناب عالی کے پاس لائے۔ اور یہ التماس کیا کہ سردست اسی قدر رقم کوٹھی میں موجود ہے۔

جناب عالی مسکرائے اور فرمایا کہ اتنے روپے اپنے پاس موجود ہیں۔ اور ابھی اتنے روپے کی ضرورت نہیں ہے۔ چونکہ عظیم آباد کو دشمنوں کے ہاتھ سے خالی کرالینا سب سے اہم معاملہ تھا۔ اس لیے مرہٹے کی مہم کو دوسرے وقت پر اُٹھا رکھا ہے، اور اپنی بے مثال اقبال مندی کے ساتھ اپنے گھوڑے کی لگام عظیم آباد کی طرف موڑ دی۔ چونکہ فاتحین کے لیے سپاہ و لشکر کے ساتھ مراعات و نوازش اور اُن کے احوال کی دریافت ان کا فریضہ ہے اس وجہ سے سپاہیوں کی تنخواہ کہ جن کی تعداد کا اندازہ عقل سے باہر تھا۔ شاہی خزانے سے نقد دلوا دی۔ اور ہاتھ میں ملک گیری و فتح مندی کا جھنڈا بلند کیا۔ لشکر کے جوان ان اشعار کے گانے میں مشغول ہوئے۔

بکوشیم در جنگ مردانہ وار — رگ جاں بکوشش کنیم استوار
دل و زور و زہرہ بکار آوریم — جہاں بر عدو تنگ و تار آوریم

ترجمہ: ہم جنگ میں مردانہ وار کوشش کریں گے۔ اور اس کوشش ہی سے اپنی رگ جان کو مضبوط بنائیں گے۔ دل، زور، کلیجہ سب ہی لگا دیں گے۔ دشمن کی دنیا اندھیری کر کے چھوڑیں گے۔

اسی زمانے میں مرزا داور قلی اپنے اس مستعار پیراہن کو جو عناصر اربعہ سے تیار کیا ہوا تھا، اس کے طلب کرنے والوں کے مطالبہ پر واپس کر دیا۔ اور ان کا قومی روح ان کے دل دانا کے ساتھ اس جہاں گزراں سے پرواز کر گیا۔ اس لیے بہادر علی خاں جوان کے فرزند رشید تھے، نہایت ذہین و ذکی، باریک بینی میں سب پر فائق، اور تمام ہمکاروں میں ان کو جناب عالی سے نزدیکی بھی بہت زیادہ تھی، توپ خانہ جنسی کی داروغگی پر سرفراز ہو کر نئے امتیازی لباس، اور نئے اعتباری خلعت سے ممتاز ہوئے۔

جیسے ہی فوجی علم ونشان نے عظیم آباد کی طرف چند منزل حرکت کی ہے کہ عالم ہوا کہ ؎

از اطراف دیگر بسے سروراں — رسیدند با لشکر بیکراں
بخدمت کمر چوں بدحش زباں — بربستند این و کشادند آں

ترجمہ: کہ دوسرے اطراف سے بہت سردار بے پناہ لشکر کے ساتھ پہنچے، خدمت کے لیے کمر بستہ ہوئے اور تعریف میں زبان کھولی۔

افغانی جو چار ماہ کی مہلت میں تقریباً دو لاکھ سوار و پیادے جمع کر چکے تھے، فوج مبارک و مسعود کے حرکت میں آنے کی خبر سن کر اُن میں زلزلہ پیدا ہو گیا، اور خوف و ہراس کی وجہ سے ان کے چہرے سے صبر و سکون کا رنگ اڑ گیا۔ باوجود اس کے کہ حبیب اللہ خاں نے یہ کہہ دیا تھا کہ تم لوگ اس بہادر مرد میدان کے حریف نہیں ہو اپنی فوج کی تعداد پر مغرور نہ ہو کر ہمارے پاس آدمی بہت ہیں۔ مگر ؎ :

"چو گوش ہوش نباشد چہ سود حسن مقال"

جب عقل کے کان ہی نہ ہوں تو اچھی بات کا کیا اثر ہو گا (افاغنہ مانے نہیں جنگ پر آمادہ رہے) حبیب اللہ خاں بھی اپنے نفع کی امید میں افغانیوں کے شریک کار ہو گئے۔

جناب عالی مرہٹوں کے فتنہ کی وجہ سے جو چلنے کی مہلت نہ دے رہے تھے۔ آہستہ آہستہ دریا کے کنارے آ رہے تھے۔ کہ اسی درمیان میں راجہ سندر کا خط پہنچا جس کا مضمون یہ تھا ؎

که گر چارهٔ آں نه سازی تو زود　　　برآرند از خاندان تو دود

ترجمہ : اگر آپ نے فوری اور جلد سے جلد کوئی تدبیر نہ کی تو آپ کے خاندان کو بھون ڈالیں گے۔

جب مونگیر میں آکر اپنے جاہ و جلال کے خیمے کو نصب کیا تو راجہ سندر جو پائے کے رئیس تھے پندرہ ہزار سوار و پیادہ کے ساتھ آکر ملے۔

اے خاک سُم مرکب تو افسر من　　　وے حلقہ بندگی تو افسر من

تا خاک کف پائے ترا بوسہ زدم　　　اقبال ہمی بوسہ زند بر سر من

جب جناب عالی کے ملک گیری کے ارادے کی خبر اطراف و اکناف میں پھیلی، قریب و بعید، نزدیک اور دور کے باشندوں کے کانوں میں پہنچی تو پورنیہ کے فوج دار نواب سیف خان احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے کہ کہیں اس طرف رخ نہ کر دے اور یہ سیلاب کہیں پورنیہ کے شہر اور قلعوں کو بہا نہ لے جائے۔ اور ہمارے شان و شوکت کے محل کو خراب نہ کر دے۔ شیخ دین محمد کو ایک بہتر فوج کے ساتھ کمک کے لیے بھیج دیا۔

جب جناب عالی کو یہ معلوم ہوا کہ افغانیوں کی ایک فوج اسی قرب و جوار میں بیٹھی ہوئی ہے۔ تو جناب عالی رات ہی کو روانہ ہو کر ان کی بے خبری میں ان کے سر پہ پہنچ گئے۔ اور وہ لوگ مقابلے کی تاب نہ لا کر فرار ہو گئے۔ شمشیر خان اور سردار خان کہ وہ بھی قریب ہی میں تھے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور رانی کی سرائے میں جو عظیم آباد سے دو منزل کی دوری پر ہے فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے۔ افاغنہ اس نالے سے جو اس سرزمین میں واقع ہے پار کر کے صف آرا ہو گئے۔ افغانیوں کے لشکر کی بھیڑ نے زمانے کی طوالت کے رشتے کو بھی تنگ کر رکھا تھا، آفتاب کی آنکھ سپاہ و لشکر کے ہجوم کی تاریکی سے سیاہ ہو چکی تھی۔

جناب عالی اپنے پورے دبدبے اور جاہ و جلال، کے ساتھ طبل جنگ بجاتے ہوئے جوش و خروش میں دریا کی موجوں کی طرح، اس قیامت خیز جنگ میں جہاں سے کسی کا نکلنا بھی مشکل تھا۔ فوج کو ترتیب دے کر جو بلند ہمتوں کی خصوصیت ہے لڑنے بھڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ نواب صولت جنگ کو ایک بہتر دستہ کے ساتھ اپنے بائیں ہاتھ پر اور ان کے ہراول میں، فقیر اللہ بیگ خان بخشی اور حیدر علی خاں داروغہ توپ خانہ دستی کو مقرر فرمایا۔ اور ان سب افواج کے بائیں ہاتھ کی طرف میر محمد جعفر خان بخشی اور راجہ سندر مقرر کیے گئے۔ اور اپنے ہراول میں رحم خاں اور دوست محمد خان اور عمر خان اور بہادر علی خان کو سرفرازی

بخشی ۔ اور تمام سامان واسباب کے پشت پر شیخ دین محمد اور شیخ جہاں یار مقرر ہوئے فوج کے داہنے بائیں دونوں طرف دریا حائل تھا۔ صبح سویرے جبکہ ابھی آفتاب بھی نہیں نکلنے پایا تھا کہ جنگ کی آگ توپ کے دھوئیں سے بھڑکنے لگی۔ قدم بقدم آہستگی سے بڑھتے رہے۔ اسی اثنا میں ایک لاکھ سواروں نے جو مرہٹہ قوم کے تھے گھیر لیا۔ اور قیام گاہ کو لوٹنے اور برباد کرنے میں مشغول ہوئے۔ لوگ جو جان کے خوف اور افغانیوں کے شمشیر سے ڈر رہے تھے اور پس پا ہو چکے تھے، خدائی مدد سے مقابلے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔

جناب عالی اللہ کی عنایتوں پر نازاں ہو کر، نقیر اللہ بیگ خان اور حیدر علی خان کو صدر الحق خان کی زبانی حکم بھیجا، کہ خود کو افغانیوں کے داہنے بازو کی طرف پہنچاؤ۔ نقیر اللہ بیگ خان نے دریا سے جدا ہونا مناسب نہ سمجھا، لیکن بہتر رائے رکھنے اور صحیح فہم رکھنے والے حیدر علی خاں نے مناسب جان کر توپ خانے کے ساتھ خود کو پہنچا دیا، اور اس طرح آگ برسانی شروع کی کہ ابر بہاری کی پیشانی پر بھی خجالت و شرمندگی کے نیل پڑ گئے۔

بہادر علی خان بھی اپنی اژدہا صفت توپوں سے اس طرح جنگ میں سرگرم ہوئے کہ حیرت کا دھواں افغانیوں کے دماغ سے بلند ہونے لگا۔ توپ کا ایک گولہ سردار خان کو لگا اور بے سر کر گیا۔ افغانی باوجود سردار خان کے مارے جانے کے۔ حیدر علی خان کے مقابلے میں آ گئے۔ اور جنگ کی آگ اپنے شمشیر و سناں سے بھڑکانے لگے۔ حیدر علی خان بجلی کی آگ کی طرح ان کے رگ و ریشے میں دوڑ رہے تھے۔ اتنی گرمی دکھائی کہ افغانی یکبارگی قدم جلوں کے مانند ٹھہرنے کی تاب نہ لا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے ۔ بیت:

نہ کردہ ہمہ جنگ بگریختند   از ایشاں دو با ہم نیا میختند

جناب عالی نے افغانیوں کے لشکر میں تزلزل کا اندازہ کرتے ہوئے عمر خان اور دوست محمد خان کو ہلہ بول دینے کا حکم دے دیا۔

مذکورہ بالا خان صاحبان مجاہدین کے ساتھ افغانیوں کے مقابلے کے لیے دوڑے اور صبر کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، جیسے ہی جرأت کا ہاتھ بہادری کی آستین سے نکالا ہے کہ افغانیوں کے رخساروں سے عجز و انکسار کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ افغانیوں کے لشکر فوج فوج کی شکل میں بھاگنے لگے۔ دوست محمد خان نے مراد شیر کے بے مغز سر کو بدن سے جدا کر دیا۔ اور مرزا حبیب بیگ خان

نے شمشیر خاں کے سر کو کاٹ کر اس سالار جنگ (جناب عالی) کے قدموں میں ڈال دیا۔

کامیاب فوج کے سپاہیوں میں بجز گرگ بخش نوہ اور شیخ جہان یار کے کسی کو جانی نقصان نہ پہنچا۔ بیت:

ترجمہ: نہ خاکے بخونِ کسی آغشتہ شد　　　نہ یک مور در زیر پا کشتہ شد

نہ مٹی کسی کے خون سے آلودہ ہوئی اور نہ ایک چیونٹی کسی کے قدم سے مری۔

مرہٹے افغانیوں کی زبردست و بے پناہ فوج کی شکست سے حیرت میں تھے۔ تلوار و نیزے کو حرکت دیے بغیر جو کچھ ان کو لوٹ میں مل گیا تھا اسی کو غنیمت سمجھکر بھاگ کھڑے ہوئے۔

جناب عالی بارگاہ خداوندی کے عطیہ، اپنی کھلی فتح پر سجدہ شکر بجالائے۔ اور ہیبت جنگ کے گھر کی خواتین اور چھوٹے چھوٹے بچے جو افغانیوں کی قید میں تھے ان سے ملاقات کی۔ اور دوسرے قیدیوں کو بھی جو افغانیوں کی قید میں تھے ان کو قید سے چھڑایا۔ وہ لوگ دعا دیتے ہوئے استقبال کو دوڑ پڑے۔ دوبارہ جناب عالی کی شوکت و حشمت کا آوازہ بلند ہوا، عوام و خواص کے دلوں کو قرار آیا۔ اور نئے سرے سے حکومت کا نظم و انتظام رونق پذیر ہوا۔

جناب عالی عظیم آباد میں داخل ہونے کے بعد، عام فاتحین کی روش کے خلاف افغانی سرداروں کے اہل و عیال کے ساتھ کسی نامناسب سلوک سے پیش نہ آئے بلکہ چند گاؤں ان سرداروں کے اہل و عیال اور ان کی بیواؤں کی مدد معاش میں عنایت فرمایا۔

جب نواب سراج الدولہ نے چاہا کہ شمشیر خان کی بیٹی کو اپنے حرم میں داخل کرلیں تو جناب عالی نے اس کو اپنی بیٹی کہہ کر معتبر آدمی کے ذریعہ اس کو اپنے وطن کی طرف رخصت کر دیا۔ نواب صولت جنگ جو صوبہ عظیم آباد کی نیابت کے خواہشمند تھے۔ ان کو نیابت نہ دے کر، یہ خلعت نیابت راجہ جانکی رام کو عنایت ہوا، اور سچی بات تو یہ ہے کہ راجہ جانکی رام اپنے لڑکے کے برخلاف، تدبر، بہادری، اور نمک حلالی میں، اس عہد میں، اس خاندان میں، اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

اسی زمانے میں سیف خان کے انتقال کی خبر گوش مبارک میں پہنچی، نواب صولت جنگ کو پورنیہ کی فوجداری پر سرفراز فرمایا۔

راجہ سندر کو جو اس محاربہ میں جان و دل سے جانفشانی میں شریک رہے، صاحب نوبت و

نشان بنا کر بڑی عزت افزائی فرمائی اور طرح طرح کی نوازشوں سے نوازا۔ اور دوسرے نئے قابل توجہ افراد جن کی تعداد تقریباً تین ہزار ہوگی اور ان میں سے اکثر موجود بھی نہیں تھے ان کے متعلق راقم الحروف کے والد مرحوم کو حکم ہوا، کہ سامانوں کو دیکھیں۔ سرداران اور افسران سپاہیوں کے پیش کرنے میں ہوشیاری سے کام لے رہے تھے، لیکن والد مرحوم مصلحت سے کام لے کر چشم پوشی کر رہے تھے اور ان کو گزرنے دے رہے تھے۔ جناب عالی کی ہمت کے لیے اس کی تشخیص اور وضاحت فرائض میں داخل تھی اس لیے ناصر علی خاں کو اس کام پر امانت دار مقرر کیا۔ چونکہ اس کام کا سرانجام دن رات کے روزنامچہ لکھنے والوں کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔ چہ جائکہ عظیم لشکر جو گنتی میں بارش کے قطروں اور سمندر کی موجوں کے مانند تھا ان کے سامانوں کا معائنہ مشکل اور ناممکن ہو رہا تھا۔ والد مرحوم نے غصے میں تھیلی، اور داغ دینے والا خنجر ناصر علی خاں کے گھر بھیج دیا۔

ناصر علی خان نے ہر چند سامانوں کے دیکھنے کی کوشش کی مگر کوئی متوجہ نہیں ہوا، بلکہ بہت سے سردار اس سے کبیدہ خاطر ہو گئے۔ چنانچہ شیخ جہاں یار ملازمت سے ہاتھ اٹھا کر وطن کے لیے رخصت لیکر روانہ ہو گئے۔ فقیر اللہ بیگ خان نو لاکھ روپے کا خسارہ قبول کر لیا۔ لیکن لوگوں کو سامان دینے کے لیے نہ بھیجا۔ اسی طرح عمر خان، رحم خان اور دوسروں کا حال ہوا۔ عبد العلی خان جن پر افغانیوں کے ساتھ اخلاص رکھنے کا الزام تھا، اور ثابت جنگ کے ساتھ سازش میں شریک تھے ان کو صوبہ عظیم آباد سے نکال دیا۔

صوبہ عظیم آباد کے انتظام اور لشکر و سپاہ کے ایک ایک فرد کو خوش کر کے، مظلوم کی دادرسی اور ظالم کی گوشمالی کے بعد فتحمندی اور کامیابی کے علم و نشان کے ساتھ باشان و شوکت جنت البلاد تشریف لے گئے۔

جس روز کہ فاتح لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا ہے۔ ہر قوم کے افراد اور تمام لوگ کیا شریف و کمتر، کیا بڑے کیا چھوٹے کیا صاحب رتبہ اور کیا عوام، گروہ گروہ خوش اور مسرور، اس مبارک، مظفر و منصور شاہی لشکر کی طرف جناب عالی کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ اس استقبال کے روز زمین اپنی اس بے پناہ پامالی کے باوجود خوشی اور فخر سے آسمان سے سر ملتی تھی۔ عالم بالا کے فرشتے اپنی آنکھیں لشکر منصور کے غبار راہ سے سرمگیں کر رہے تھے۔ گویے سازندے اپنے سازوں کو درست کر کے اپنی آواز کے شعلے اور ساز کے زیر و بم سے محفل نشاط میں گرمی پیدا کر رہے تھے۔ بوڑھے جواں بچوں اور شگوفہ کی طرح

ہاتھ اٹھائے ہوئے، اپنی زندگی کی ڈالیوں پر دوامی بقائے دولت کی دعا کر رہے تھے۔

جناب عالی نے ان لوگوں کو جو نوازش کے مستحق تھے خوب خوب نوازا لیکن کچھ لوگوں کو جن کو سزا، اور سیاست کے لائق سمجھا ان کو شہر بدر کیا۔ چنانچہ راقم الحروف کو کھورہ کھات (گھوڑا گھاٹ) کی فوجداری عنایت فرمائی۔ اور نواب ثابت جنگ کو شہر بدر ہو جانے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ نواب شہامت جنگ اور بیگمات نے بہت سفارش کی قبول نہ ہوئی۔

جب لوگوں نے چند دنوں کی مہلت چاہی کہ بی بی رابعہ جو ان کی اہلیہ محترمہ ہیں اور حاجی صاحب کی چوتھی بیٹی دونوں ہی حمل سے ہیں۔ وضع حمل کے بعد رخصت ہو جائیں گے تو حکم ہوا جلد سے جلد اس شہر سے نکل جاؤ ورنہ پیٹ پھاڑ کر بچے کو باہر کر دوں گا۔

ثابت جنگ مجبور ہو کر اپنے ناشائستہ کردار اور ناپسندیدہ حرکتوں کی وجہ سے بے اعتبار ہو کر، نقصان اور عتاب کے ڈر سے بنگالہ سے صوبہ اودھ کو روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچ کر تھوڑے ہی دنوں میں راجہ نیول رائے کے ساتھ افغانیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ افغانیوں نے ان کی مستورات اور مال و اسباب کے ساتھ، اپنے معتبر آدمی کے ہمراہ جناب عالی کی خدمت میں بھیجدیا۔ اس طرح اپنی نزدیکی کے خواہشمند تھے۔

جناب عالی کی نگاہ جیسے ہی ان لوگوں پر پڑی، حکم ہوا کہ اپنی بہن کے پہلو میں بیٹھو۔ یعنی نواب سراج الدولہ کی والدہ کے پہلو میں بیٹھیں۔ کیونکہ دونوں بہنیں افغانیوں کے ظلم کی وجہ سے ایک ہی مصیبت میں مبتلا ہو۔

نواب سراج الدولہ کا عظیم آباد کی طرف بھاگنا، بعض واقعات اور دوسرے سوانح

جن دنوں میں دولت و سعادت کے نشان و جھنڈے مرہٹوں کے فتنہ و فساد کے دور کرنے میں زمین کی زینت اور آسمان کا ستون بنے ہوئے تھے۔ مہدی نثار خان کی صحبت کی وجہ سے سراج الدولہ شراب نوشی کے مرتکب ہو رہے تھے اور تھوڑی ہی مدت میں انھوں نے خود کو بیچ کھایا۔ جناب عالی نے اس نامعقول بات کے معلوم کرنے کے بعد، مہدی نثار خان کو سراج الدولہ کے دربار میں جانے سے منع کر دیا۔

سراج الدولہ مہدی نثار خان کو ہمراہ لیکر، جناب عالی کے حکم کے بغیر جوانی کے غرور اور بچپنے کے مزاج کی وجہ سے عظیم آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔

جس روز کے نواب موصوف مرشد آباد سے روانہ ہوئے ہیں۔ صاف دل، صاحب عدل و داد جناب غلام حسین خاں عرض بیگی نے راجہ جانکی رام کو خط لکھا کہ سراج الدولہ مہدی نثار خان کے ساتھ بغیر حکم جناب عالی کے (عظیم آباد) چلے آرہے ہیں جس صورت سے بھی ممکن ہو ان کو قید کرلو۔

یہ خط سراج الدولہ کے پہنچنے کے دو گھنٹے پہلے راجہ جانکی رام کو ملا، ابھی انھوں نے قلعہ کے نگہبانوں کو حکم بھی نہیں دیا تھا کہ سراج الدولہ شہر میں داخل ہو گئے۔ راجہ جانکی رام نے اس خبر کے سنتے ہی جسونت ناگر کو مہدی نثار خاں کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا۔ شہر کے درمیان ہی میں مہدی نثار خاں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مہدی نثار خاں اور ان کے ساتھیوں کو بے دریغ تلوار کا نشانہ بناتے ہوئے سراج الدولہ تک پہنچ کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ حاجی صاحب کی حویلی میں لے گیا۔ اور مصطفیٰ قلی خاں کو ان کی دن رات کی خدمت کے لیے مقرر کیا۔ اور سخت تاکید کی کہ لمحہ بھر کے لیے بھی ان کی نظر سے غائب نہ ہو۔

جناب عالی انتہائی محبت کی وجہ سے، چونکہ نواب سراج الدولہ کی پرورش میں خود کوشاں رہے تھے جلد سے جلد عظیم آباد پہنچ گئے۔ اور اس لخت جگر کو جس کی پرورش جان و دل سے کی تھی۔ اپنے آغوش شفقت و مہربانی میں لیکر بہت نصیحت کی اور اپنی محبت بھری باتوں سے مسرور فرمایا۔ راجہ جانکی رام پر بے حد نوازش فرمائی۔ چونکہ کمر میں درد تھا۔ اس لیے کشتی کے ذریعہ مرشد آباد روانہ ہوئے۔

آپ کے لشکر مبارک کے پہنچنے کی وجہ سے دیدار کے پیاسوں کی امید کے چشمے سے امرت اُبل پڑا۔ اور بد قسمتوں کے لیے امید کا سورج چمکنے لگا۔

۱۱۶۲ھ میں اس سرزمین کی بلندی کا پایہ اپنی پستی اور افتادگی کے باوجود آسمان کی محراب تک پہنچ گیا تھا۔ اور زمین کی برتری کا جھنڈا اپنی بلندی میں کہکشاں تک پہنچا ہوا تھا۔ یعنی بادشاہ ذی شان نواب سراج الدولہ اپنا دولت خانہ منصور گنج میں بنوا رہے تھے کہ اس خوبصورت عمارت کے دیکھنے سے عقل دریائے حیرت میں غوطے کھاتی ہے کہ کیا آسمان زمین پر آگیا ہے یا زمین آسمان پر پہنچ گئی ہے۔ کیا وسیع حویلی تھی کہ براق فلک بھی اپنی برق رفتاری کے باوجود اس حویلی کے عرض و طول کی پیمائش میں لنگ تھا۔ حویلی کیا تھی مستقل ایک شہر تھا۔ اگر اس کی ابتدا و انتہا کی کوئی حد ہوتی تو اس کے سائے کو ہم سواد ہندستان کہتے لیکن جہالت کے ان چند برسوں میں عالم یہ ہے کہ :

رُباعی

آن قصر کہ بر چرخ ہمی زد پہلو | بر درگہ اُو شاہان نہاندندے رد
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ | بر نشستہ ہمی گفت کہ کوُ کوُ کوُ کوُ

ترجمہ: جو محل کہ اپنی سربلندی میں آسمان سے باتیں کیا کرتا تھا، جس کی بارگاہ میں بادشاہوں کی پیشانیاں جھکتی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے کنگرے پر فاختہ بیٹھی کہہ رہی ہے کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہاں ہیں وہ لوگ ؟

اور اب اس عالیشان مکان کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے۔ موجودہ حکام جن کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا بنیاد سے اکھاڑ کر زمین کے برابر کر چکے ہیں۔

۱۱۶۴ھ میں کہ مرہٹوں کے وکیل مصالحت کے لیے حاضر ہوئے لیکن حبیب اللہ خاں کے بھاری مطالبے کی وجہ سے معاملہ طے نہیں پا رہا تھا۔ جناب عالی نے مبلغ پچاس ہزار روپے فخر التجار کے معرفت حبیب اللہ خاں کو بھیج دیا۔ اور پیغام یہ دیا کہ یہ تمہاری حویلی سے برآمد ہوا ہے۔ حبیب اللہ خاں اس چال کو سمجھنے کے باوجود کہ اس میں کوئی فتنہ مضمر ہے روپے کی ہوس میں اس رقم کو رکھ لیا۔ اور کسی پر ظاہر نہیں کیا تاکہ مرہٹوں کے سرداروں سے چھپا کر خود اپنے مصرف میں لائے۔

مرہٹوں کے وکیلوں نے جب اپنی متعین کردہ رقم کا مطالبہ کیا تو جناب عالی نے حبیب اللہ خان کی بھیجی ہوئی رسید دکھلا دی۔ اور یہ بھی کہا کہ دوسری بقیہ رقم بھی جائے گی۔

مرہٹوں کو جو اس رقم کا پتہ چلا تو حبیب اللہ خاں کو بے ایمان خاین سمجھکر بغیر کسی گفتگو اور تحقیق کے مار ڈالا۔ کیونکہ وہ ان کی بدزبانی سے بھی عاجز تھے۔

جناب عالی کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ذلیل و خوار مرہٹوں کی بے دریغ تلواروں کی مار سے قتل ہو کر نوحہ خوانی کی منزل میں پہنچ گیا ہے۔ اور مرہٹوں کی جمعیت کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور ان میں کوئی خاص دم خم نہیں ہے تو سجدہ شکر بجا لاکر، بارہ لاکھ روپیہ سالانہ حاضر خدمت کی شرط پر مرہٹوں سے صلح کر لی اور صوبہ اڑیسہ سے دست بردار ہو گئے۔ زہے خوش نصیبی اور حبذا اقبال مندی کہ بغیر لڑے بھڑے اور سپاہ و لشکر، تیر و شمشیر کا استعمال کیے ہوئے کام بن گیا۔

جناب عالی کو جب ان بے دینوں، تاریک دلوں کی طرف سے سکون ملا، تو عمر خاں کو جو مطبخ کے

منتظم تھے نوکری سے برطرف کر کے وطن جانے کی رخصت عنایت فرمائی جس کے وہ خواہشمند بھی تھے۔

اور میر محمد جعفر خان کو بخشی گری کے عہدے سے معزول کر کے فایض علی خان کو اس منصب پر مقرر فرمایا۔ چند دنوں کے بعد ان کو بھی بدل کر خواجہ عبدالہادی خاں کو سرفراز فرمایا۔

اور ۱۱۶۵ھ میں نواب سراج الدولہ کی تربیت کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا۔ اور ملک و مال اس ناعاقبت اندیش کے ہاتھ میں دے دیا۔

اور میدنی پور کی فوجداری۔ جانفشانی کے مرتبے کو سمجھنے والے چارہ سازیوں کی گہرائیوں سے واقف، راجارام ہرکارہ۔ جو اپنے کام میں بے مثل تھے۔ ان کو عنایت فرمائی۔ وہ نواب سراج الدولہ کی زندگی بھر مرہٹوں کی ہر سرحد پر بیٹھ کر خبرداری کرتے تھے۔

اسی سال نواب شہامت جنگ، جناب عالی کی ضیافت طبع کے لیے موتی جھیل کے باغ میں جو انہیں نواب فرشتہ خصلت فلک سیرت جنّت آشیاں کا بنایا ہوا تھا، جشن چراغاں کا انتظام جیسا کہ ایک خیراندیش کو کرنا چاہیئے تھا۔ انتظام کیا تھا۔ چوں کہ جناب عالی کو اس تماشے سے کوئی رغبت نہیں تھی اس لیے نائب رب العالمین امیرالمومنین شیر خدا علی مرتضیٰ کا دسترخوان ترتیب دیا۔ اور فاتحہ کا حکم دیا۔

ٹھیک اسی وقت جبکہ جناب عالی اس بے مثال باغ کی طرف متوجہ تھے ایک ایسا شور جیسا کہ چمن کے پرندوں میں صبح کے وقت حرکت میں آنے سے ہوتا ہے۔ عام مخلوق کو نیند کی گہرائی سے بیدار کرتا ہے وہ اُبھار اور کھلاوٹ کہ بہار کے دنوں میں کلیوں کو پیدائشی سبز جامہ پہناتی ہے۔ زندہ دلوں کے دل کو پھول کی پتیوں کی طرح سینہ سے باہر نکالتی ہے۔ ہر طرف یہ شور برپا تھا۔ حسب عادت تمام بڑے چھوٹے کے ساتھ اس مبارک باغ میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور عصر کے وقت کہ چراغاں اور فاتحہ کے لیے مشغول ہو، چراغوں کی آنکھیں انسانی آنکھوں کی طرح روشن ہو گئیں۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں نئی روشنی پیدا ہو گئی۔

حسین قلی خاں جنکے ذمہ فاتحہ کے دسترخوان کا کل اہتمام تھا، دسترخوان کو پھول کی چنگیری کی طرح ہزاروں رنگ و بو سے آراستہ کیا تھا۔ جا بجا پھولوں کی کیاریاں قسم قسم کے پھول، الواع و اقسام کے کھانے اور مشروبات، مرصع شمعداں قرینے سے سجے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نفاست اور رنگینی کا دسترخوان زمانے کی آنکھوں نے ہرگز نہ دیکھا ہوگا۔ اور اس خوبی سے چراغ کبھی روشن نہ ہوئے ہوں گے۔

ٹھیک اسی جشن کے ہنگامے میں نواب شہامت جنگ، اور نواب حسین قلی خان، نواب

سراج الدولہ کو جناب عالی کی خدمت میں لائے، کیوں کہ اللہ یار خاں کے نقارے کو پھاڑ دینے کی وجہ سے ان سے پرسشش کی تھی اور اپنی خدمت میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے عفو تقصیر کی درخواست کی، جناب عالی نے بھی اُن کے عذر کو قبول کیا اور اس نونہال کو اپنے آغوش شفقت میں لیا۔ اور دوہری مسرت حاصل کی۔

اسی سال نواب صولت جنگ پورنیہ سے تشریف لاکر جناب عالی سے قدمبوس ہوئے۔ ہولی کے جشن کا سامان جو موتی جھیل کے باغ میں ترتیب دیا گیا تھا، اس نفیس جشن میں اپنے بھائی کو نواب شہامت جنگ نے شریک رکھا۔ واہ واہ موتی جھیل کا باغ بھی کیا تھا کہ اگر راقم الحروف کا قلم کوتاہ رقم اس کی تعریف میں چاہے تو ایک فصل لکھ ڈالے اور ان عمارتوں کی تعریف جو اس صاحب مرتبہ و جاہ کی بنائی ہوئی ہے۔ کیا مجال کہ پوری طرح بیان ہو سکے۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے، لیکن کچھ اس باغ جنت نشان کی رنگا رنگی لکھی جاتی ہے۔

وہ سدا بہار باغ تھا شیشے کی چہار دیوار (جھیل) سے گھرا ہوا۔ یا وہ گلشن ایک سفینہ تھا، جیسے حضرت نوح کی کشتی دریا میں لنگر انداز ہو یا بہشت کا کوئی ٹکڑا تھا۔ جس کو قدرت نے اپنے ہاتھ سے سنوار کر اس جھیل میں موزونی سے لاکر رکھ دیا ہو۔ اس کے باغوں کے قطعات، "جنات تجری من تحتہا الانہار" کی تصدیق کرتے تھے، اس کے میوے اپنی تعریف میں "وفاکہۃ مما یتخیرون" کے لائق تھے۔ بادشاہوں کے لیے عیش و عشرت کا گلشن اور فقیروں کے لیے دل پسند خلوت خانہ، خوش نما چمن اور دل کھینچ لینے والے چشمے بیان سے باہر، خوبصورت اور موزوں عمارتیں اتنی کہ شمار مشکل۔ ابیات:

بہر چشمہ منقار بط آبگیر — چو مقراض زریں بقطع حریر
بساط از گل و سبزہ گلشن شدہ — چراغ از گل و لالہ روشن شدہ

ترجمہ: ہر چشمے میں بطیں اپنی منقار پانی میں اس طرح ڈالے ہوئی تھیں، جیسے سنہری قینچی سے ریشم کے ٹکڑے تراشے جا رہے ہوں۔ ساری روش سبزہ و گل سے گلشن بنی ہوئی تھی، گلاب و لالہ کے پھول ہر جگہ کھلے ہوئے تھے۔

ہولی کے اس چند روزہ جشن میں تمام نہریں جو گنتی میں، دو سو حوض سے زیادہ ہی ہوں گی رنگ برنگ کے پانی سے بھری ہوئی تھیں، اور ہر طرف عبیر اور زعفران کے انبار آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پھیلے ہوئے

تھے۔ اور پانچ سو سے زیادہ پری چہرہ قیمتی لباس میں جواہرات سے سجی ہوئی، صبح وشام فوج کی فوج ہر گوشے سے نکلتی تھیں۔ ابیات:

شدہ جلوہ گر نازنیناں باغ　　رخ افروختہ ہر یکے چوں چراغ
شدہ مشکبو غنچہ در زیر پوست　　چو تعویذ مشکیں بہ بازوی دوست

ترجمہ: چراغ کی طرح چہرہ کو روشن کیے ہوئے باغ میں نازک اندام نازنین لڑکیاں جلوہ گر تھیں۔ خوشبودار شگوفے اپنے پوست سے اس طرح ابھر رہے تھے جیسے محبوب کے بازو پر تعویذ ہو۔

شمع اور چراغ کے شعلے اس جشن کو دیکھنے کے لیے سر اٹھا رہے تھے۔ در و دیوار اس جشن چراغاں کے دیکھنے کے لیے سراپا چشم ہو رہے تھے۔

اس جنت مثال محفل میں جس کسی کی باریابی ہوئی کیا بتاؤں کہ اس نے کیا دیکھا۔ ابیات:

چہ دید آنجا نگارے شوخ و طناز　　ہمہ غمزہ ہمہ عشوہ ہمہ ناز
خمار آلودہ چشم مست و بیمار　　در آوردہ بگردش جام سرشار
نگہ در صید مرغ دل چو شہباز　　برآوردہ ز مژگاں بال پرواز
درخشاں ساعدے چوں شعلہ طور　　کفے چوں پنجہ خورشید پرنور

ترجمہ: کیسی کیسی شوخ اور رمزوں میں بات کرنے والی سراپا عشوہ وغمزہ ناز دوشیزائیں دیکھیں جوانی خمار بھری مست آنکھوں سے سرشار جام گردش میں لا رہی تھیں۔ اُن کی آنکھیں مرغ دل کے شکار کرنے میں شہباز کے مانند تھیں پلکیں اپنے قوت پرواز کو ظاہر کر رہی تھیں۔ چمکتے ہوئے گورے گورے بازو جیسے طور کا شعلہ، ہتھیلیاں پنجۂ آفتاب کی طرح روشن۔

۱۱۶۶ھ کے بعض وقائع چونکہ حالات کی زندگی کی باگ قضا و قدر کے حکمراں کے ہاتھ میں ہے اور کوئی شخص وقت سے پہلے آئندہ حالات سے واقف نہیں ہوتا۔ چنانچہ نواب صولت جنگ، نواب شہامت جنگ کی دعوت پر، چوں کہ ان کی لڑکی کئی برسوں سے نواب سرفراز خاں کے صلبی بیٹے شکر اللہ خاں سے منسوب تھی جشن شادی کے تمام سامان و اسباب کے ساتھ پورنیہ سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ٹھیک اس روز جبکہ داماد کی سواری عروس کے گھر جا رہی تھی اور جس کو ہندوستان کی اصطلاح میں ساچق کا دن کہتے ہیں، مسرت بکھری ہوئی تھی مگر صحرا، ان تمام سامان تحائف، نقل، مصری، دیگر سامان عیش و عشرت کو دیکھ کر

طنزاً مسکرا رہا تھا۔

نواب سراج الدولہ کے حقیقی بھائی نواب اکرام الدولہ جن کو نواب شہامت جنگ نے اپنے خون جگر سے پالا تھا، چیچک کے عارضے میں ٹھیک اسی موقع پر انتقال کر گئے۔ محفل شادی بزم ماتم بن گئی فلک کج رفتار نے شادی کے گریبان کو اس طرح پارہ پارہ کر دیا کہ لاکھ روپے سے زیادہ کا سامان عوام کے ہاتھوں لٹ گیا۔

دولت، ہوش گوش والا رئیس نواب شہامت جنگ اب خاک پر پڑا ہوا ماتم کر رہا تھا۔ اور یہ صدمہ ان کو تمام عمر رہا، اکثر اوقات میں بہت حسرت و افسوس کے ساتھ یہ کہا کرتے تھے کہ چرخ کج رفتار کی گردش اور زمانے کے ستم سے میرے ماہ رو یوسف طلعت کو گرہن لگ گیا، اور میری راحت کا گلزار بادصرصر سے خزاں میں مبتلا ہو گیا۔ اب کس امید پر دل شگفتہ ہو سکے گا۔ اور کس خوشخبری سے آئینہ دل سے حزن و ملال کا زنگ دور ہو سکے گا۔ رباعی:

از آب الم سرشتہ آمد گل من وز آتش عشق حل نہ شد مشکل من
حاصل نہ شد از سعی مراد دل من مسکیں من و سعی ہائے بے حاصل من

الغرض جب نواب شہامت جنگ کی بے قراری کا طوفان آسمان تک پہنچا، اور گریہ وزاری کا سیلاب سطح زمین سے ثریا کی بلندی کو چھونے لگا، تو جناب عالی ہزاروں رنج و الم کے ساتھ ان کی دلداری کے لیے تشریف لائے۔ اور خاص و عام گریباں پھاڑتے ہوئے ان کی تسکین خاطر کے لیے ہر گوشے سے دوڑ پڑے اور نواب شہامت جنگ کے جوش مارتے ہوئے دریائے الم کی روک بنکر ایک مخلوق کو ہلاکت کے بھنور میں ڈوبنے سے نجات دلوائی۔ اور ہر بہادرانہ روش سے اس انصاف کی ترازو (شہامت جنگ) کو دونوں ہاتھوں سے خاک سے اٹھایا اور اس موتی (اکرام الدولہ مرحوم) کو موتی جھیل کے باغ میں جو تیس لاکھ روپے کے خرچ سے تیار ہوا تھا، وہیں دفن کیا۔ اس کے بعد نواب شہامت جنگ کبھی بھی اس باغ میں تشریف نہ لے گئے۔

اسی سال کے عجیب و غریب واقعات میں ایک یہ ہے کہ جناب عالی کو خبر ملی کہ کلنتر کی جھیل جو سمندر میں جا کر مل جاتی ہے۔ اس کے قریب ہرن اور چیتل وغیرہ شکاری جانور بہت جمع ہو گئے ہیں۔ شکار کے خیال سے کشتی کے ذریعہ روانہ ہوئے۔

ادھر نوارہ کے نگہبانوں نے شکاریوں کے دل کے سفینوں کو شکار کے پرآشوب دریا میں لنگرانداز کر دیا۔ توکل بخدا، جناب عالی کے اقبال کا بادبان لگا کر چلے۔ قریب دو ہزار کشتی انواع و اقسام کی (جن کے نام یہ ہیں) غراب، سلب، بجرہ، مَثوَہ، پتیلہ، الاکھ، جلبیہ، مورپنکھی کھردور، کوسہ، جلکر، بھولہ، پنسوئی، بلوار۔ سونے اور زری کے سازو سامان کے ساتھ تھیں۔

جناب عالی نواب سراج الدولہ کے ساتھ نہایت استقلال سے تفریح کرتے ہوئے خوش خوش جا رہے تھے کہ دیکھنے والوں کو دیکھ کر خوشی اور مسرت حاصل ہوتی تھی۔ چند منزل تک یہی ہنگامہ بلند رہا۔

ایک روز شکار کے درمیان ہی جناب عالی کی کشتی کی طرف جو سفینہ نوح کی طرح دریا میں لنگرانداز تھی، چند خارجی ایک ناپسندیدہ حرکت کے مرتکب ہوئے اور کئی بندوقیں جناب عالی پر خالی کر دیں، لیکن جب یہ عظیم واقعہ بخیر و خوبی گزر گیا، اور کوئی گزند انکو نہ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکت نواب سراج الدولہ کے حکم و اشارہ سے ان جاہل نافہموں سے سرزد ہوئی تھی۔

جناب عالی نے فرمایا میری یہ تمام کوششیں اسی کے لیے ہیں۔ اور وہ جب میری قدر نہیں کرتا، اور میری زندگی کو غنیمت نہیں شمار کرتا تو اس سے بہتر کیا ہو گا کہ یہ جلدی اپنے مراد کو پہنچ جائیں اور مجھ کو زمانے کی کشمکش سے نجات دلوائیں۔ چونکہ سراج الدولہ سے غیر معمولی محبت رکھتے تھے اس لیے اس بات کو کبھی زبان پر نہ لائے۔ اور حکیم کے قول پر عمل کیا:

ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست	شیر مرد زمانہ دانی کیست
آنکہ با دوستاں تو اند ساخت	وآنکہ با دشمناں تو اند زیست

اسی سال راجا جانکی رام صوبہ عظیم آباد کے نائب، قلعہ بدن کی قید سے عاجز آ گئے۔ موت کے لشکر نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور انتقال کر گئے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں حکومت کا نظم و انتظام اپنے پیشکار راجہ رام نرائن کے سپرد کر دیا تھا۔ اور اس مضمون کا عریضہ بھی خدمت عالی میں بھیجا تھا کہ چونکہ میرے لڑکے میری طرح اس منصب کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں اس لیے یہ کام میں نے راجہ رام نرائن کے سپرد کر دیا ہے۔ جناب عالی نے بھی اس کو پسند کیا اور ان کو اس منصب نیابت پر مقرر کر دیا۔

۱۱۶۷ھ کے واقعات | چونکہ جناب عالی نواب حسین قلی خاں سے مطمئن نہ تھے، والد مرحوم اور میر محمد جعفر خاں کے حساب فہمی کا کاغذان کے حوالہ کیا۔ اس خیال سے کہ سپاہ کے ہنگامے اور سخت گیری سے

کوئی نہ کوئی اذیت پہنچ ہی جائے (جو تنبیہ کے لیے کافی ہوگی" لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی) لیکن حسین قلی خان
کران کے دل میں نہ کوئی عناد تھا، اور نہ فساد کا ارادہ تھا، اس لیے والد مرحوم کے پیشکار میر محمد جعفر سے سمجھ کر تین
لاکھ روپے میر محمد جعفر خاں پر واجب الادا قرار دیئے۔ اور جب اس کے بعد بھی جناب عالی نے اس طرف توجہ
نہ دی تو میر محمد جعفر خان کے اکھاڑ پھینکنے کی فکر میں ہوئے، اور ان کے رسالے کے تمام لوگوں کو حکم دیدیا کہ اپنی تنخواہ
کی بقیہ رقم سمجھکر ان سے لے لیں۔ لوگوں نے ان پر کام مشکل کر دیا، اور جان کی نوبت آگئی۔ لیکن تقدیر الٰہی میں تو
یہی لکھا تھا کہ یہ امارت کے مرتبہ کو پہنچیں گے۔ نواب شہامت جنگ نے سپاہیوں کے ہاتھ سے ان کا تباہ حال
دیکھ کر اس رقم کی وصولی اپنے ذمہ لے کر ان کی جان بخشی کرا دی۔

لیکن جناب عالی نے اس بات کو دل سے پسند نہیں کیا اور فرمایا ؎

زمین شورہ سنبل بر نیارد　　　　درو تخم عمل ضایع مگرداں

نکوئی بابداں کردن چناں است　　　　کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

لیکن بدنامی کے خیال سے قبول کرلیا، اور فرمایا ع:

"دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

ترجمہ: جب اللہ مہربان ہے تو دشمن کیا کرسکتا ہے۔

اُس رقم کی وصولی کے لیے جو کاغذی تحقیقات سے رسال سنگھ اور جنگ بہادر پر واجب الادا
تھی اور یہ دونوں رسالہ دار، کلنتر کی جھیل کے ہنگامے میں فتنہ و فساد کا ذریعہ بھی بنے تھے، اِن دونوں کو
دیوان خانہ میں مقید کر دیا۔ جب تمام دن ان رسالہ داروں پر اسی طرح گزر گیا تو شام کے وقت رسال سنگھ
کو روبرو طلب کرکے فرمایا کہ تم لوگوں نے کس ہنگامے سے اپنی رقم وصول کی اور اب سرکاری واجب الادا رقم
کی ادائیگی میں کیوں رُکے ہوئے ہو؟

اس عزیز کی موت آچکی تھی۔ بغیر کسی لحاظ خیال کے غصے میں آکر بول اُٹھا کہ "جو کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر
جناب عالی کی خدمت میں جانفشانی کی ہے اس کا بدلہ خدا سے چاہتے ہیں۔ اور جو کچھ جناب عالی ہمارے ساتھ
کر رہے ہیں وہ بھی خدا سے دیکھ لیں گے۔"

یہ کلمہ مزاج گرامی پر انتہائی گراں گزرا، انتہائی غصے میں قتل کرنے کے ارادے سے خود مسند سے
اٹھے، میر جعفر علی جو چوکی کے خاص جوانوں میں تھا، جب یہ حال دیکھا، تو رسال سنگھ کو بغل میں سختی سے بھینچ کر

دونوں ہاتھ گریبان میں ڈال کر گردن سے پکڑکر۔ چبوترے سے زمین پر پٹک دیا۔ اور چوکی کے برق اندازنے جو روبرو کھڑا تھا، ان پر بندوق خالی کردی کہ دونوں بندوق کی ایک ہی گولی سے جان جان آفریں کو سپرد کر گئے۔ جناب عالی نے باقی رقم جنگ بہادر سے وصول کر کے اس کو قید سے آزاد کیا۔

دوسری بات جو اس سال میں ہوئی وہ یہ ہے کہ میر عباس علی نام کا ایک جوان جو میر محمد جعفر خاں کے قرابت مندوں میں تھا حسین قلی خاں کے نوکروں میں سے کسی نوکر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

جناب عالی نے اسی تصور میں کہ شاید ان میں سے کوئی ایک مارا جائے۔ میر محمد جعفر خان کو ترغیب دی کہ حملہ کردو۔ لیکن جب ان کی ہمت نہ پڑی اور یہ مقابلہ پر نہ آئے، تو میر عباس علی خاں کے قاتل کو اپنے حضور میں بلوا کر میر عباس علی کے دوستوں کے حوالہ کیا کہ اس کو قتل کردیں۔

نیز اسی سال ایک لغو حرکت یہ ہوئی جو راز کے کھل جانے کا ذریعہ بن گئی۔ اور اس کا تعلق سراج الدولہ کے ساتھ تھا۔ وہ یہ ہے کہ سراج الدولہ نے برخوردار بیگ نامی ایک شخص کو مقرر کیا کہ جشن نوروز کے موقع پر نواب حسین قلی خاں کی شمع زندگی کو گل کردے۔ وہ بے وقوف ٹھیک اس وقت کہ مجلس گرم تھی۔ عمال، اہل کار، زمیندار، مہاجن سب ہی جمع تھے۔ جناب عالی سے ڈرتے ہوئے پوچھا، اگر حکم ہو تو دریا پار کروں؟ جناب عالی اس بات کو سنی ان سنی کر کے، نذورات کے لینے میں جس طرح مشغول تھے مشغول رہے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اس بیوقوف نے سمجھا کہ جناب عالی نے بھی اجازت دے دی، کیونکہ مشہور ہے "الخموشی نیم رضا"۔ لیکن اس احمق نے دوسری مرتبہ بھی جب اسی سوال کو دہرایا، تو جناب عالی راز کے ظاہر ہونے اور جو کام زیر ملاحظہ ہے اس کے مکمل رہ جانے کے اندیشے سے، برخوردار بیگ کو بڑی زہریلی نگاہ سے دیکھا اور مجلس سے نکال دیا۔ اپنی چرب زبانی، اور فصیح البیانی سے چند کلمے ایسے کہے کہ ہر ایک نے اس حرکت کا گمان اپنی طرف کیا اور تحقیق و تمیز نہیں ہو سکی کہ اصل اشارہ کس کی طرف ہے۔

جگت سیٹھ وغیرہ یہ گمان کر کے کہ یہ اشارہ ہماری ہی طرف ہے مجلس سے اٹھ جانے کا ارادہ کیا۔ جناب عالی نے بڑی تیزی سے فرمایا کہ صاحبو! بیٹھ جاؤ میں ابھی زندہ ہوں۔ اور عام لوگوں کی موجودگی میں جو کچھ نہ کہنا چاہئیے تھا وہ سب کچھ سراج الدولہ کو کہا۔ نواب شہامت جنگ جو چند دنوں سے خفگی کی وجہ سے دربار میں نہیں آرہے تھے ان کو بلا کر، نواب سراج الدولہ کو بچہ، نادان، بے عقل بلکہ دیوانہ تک کہا۔ اس طرح اس فرشتہ صفت نواب شہامت جنگ کو راضی کر لیا۔ لیکن اس روز سے جگت سیٹھ وغیرہ نے یہ دستور بنالیا کہ دونوں

بھائی ایک ساتھ دربار میں نہیں آتے ہیں۔

۱۱۶۸ھ کے واقعات ۱۱۶۸ھ کا عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ نوروز کے روز نواب سراج الدولہ جناب عالی سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ بہلیوں کے دو آدمی نواب شہامت جنگ کے امام باڑے کے دروازے سے نکل کر ان پر بندوق کی گولیاں خالی کر دیں۔ اِن گولیوں سے پالکی کا غلاف پارہ پارہ ہو گیا مگر اللہ کی عنایت سے کوئی تکلیف یا زخم ان کو نہ لگا۔ اللہ نے اپنی حفاظت میں رکھا اور خود وہ بہلیہ سواری کے ہمراہ لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو کر کچھ اس وضع سے خود کو چھپا لیا کہ اپنے پرائے کی تمیز نہ ہو سکی۔

اور جب چند آدمیوں کو محض گمان پر پکڑ کر قید کیا، تحقیق کی اور کسی نے بھی اس بات کا اقرار نہ کیا، تو ہزاروں افراد، ان بدبختوں کو برادری کی بنیاد پر چھٹکارہ دلوانے کے خیال سے، اپنی تنخواہوں کی بات چھیڑ کر سراج الدولہ کا محاصرہ کر لیا۔ کیونکہ وہ اس زمانے میں توپ خانے کے داروغہ تھے۔ ان کے کوٹھے اور دیواروں پر چڑھ کر ان کا آگ پانی بند کر دیا۔

جناب عالی تین دنوں کے بعد نواب سراج الدولہ کے مکان پر تشریف لے جا کر ان قیدیوں کو آزاد کر کے فتنہ کو فرو کر دیا۔

اس ہنگامے کے متعلق بھی ان کا خیال و گمان حسین قلی خاں ہی کی طرف ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ موقع وقت کی تاک میں لگ گئے اور زبان حال سے یہ کہتے تھے۔ ابیات:

ازاں کز تو ترسد تبرس اے حکیم — اگر با تو او صد برآئی بجنگ
نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود — بر آرد بچنگال چشم پلنگ
از آں مار بر پائے راعی زند — کہ ترسد سرش را بکوبد بہ سنگ

ترجمہ: جو شخص تجھ سے ڈرتا ہے اس سے تو بھی ڈرا اے عقلمند اگرچہ سو مرتبہ بھی جنگ میں اس کو پچھاڑ چکے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب بلی عاجز آ جاتی ہے تو اپنے چنگل سے چیتے کی آنکھ نکال لیتی ہے۔ سانپ اس لیے چرواہے کے پاؤں میں ڈستا ہے کیوں کہ ڈرتا ہے کہ پتھر سے میرے سر کو کچل دے گا۔

حسین قلی خان کے بھتیجہ احسن الدین خاں قلعہ دار جہانگیر نگر کا قتل حکام و بادشاہوں کے خیراندیشوں سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ جناب عالی نے سراج الدولہ کی پیدائش کے روز سے ان کو اپنی محبت کی آغوش میں جگہ دی تھی، اور کسی وقت بھی خود کو اُن سے اور ان کو خود سے جدا نہ کیا

تھا، تمام ملکی اور مالی تدبیریں اور سوجھ بوجھ، جملہ پسندیدہ طور طریقے جو حکام اور بادشاہوں کے لیے مخلوق کی نسبت سے ضروری ہیں کیوں کہ یہ اللہ کی امانت ہیں ہر ایک کی تعلیم دی تھی۔ اور ان کے کل معاملات و امور میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس حد تک کہ ہر مشکل جو اس ناقدرے، دولت و جوانی سے مغرور سے سرزد ہوتے تھے۔ اس کو نظر انداز کرتے جیسا کہ کلنتر کی جھیل میں ایک واقعہ گزر چکا ہے۔ اور ہر کانٹا کر اس گل بے خار کی راہ میں تصور میں بھی آتا وہ اس کو اپنے پلکوں کے سوزن سے صاف کر دینا ضروری سمجھتے تھے حق یہ ہے کہ ان کو یہ محبت و الہیت کی حد تک ایسی تھی جو عام محبت سے الگ تھی، جو عموماً لوگوں کو ہوا کرتی ہے ایک لمحہ بھی ان کی یاد کے بغیر چین نہ تھا، مگر کیا فائدہ عقلمندوں کا مقولہ ہے قطعہ :

بگویند از سر بازیچہ حرفے   کز آں پندے بگیرد صاحب ہوش
وگر صد باب حکمت پیش ناداں   بخوانند آیدش بازیچہ در گوش

ترجمہ : ایک بات کھیل میں کہی جاتی ہے عقلمند اس سے کوئی نصیحت حاصل کر لیتا ہے، لیکن کسی نادان کے سامنے حکمت کے سو باب بھی پڑھے جائیں تو اس کو کھیل تماشا ہی معلوم ہو گا۔

مختصر یہ ہے کہ جناب عالی کے دل پر حسین قلی خان کی کبیدگی و کشیدگی واضح ہو گئی، اور بے سبب ملازمین کے ہنگامے کی وجہ سے یہ گمان یقین میں تبدیل ہو گیا۔ اور ہر نزدیک اور دور والوں کے کان تک یہ بات پہنچ گئی۔ انھیں دنوں میں آقا باقر کے بیٹے محمد صادق جو جہانگیر نگر کے بہترین عامل تھے۔ تین لاکھ روپے سرکاری بقایا کے لیے حسین قلی خان کئی مہینوں سے ان کو قید کیے ہوئے تھے۔ جناب عالی کے اشارے سے یا اپنی بدباطنی سے قید سے نکل بھاگے اور دریا کی راہ سے دو روز میں خود کو جہانگیر نگر پہنچا دیا۔ اور اپنے باپ سے ملنے کے ساتھ ہی کہ وہ شخص باعتبار صورت انسان اور طینت کے اعتبار سے درندہ اور چوپائے سے کم نہ تھا مشورہ کر کے چند نئے پرانے دوستوں کے ساتھ احسن الدین خاں قلعہ دار کے قتل کرنے پر تیار ہو گیا، خان مذکور ان دنوں جنوں کا مرض ہو جانے کی وجہ سے اپنی خبر بھی نہیں رکھتے تھے، بالکل سرشار اور بے عقل ہو رہے تھے۔ نیز اس روز قلعہ کی پہرہ داری بھی عرب علی خاں اور ان کے بیٹے میر مکھو کے ہاتھوں میں تھی۔ ان لوگوں نے محمد صادق کی دوستی اور اتحاد کی بنا پر قلعہ کا دروازہ اس بدبخت کے لیے کھول دیا۔ وہ بے غیرت سرکش بغیر نیزے اور تلوار کو حرکت میں لائے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گیا، وہ اپنے سے بے خبر مجنوں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا، کھینچ کر پٹک دیا۔ اور پھر قلعہ کے دروازے کو بند کر کے، نزدیک اور دور کے تمام لوگوں کے کان میں یہ بات پہنچائی کہ

یہ حرکت سراج الدولہ کے حکم سے مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔

دو دنوں کے بعد شہر کے لوگ ملاقات کے لیے آئے تو تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ اس بدترین امر کا ارتکاب خود اس بد باطن ظالم نے اپنی بدباطنی سے کیا ہے۔

ملازمین اور عمال کی ایک جماعت نے فتنہ و فساد کو دور کرنے کے خیال سے قلعہ کو ہر طرف سے گھیر لیا، اور گمراہوں کے اس گروہ نے قلعہ کے محاصرہ کو دیکھ کر، قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، امن و سکون کو ختم کر کے لڑنے بھڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مدافعت اور روک کے لیے جنگ کے تمام آلات تیر، بندوق وغیرہ کو کام میں لائے۔ ایک پہر کی تلاش کے بعد آقا باقر اور ان کے بیٹے مرزا مار بندوق کی گولی سے گرے۔ محمد صادق فقیروں کا بہروپ بھر کر ایک گوشے سے نکلا اور فرار ہو کر بدقسمتی کی وادی میں چکر کھانے لگا۔

جب اللہ کی عنایت سے فتح و نصرت کی ہوا، اہل شہر کے پرچم کو لہرانے لگی، آقا باقر کے سر کو کاٹ کر نواب حسین قلی خان کی خدمت میں بھیجدیا۔ جب وہ سر جناب عالی کی نگاہ کے سامنے لایا گیا تو اس سر کی طرف اشارہ کر کے زبان حال سے یہ شعر پڑھنے لگے ؎

اے کشتہ کرا کشتی کامروز تراکشتند   فردا بکشند اُورا کامروز تراکشتہ است

نواب حسین قلی خاں جو بھتیجے کے مارے جانے کی خبر سن کر ہوش و حواس کھوئے ہوئے تھے۔ اور بہت زیادہ رو دھو رہے تھے۔ جب یہ بات دیکھی کہ بجز، خود جا کر ان بدبختوں کی تنبیہ کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ بنگال کے تمام شرفا اور وضعدار باشندے خصوصاً نواب شہامت جنگ کے ملازمین ان کے حسن اخلاق کی وجہ سے جو حکمرانوں کے لیے بہت ضروری ہے، سب کے سب ان کی ہمراہی کے لیے تیار ہو گئے۔ جناب عالی کے بعض ملازمین بھی شرکت کا ارادہ رکھتے تھے کہ آقا باقر کے مارے جانے کی خبر جس طرح کے مذکور ہوا ہے ان کے کان میں پہنچی، شرکت کا خیال چھوڑ دیا۔

جناب عالی کہ خود ہی ایک پرانے اور دنیا چھانے ہوئے انسان تھے زمانے کے اس قسم کے کھیل جیسا کہ چاہیئے اور جس قسم کا بھی ہو اسکے آئینہ خیال سے پوشیدہ نہ تھا۔ ایک مدت سے اس فکر میں تھے کہ کسی طرح حسین قلی خاں کو زک پہنچائی جائے، مکر و غدر موقع ملتے ہی زنان خانہ کی پردہ نشیں یعنی ان کی عزیزہ جو نواب شہامت جنگ سے بیاہی ہوئی تھیں، اُن سے جا کر بطور طعن کہنے لگے، کہ اگر تمہارے آدمی حسین قلی خاں کے ساتھ چلے جائیں اور سراج الدولہ کوئی ایسا سلوک، جو تمہاری طبیعت کو ناپسند ہو کر بیٹھیں تو تم کیا کرو گے۔ اور اس وقت

تمہارے ملازمین کی یہ بدترین آزار رساں حرکت۔ اس سے تو یہی معلوم ہوا کہ تمہارے ملازمین تمہارے بہی خواہ نہیں ہیں۔ میرے بعد کہ اب میری زندگی کے آخری دن ہیں کس طرح زندگی بسر کروگے۔ اور وہ کیا کریں گے تمہارے ساتھ۔

ان لوگوں نے نواب شہامت جنگ سے یہ ساری کہانی بے کم وکاست کہہ سنائی اور اس طرح ان کا مزاج حسین قلی خان کی طرف سے پھیر دیا، اچانک نواب شہامت جنگ نے اپنے لوگوں کو سختی اور غصے کے ساتھ حسین قلی خان کے گھر جانے سے روک دیا۔ اور جناب عالی کے اشارے سے شیر یزداں خاں بخشی کو جو حسین قلی خاں کے قرابتمند تھے، ان کو بدل کر جمال الدین علی خان کو اس خدمت پر مقرر کیا۔ اور اسی بنیاد پر دارد غۂ توپ خانہ معزول کیے گئے اور ان کی جگہ خادم حسن خان قابل اعتبار قرار پائے۔

نواب حسین قلی خاں کے قرابتمندوں میں، اکثر وبیشتر افراد عہدوں اور ملازمت سے برطرف کیے گئے اور ان کی جگہ دوسرے مقرر کیے گئے۔

حسین قلی خان جو ہمیشہ جناب عالی کے لیے بقائے ودوام دولت کا وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ اب تمام وقت عبادت الٰہی میں گزارنے کو ہی اپنی کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہوئے۔ بالکل گھر میں بیٹھ گئے۔ اس زمانے میں سوائے حیدر علی خاں کے، جو اُن کے بھائی تھے اور کسی سے موانست نہیں رکھتے تھے۔ بس تقدیر الٰہی پر صابر وشاکر تھے۔

جناب عالی نے ازراہ دور اندیشی اپنے دل کی بات سے نواب شہامت جنگ کو مطلع کر دیا، اور یہ کہا، کہ اگرچہ سراج الدولہ میں اس بارگراں کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے، ناحق لوگوں کو اپنی زبان سے رنجیدہ کرتا ہے اور تکلیف ونقصان پہنچاتا ہے۔ میرے بعد اس تمام دولت کو چند دنوں میں برباد کر کے خود مفسد اور فتنہ پرور لوگوں کے ہاتھ میں دیدے گا۔ لیکن اس کے سوا، میرا اور تمہارا کوئی وارث بھی نہیں ہے بظاہر ایسا شخص جو اس کے کام میں خلل انداز ہو، حسین قلی خاں کہ ایک دانشمند شخص ہیں کوئی نظر نہیں آتا، ان کو چھوڑ دینے میں میں مصلحت نہیں سمجھتا ہوں۔ اگرچہ یہ خیال کچھ بہت زیادہ قابل اعتبار نہیں ہے لیکن راستے سے ہٹا دینا بھی اپنی مجبوری ہے۔

نواب شہامت جنگ کی رضا حاصل کرلینے کے بعد سراج الدولہ کو جو حسین قلی خان کے خون کا پیاسا تھا ہی ان کے قتل کر دینے کا حکم دیدیا۔ اور خود ان چند آدمیوں کو جن کے متعلق حسین قلی خان کی دوستی کا

گمان اور مزاحمت کا اندیشہ تھا، ان کو اپنے ساتھ لے کر شکار کے بہانے سے شہر سے باہر نکل گئے۔

نواب سراج الدولہ اسی روز شام کے ابتدائی حصہ میں اپنے چچا کے گھر جاکر دوبارہ رضامندی معلوم کر کے واپسی میں نواب حسین قلی خان کے دروازے پر ٹھہرے، ہمراہ ملازمین حکم کے بموجب نواب موصوف کے گھر میں داخل ہوکر حیدر علی خان کو دیوان خانے سے اور نواب حسین قلی خان کو نواب شہامت جنگ کے عرض بیگی، حاجی مہدی کے گھر سے قید کر کے سراج الدولہ کے سامنے لائے۔ اور اس وقت حیدر علی خان اپنی ذاتی بہادری کے بل بوتے پر فحش کلامی سے پیش آئے اور تمام خدمتیں اور جانفشانیاں جوان کی رفاقت میں برداشت کی تھیں ان کو یاد دلائیں۔ نواب حسین قلی خاں بہت غور سے کارخانہ الٰہی کی طرف دیکھ رہے تھے، اور کسی دوسری طرف ان کی نگاہ نہیں تھی قضائے الٰہی پر راضی ہوکر آخری دم تک یاد الٰہی میں مصروف تھے۔ سراج الدولہ نے ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا، اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ حکم کی دیر تھی کہ اسی وقت دونوں بے گناہ ملک عدم کو روانہ کر دیئے گئے۔ ان کی خدمتوں اور عنایتوں کے بدلے میں بہشت بریں عطا کی گئی۔ اور بہت جلد بہشت عدن میں پہنچا دیے گئے۔

راقم الحروف کا یہ عقیدہ ہے کہ اسی تاریخ سے جبکہ حسین قلی خان کی زندگی کی صبح، موت کی شام میں تبدیل کی گئی۔ جناب عالی کی دولت واقبال کا ستارہ بلندی سے پستی، اور عروج سے زوال کی طرف مائل ہوگیا۔

قطعہ:

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت — تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت

پنداشت ستمگر کہ جفا برما کرد — در گردن او بماند و ازما بگذشت

ترجمہ: ان کے بقا کا زمانہ جنگل کی ہوا کی طرح گزر گیا، خوشی، غمی، خوبی، خرابی سب گزر گئی، ستم گرنے یہ سمجھا کہ اس نے مجھ کو ستایا، وہ ظلم اسی کی گردن میں لپٹ گیا، اور میرے سر سے دور ہوگیا۔

جب جناب عالی اس طرف سے مطمئن ہوگئے تو تقریباً تین سو آدمی کو کہ میر جعفر خان کے رسالے میں اب تک تھے برطرف کر دیا۔ اور خان مذکور کو اعتبار کی نظر سے گرا دیا۔ **قطعہ:**

دریں امید بسر شد دریغ عمر عزیز — کہ آنچہ در دلم است از درم فراز آید

امید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانکہ — امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید

القصہ جہانگیر نگر کی قلعہ داری پر جسارت خاں مقرر کیے گئے اور راجہ راج بلب دیوان کو آقا باقر کے مال کی ضبطی کے لیے روانہ کیا۔ ان کے گھر سے نقد رقم اور سامان ملا کر تقریباً کروڑ روپیہ سرکار میں پہنچا۔ اور اسی سال

فخر التجار نے اس دشمنی کی بنیاد پر جوان کو انگریزوں کے ساتھ تھی یہ تجویز رکھی کہ اگر انگریزوں کو نکال باہر کرنے کا ارادہ کریں تو تین کروڑ روپیہ کلکتہ سے سرکار کو ملے گا۔

جواب میں فرمایا کہ جنگ کی آگ کو بارہ سال میں ہزارہا ہزار مسلم اور کافر کا خون بہا کر بجھا چکے ہیں۔ تم چاہتے ہو کہ آگ کے دریا کو پھر طغیانی میں لاؤ اور ہندوستان کے بحر و بر کی آبرو کو بالکل جلا ڈالو ؛ بہت برا سمجھ کر کہا کہ بفرض اگر ہم غالب آگئے تو لوگوں کا طعن سنیں گے کہ اپنے ملک کے سوداگروں کو لوٹتے ہیں اور خدانخواستہ اس کے برخلاف ہوا، تو اپنے ملک کی رعایا سے ذلیل ہوں گے۔

نواب سراج الدولہ کو اس بات سے خبردار کر کے وصیت کی کہ کسی بہکانے والے کے بہکانے سے، میرے بعد اس امر کے مرتکب ہرگز نہ ہو گے۔

نواب شہامت جنگ کے انتقال کا ذکر اہل ہوش اور باخبر لوگوں پر یہ بات روشن ہے کہ معمار قضا نے یہ عنصری اربعہ عناصر کی چہار دیواری جو محض ایک گزرگاہ صرف چند روزہ قیام کے لیے بنائی ہے اور نقاش تقدیر نے انسانی بدن کے بے ثبات گھر کو پردہ کی طرح تاکہ نمایاں نہ ہو، روح کے لیے لباس بنا دیا ہے۔ اس چمن کے رنگ و بو سے دلبستگی اور یہاں کے عیش و عشرت کی نمود خندہ گل سے زیادہ نہیں ہے آدمی گریبان ہستی سے سر ہی نکالتا ہے کہ نیستی کے دامن میں لپٹ جاتا ہے۔ **ابیات :**

یکدم صفائے عالم غدار بیش نیست   آئینہ آب سبزۂ زنگار بیش نیست
دور نشاط زود بہ انجام میرسید   یک ہفتہ شادمانی گلزار بیش نیست

ماتمی لباس اور قلم و سیاہی کی اشک ریزی کا سبب نواب عالی مرتبت، غفران منزلت، امیر صائب تدبیر، عالی جاہ سلیماں شکوہ، سکندر دولت، جمشید عشرت، مہام خلایق و عباد، نظام اقالیم و بلاد، زبدہ امرائے کرام، نتیجہ اسلاف عظام، نقاوہ دودماں، جمشید شوکت، سلالہ خاندان رفعت و ابہت، دیوان اعظم، دستور اکرم، نواب ناصر الملک، شہامت جنگ، پور ہمسر نواب مہابت جنگ کے انتقال کا وہ سخت واقعہ ہے، جس نے ایک عالم کو حلقہ ماتم میں بٹھا دیا۔ اور ایک جہان کو ماتمی لباس پہنا دیا۔ غم و اندوہ کا لشکر جس کی تفصیل قلم کے احاطہ سے باہر ہے گروہ گروہ کی شکل میں اس دیار کے عوام الناس کے ظاہر و باطن کو ہیجان انگیز کر دیا۔ دلوں کا سرور اور جانوں کی راحت گھاس پھوس کی طرح اڑا لے گیا۔ آنکھیں تر ہو گئیں، سینہ پھٹ گیا۔ دل مضطرب اور جگر کباب کر گیا۔ لیکن اس وجہ سے کہ اصول فطرت کے مطابق ممکن کے

فنا ہوجانے کا امکان ضروری ہے، اور اس کا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا محال ہے۔ چنانچہ تیرہ ربیع الاول سنہ ۱۱۶۹ھ میں استسقا کی بیماری میں انتہائی پیاس کے عالم میں ان مرحوم و مغفور کا ہمائے روح خاکی آشیانے سے پَر جھاڑتا ہوا، ساکنین افلاک کے سروں پر سایہ افگن ہوگیا۔ اور انھوں نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اس دل خراش واقعہ کو ظاہر ہونے کے بعد چونکہ ان کی شوکت و ہمت کا شہرہ قاف سے قاف تک تھا۔ اور ان کی سخاوت و احسانات کے آوازہ سے حاتم طائی اور بہرام گور قبر میں چھپ گئے تھے۔ کیا آدمی کیا چوپائے بے زبان اور زباندار کسی نے بھی ان کے عہد میں تنگی و ترشی نہیں دیکھی، اپنے موتی بکھیرنے والے ہاتھ سے اس قدر ایثار و بخشش کی کہ کسی نے احتیاج و ضرورت کا نام بھی نہ سنا، مظلوموں کو راحت پہنچانے ناداروں کی حاجت پوری کرنے والے، جوان اور بوڑھے کو کامیاب بنانے والے، ہر بڑے چھوٹے کی فریادرسی کرنے والے، بحکم آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (میں تم سے بدلہ نہیں چاہتا ہوں، بجز قرابتمندوں کی محبت کے) پر دل کی گرمی کے ساتھ عقیدہ رکھنے والے، تمام عوام الناس اور خصوصاً سادات کرام واجب الاحترام مومنین کے قیدی اور مسکینوں کو آیۂ کریمہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیرا (مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں) کا مصداق بنکر جان و دل سے مصروف رہتے تھے۔

ان نیک عمل اور بہترین کردار کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے بے انتہا خزانہ بے پایاں دولت، امارت عنایت فرمائی تھی اس لیے ان کے غم میں قیامت برپا ہوگئی، زنان خانوں اور دیوان خانوں سے نوحہ و ماتم، آہ و فغاں کی آواز اس آسمان نیلگوں میں گونج اٹھی۔ وصیت کے مطابق موتی جھیل کے باغ میں اکرام الدین خاں کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

جناب عالی جس روز سے کہ اس ماتم میں بیٹھے ہر روز ایک نہ ایک مرض میں مبتلا ہوکر دردناک زبان سے فرمایا کرتے تھے، آہ میری کمر ٹوٹ گئی اور جو کچھ حکومت کے کاروبار کہ نواب شہامت جنگ کے سپرد تھے۔ وہ ان کی اہلیہ کے سپرد کر دیے۔ اور ان پر شفقت پدرانہ بہت فرماتے تھے۔ اور انھوں نے اجازت لے کر موتی جھیل میں سکونت اختیار کی۔ سامان اور اپنے تمام لوگوں کے ساتھ مرشدآباد سے روانہ ہوکر موتی جھیل چلی آئیں۔

جناب عالی ہزاروں غم و اندوہ کے ساتھ مرغبازی کے تماشے سے اپنا غم غلط کرتے تھے۔ اور وہ لوگ جن کو ان سے نزدیکی حاصل تھی کہا کرتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے بعد میرے خاندان میں خلل

واقع ہوگا۔ کیونکہ جو لوگ مجھ سے کم لیاقت رکھتے تھے انھوں نے مجھ سے پہلے ہی ہاتھ کھینچ لیا۔ ابھی نواب شہامت جنگ کے انتقال کو چند ہی دن ہوئے تھے کہ نواب صولت جنگ کے انتقال کی خبر پورنیہ سے پہنچی۔

نواب صولت جنگ کا انتقال

نواب صولت جنگ، ایک صاحب عدل و انصاف امیر تھے، سخاوت اور بخشش میں مشہور، بڑے حیا اور محبت والے، ان کا دل ہر دم ایثار اور بخشش کا طلبگار رہتا تھا۔ نامناسب اور شرعی ممنوع باتوں سے پرہیز کرتے اور بچتے رہتے۔ لطیف طبع، شیریں سخن، خدا ترس باحیا، مہربان، رعیت پرور تھے، اگرچہ معاملات کی جزیات کی طرف ان کا ذہن کم جاتا تھا، مگر کلیات قضایا۔ جیسے دوستوں کی تربیت اور دشمنوں کی تذلیل علما، فضلا کا احترام و تعظیم، احکام شرعی کے رواج دینے میں معمولی بات بھی چھوڑ نہ رکھتے تھے، دین اسلام کو سب سے بلند رکھتے۔ اہل نظر کے دلوں میں محبت کا بیج بوتے تھے۔ بخشش اور سخاوت میں فراوانی کا طریقہ پسند کرتے تھے۔ اس سخاوت اور بخشش میں اپنے سلف و خلف پر فوقیت لے گئے۔ ہمیشہ نعمتوں سے مجلس بھی رہتی جو کچھ حکومت کے ذی رتبہ اور مرتبہ افراد سے پہنچا، وہ بغیر کسی تحریر کے موجودہ اور گذشتہ عہدہ داروں کو عطا فرماتے، اپنی بخشش سے حاتم، اور آل برمک کی حکایتوں پر تنسیخ کا خط کھینچ دیا تھا، کوئی شخص ان کے احسان کے دستر خوان سے محروم نہیں لوٹتا تھا۔ کسی سائل نے ان کی زباں سے "نہیں" کا لفظ نہیں سنا۔

العرض جناب مستطاب، معلی القاب نواب نصیر الملک سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ ۱۱۶۹ھ کے کسی مہینے میں اپنے بڑے بھائی یعنی نواب شہامت جنگ کے انتقال کے چند دنوں کے بعد بلکہ ایک پھوڑا گردن پر نکل آیا تھا۔ عقلمند طبیبوں کا ہاتھ اس کے علاج میں ناکام رہا۔ آخر حزن و ملال ان کے روشن دل پر غالب ہوا، اور رحمت الٰہی کی بلندیوں تک پہنچنے کا شوق ہدایت یافتہ دل پر مستولی ہوا تو اپنے فرزندوں کو طلب کر کے شرط وصیت پوری کی۔ نواب شوکت جنگ جوان کے بڑے صاحبزادے تھے، ان کو اپنا نائب بنایا۔ تمام فرزندوں، خدام، اور دوستوں کو کیا مرد کیا عورت سب کو الوداع کہ کر جان جان آفریں کے سپرد کی، عدل و انصاف کا چمکتا دمکتا آفتاب زیر نقاب ہوگیا ریاست کا انمول موتی خاک کے دفینے میں دفن ہوگیا۔ بیت:

ایں است ہمیشہ عادت چرخ کبود　　چوں خوشدلے دید زوال آرد زود

نواب شوکت جنگ نے ان کے معطر جسم کو تجہیز و تکفین کر کے جعفری باغ میں مدفون کر دیا۔

جناب عالی اس جانکاہ واقعہ سے مطلع ہو کر بہت غمگین ہوئے۔ رو دھو کر جب طبیعت ٹھہری تو راقم الحروف کی والدہ کا خط جو نواب شہامت جنگ کی ماتم پرسی میں اسی طرف سے آیا تھا اس کے جواب میں ماتمی خلعت اور صولت جنگ کے بڑے بیٹے نواب شوکت جنگ کے مستقل منصب امارت کا پروانہ از راہ رحمت و بخشش عطا فرمایا۔ دلاسے اور دل جوئی کی باتیں جو بزرگوں کا لازمی طریقہ ہے، زبانی بھی بہت کہ کر آدمی کو پورنیہ روانہ کیا۔

واقعہ ارتحال شہر آشوب نواب غفران مرتبت فردوس منزلت شجاع الملک حصام الدولہ محمد علی وردی خان بہادر مہابت جنگ

روشن ضمیروں اور راس دار ناپائیدار کے واقف کاروں سے یہ پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے کہ کل کائنات اور تمام موجودات کو ماضی و مستقبل کے کسی زمانے میں بھی اس چند روزہ سرائے میں قیام کا اٹھا لینا، اور بمقتضائے آیۃ کریمہ المال و البنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا (مال و اولاد یہ سب دنیا کی زینت ہیں) ایک روز گزر جانا ہے۔ چارو ناچار آیۃ کریمہ اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ٥ (جب موت آجائیگی تو ایک پل کی بھی کمی بیشی نہ ہوگی)۔ اس لیے اس مقررہ دن کے آنے سے پہلے سفر کی تیاری کرنی چاہیئے۔ بیت:

بہ برو بحر جہاں فرصت اقامت نیست ۔ بچار حد جہاں می زنند طبل رحیل

ترجمہ: جہان کے خشک و تر میں قیام کی فرصت نہیں ہے ہر طرف سے رخصت کا نقارہ بجا رہے ہیں۔

الغرض جب جناب عالی کی زندگی کا آفتاب غروب کے قریب پہنچا، مرض استسقا کا غلبہ ہوا، ارسطوے زماں، افلاطون دوراں حکیم ہادی خان کہ جن کے مقابلے میں جالینوس اور بطلیموس کو ادب سے بیٹھنا چاہیئے۔ ان کی طرف علاج کے لیے رجوع کیا گیا، لیکن چونکہ یہ ان کا آخری مرض تھا، اور ایسے مرض کا طبی قانون کے رو سے دور ہونا، ناممکن ہے اور موت کے قرب کی دلیل ہے۔ نواب سراج الدولہ کی حاضری کا حکم دیا جب حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا۔

جان من و عزیز من! میرے جوانی کی طاقت بڑھاپے کی کمزوری میں تبدیلی ہو گئی۔ جوانی بڑھاپے کی خمیدگی سے بدل گئی۔ عاقبت کا سفر جو ایک ناگزیر سفر ہے قریب آ گیا۔ اس بندہ ضعیف نے خدائی طاقت اور آسمانی تائید سے یہ لمبی چوڑی حکومت و بادشاہی تمہارے لیے خاص کرالیا۔ اس وقت نصیحت یہ ہے کہ تم دشمنوں کے دفع کرنے اور دوستوں کی ترقی میں ایک دل اور ایک زبان ہو کر کوشش کرو گے۔ اور

رعایا اور ملک کی فارغ البالی اور ظلم و فساد کی پامالی میں پوری کوشش کروگے تاکہ زندگی آسودگی اور آرام کے ساتھ گزارو۔ چونکہ دولت اتفاق و محبت سے وابستہ ہے اور شقاوت اختلاف وافتراق سے۔ تمہاری حکومت کی بنیاد موافقت اور تابعداری پر مضبوط و مستحکم ہو اگر اس بات کی خواہش تمکو ہے تو میرے طریقے پر قائم رہوگے۔ تاکہ آخر عمر میں دشمنوں کے تسلط، اور ان کے غلبے اور اعداء کے طعن سے محفوظ رہو۔

اگر مخالفت اور دشمنی کی روش رکھو گے تو دولت کا یہ چمن نکبت سے ایسا پژمردہ ہوگا، کہ ایک مدت دراز پر بھی سرسبز نہ ہوگا۔ قطعہ:

قطعہ

بگویند از سر بازیچہ حرفے ‏ کزاں پندے بگیرد صاحب ہوش
وگر صد باب حکمت پیش ناداں ‏ بخوانند آیدش بازیچہ در گوش
آہنے را کہ مورچہ نخورد ‏ نتواں برداز و بصیقل زنگ
باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ ‏ نرود میخ آہنی در سنگ

الغرض ان کے کانوں کو پند و نصیحت کہ ان میں سے ہر ایک موتی کے مانند نایاب تھا گراں گزرے۔ بیت:

بگفت ایں، دو دیدہ بہم برنہاد ‏ توگفتی کہ ہرگز زمادر نزاد

ترجمہ: یہ کہہ کر، دونوں آنکھیں بند کرلیں گویا کسی ماں نے کبھی ایسا فرزند نہ جنا تھا۔

نویں رجب بروز جمعہ بوقت ظہر، ۱۱۷۰ھ روح طبعی، اور خون کی نالیاں اور جملہ اعضا اپنے کام انجام دے چکے، زبان سے کلمہ توحید پڑھتے ہوئے ودیعت الٰہی قبول کرلی۔ اس وقت ہنگامہ محشر اس دنیا میں بلند ہوا، تمام وزرا خاص و عام بلکہ تمام عوام الناس نے بھی اپنے گریباں چاک کر لیے اور ماتمی لباس پہن کر افسوس کرتے ہوئے لاش کو تجہیز و تکفین کے مرحلہ تک پہنچاکر، تپش دل سے نالہ و فغاں کرتے ہوئے ماتم کناں نعش کے ساتھ چلے اور خوش باغ میں جہاں ان کی والدہ کا قبر ہے وہیں ان کو دفن کیا۔

سبحان اللہ کیا عجیب دولتمند تھا، کہ اس کے اس جہاں سے اٹھتے ہی ملک بنگالہ کی آبادی بھی ملک عدم کی طرف کوچ کرگئی اور اس دیار کی ویرانی اپنی اصلی حالت پر فوراً لوٹ آئی حالانکہ یہ دیار ان کے عدل و انصاف سے آباد تھا۔ ابیات:

بس نامور بہ زیر زمیں دفن کردہ اند | کز ہستیش بروئے زمیں یک نشاں نماند
آں پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک | خاکش چناں بخورد کز و استخواں نماند
زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل | گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند
خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر | زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ترجمہ: کتنے نامور زمیں میں دفن ہوگئے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا، لاشیں زمیں میں دفن کی گئیں، مٹی میں مل گئیں ہڈی کا بھی پتہ نہیں ملتا۔ مگر نوشیرواں کا نام اس کے عدل کی وجہ سے آج بھی زندہ ہے گرچہ اس دنیا سے گئے ہوئے اس کو مدت گزر چکی ہے۔ اس لیے نیکی کرو زندگی کے چندروزہ موقع کو غنیمت جانو، موت سے پہلے جو کچھ بھلائی کرنی ہو کرلو۔

تاریخ وسیر کی کتابوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ زمانہ گزشتہ میں بھی کسی کو خدا نے یہ توفیق عطا نہ فرمائی ۔ اور داد و بخشش کا علم بلند کرنے والوں میں کسی نے ایسا انصاف نہیں کیا کہ عوام الناس بھی اس کو دلیل میں پیش کریں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے زمانے میں ظالموں کے دل، ان کی گرفت کے خوف سے دہلتے رہتے تھے۔ اور ہر وقت لرزتے رہتے تھے۔ ظالموں کے امیدوں کی موٹی ڈوری ان کے خوفناک تلوار کی تیزی سے تار نفس کی طرح ٹوٹتی رہتی تھی۔ ان کے پیشانی کا پسینہ ان کی بخشش کے زمانے میں ابرنیساں کی طرح موتی اگاتا۔ باغباں کی تھیلی ان کے کرم کی وجہ سے غنچہ کی طرح زر سے بھری رہتی۔ ان کے احسان کے دسترخوان سے فاقہ مستوں کی آنکھیں ان کے بھرپور خزانے کو دیکھ کر ہی سیر رہا کرتی تھیں۔ بے سروسامان سائل ان کی بخشش کی وجہ سے درہم ودینار کے پہاڑ کے سائے میں فقر وفاقہ سے بے خوف ہوکر سوتے تھے۔ گداگروں کے کشکول ہلال کی طرح آفتاب سخاوت کے نور سے ماہ کامل بنتے۔ پریشان حال بالکل مطمئن بے پایاں سخاوت نے حاتم کی سخاوت کی نشانیاں مٹادی تھیں، ان کی زر بخشی کا آوازہ آفتاب کی روشنی کی طرح مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا تھا۔ **قطعہ:**

نیاساید مشام از طبلہ عود | بر آتش نہ کہ چوں عنبر ببوید
بزرگی بایدت بخشندگی کن | کہ تا دانہ نیفشانی نروید

ترجمہ: اگر کی پٹاری سے دماغ کو راحت نہیں ملتی آگ پر رکھو تو عنبر کی طرح خوشبو بکھیرے گا۔ اگر بڑا

بننا چاہتے ہو تو سخاوت کو کام میں لاؤ، کیونکہ بیج چھینٹے بغیر اُگتا نہیں ہے۔
ہر چند کہ زبان قلم سے اور قلم تحریر کی زبان سے، ان کے احسان کی تعریف زمانے کے صحیفہ اور عالم امکان کے دفتر سے بھی ممکن نہیں ہے۔ لیکن کچھ مختصراً، ناظرین کتاب کی تعجب انگیزی کے لیے زیر تحریر لا رہا ہوں۔

جنت البلاد بنگالہ (مرشد آباد) جناب عالی کے عہد میں لمبائی میں بارہ کوس اور چوڑائی میں سات کوس تک بڑھ گیا تھا۔ آبادی کے علاوہ بہتیرے دولتمند اپنے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو شہر سے باہر بھیج دیتے تھے۔ بارہ نقارچی صبح و شام، شادیانہ بجا کر فلک کو بھی کان میں روئی ڈالنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ مختلف اصناف کے افراد بلند رتبہ، شریف، وضعدار، دستکار، اس شہر شریف میں جمع ہو گئے تھے، اس اطراف و دیار کے باشندے اس قدر ترقی یافتہ ہو گئے تھے، کہ دنیا کی مخلوق بے حساب کیسے اور کتنے، اس قدر جمع ہو گئی تھی کہ جن کی تفصیل طول کلامی کا سبب ہو گی اس لیے نظر انداز کرتا ہوں۔ قطعہ:

کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز   برلب آب شور گرد آیند
ہر کجا چشمۂ بود شیریں   مردم و مرغ و مور گرد آیند

ترجمہ: عرب کے پیاسوں کو بھی کسی نے دریائے شور کے کنارے جمع ہوتے نہیں دیکھا، البتہ جہاں میٹھا چشمہ ہوتا ہے وہاں، انسان، پرندے، چیونٹیاں سب ہی جمع ہوتے ہیں۔

اس اطراف و دیار کا بڑا چھوٹا، اس زمانے میں عیش کی خوشبو، اور مرفہ الحالی اور فارغ البالی سے اس دور کے زبردست بادشاہوں کا محسود بنا ہوا تھا، اور اس علاقے کے باشندوں کے مکانات، نقود و جواہر سے مالا مال تھے۔ اس دور کا ذکر لوگوں کی زبان پر جاری، اور تمام آفاق میں مشہور و معروف تھا۔ کہ جس کے شرح و بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

اس زمانے میں ایک لاکھ سے زیادہ سوار اور پیادوں کو سرکاری خزانہ سے تنخواہ اور جانوروں کا چارہ ملتا تھا۔ اور تمام شریف و عوام اپنے پنجگانہ اوقات اطمینان خاطر سے گزارتے تھے۔ اس جگہ چند حکایتیں لکھی جاتی ہیں جو جناب عالی کی انصاف پروری، زیرکی و دانائی، پرہیزگاری اور بہادری کا ثبوت ہیں۔

نقل: ایک مرتبہ نواب سراج الدولہ نے عرض کیا کہ پیشکاروں اور عملوں کے گھروں میں روپے

بہت رکھے ہوئے ہیں اور ان کا اتنا خرچ بھی نہیں ہے اگر حکم ہو تو ایک کروڑ روپیہ ان سے لے لوں ان پر گراں بھی نہ گزرے گا۔

فرمایا کہ جو رقم اس شہر کے باشندوں کے پاس ہے وہ میرا ہی مال ہے کہ ان کی تحویل میں رکھ دیا گیا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس رقم کی طرف خیانت کی نگاہ سے دیکھے۔ قطعہ :

نہ ہر کہ قوت بازو و منصبے دارد — بہ سلطنت نہ خورد مال مرداں بگزاف
تواں بحلق فرو بردن استخواں درشت — ولے شکم بدرد چوں بگیرد اندر ناف

ترجمہ : جو قوت و منصب والے ہیں وہ اپنی حکومت میں محض وہم و گمان پر لوگوں کا مال نہیں کھا جاتے ہیں۔ سخت ہڈی حلق سے نیچے اُتاری جا سکتی ہے، لیکن پیٹ اس وقت پھٹنے لگتا ہے جب ناف میں چبھنے لگتی ہے۔

نقل : راجہ کیرت چند جو سرکاری خاص محال کے دیوان تھے اور ان کے انتقال کو بھی مدت ہو چکی تھی۔ اُن کے مکان پر نواب سراج الدولہ نے سپاہیوں کی چوکی بھیجی اور روپے طلب کیے۔

جناب عالی اس خبر کے ملتے ہی سوار ہو کر ان کے گھر پہنچے۔ جو خواجہ سرا کہ مال ضبط کرنے کے لیے مکان کے اندر آیا تھا، اس کو واقعی ایک بھرپور لاٹھی مار کر گھر سے واپس کیا۔ اس آنجہانی کی بیوہ گھر کی دوسری عورتیں اور چھوٹے بچوں کو اچھے خلعت سے سرفراز فرما کر دلاسا اور اطمینان دلا کر رخصت ہوئے اور سراج الدولہ کو اپنے پاس بلوا کر کہا قطعہ :

زورت از پیش میرود با ما — باخداوند غیب داں نرود
زورمندی مکن بر اہل زمیں — تا دعائے بر آسماں نرود

ترجمہ : تمہارا زور اگر ہم پر چل جاتا ہے تو غیب جاننے والے خدا کے سامنے نہ چلے گا۔ زمین والوں پر زور مت دکھاؤ تاکہ ان کی بد دعا آسماں پر نہ پہنچ جائے۔

نقل : ایک مرتبہ سراج الدولہ نے خدمت عالی میں عرض کیا کہ میرے آرام گاہ کے مقابل میں راجہ بردوان کے دیوان راجہ مانک چند کا محل ہے۔ جس کی وجہ سے میرے مکان کی فضائیت جاتی رہی ہے چاہتا ہوں کہ اس کو سامنے سے ہٹا دوں۔

فرمایا تم اپنا عالی شان محل بنا کر ان کے مکان کی آرائش و زیبائی میں رکاوٹ بن کر اس غریب

کے لیے دردِ سر بن گئے ہو۔ مناسب یہ ہے کہ تمہارے واسطے بہت مکانات ہیں۔ وہ عمارت جوان کے مکان کے مقابل واقع ہے اس کو وہاں سے ہٹالو تاکہ وہ غریب آرام سے اپنے مکان میں رہ سکے۔ قطعہ

تا توانی درون کس مخراش   کاندریں راہ خارہا باشد

کار درویش مستمند برآر   کہ ترا نیز کارہا باشد

ترجمہ: کسی کا دل نہ دکھاؤ کیونکہ دل آزاری کی راہ میں کانٹے ہی کانٹے ہیں۔ درویش وفقیر کے کام آؤ کیونکہ تمہارے بھی بہت کام پڑے ہیں۔

نقل: کشور خاں کوتوال رات میں گشت کر رہے تھے۔ دیکھا کہ فیضو بائی نواب سراج الدولہ کے رتھ پران کے گھر سے نکل کر اپنے گھر جارہی ہے پکڑ کر تھانے میں قید کر لیا۔ نواب سراج الدولہ نے بہت کوشش کی کہ یہ معاملہ رات ہی کو طے پاجائے مگر ناکام رہے۔ صبح بہت سویرے ہی اٹھ کر خدمتِ عالی میں پہنچے اور ماجرا بیان کر کے تنبیہ وتادیب کے متوقع تھے۔

فرمایا کہ اس کو کیا معلوم کہ آدھی رات میں کون ہے اور کیا ہے؟ ایسے معاملے میں چشم نمائی کرنا چوروں اور فسادیوں کو قوت پہنچانے کا سبب ہوگا۔ قطعہ:

بادشہ پاسبان درویش است   ورچہ نعمت بفرِ دولت اوست

گوسفند از برائے چوپاں نیست   بلکہ چوپاں برائے خدمت اوست

ترجمہ: بادشاہ فقیروں کا نگہبان ہے اگر شان وشوکت کی نعمت اس کے ساتھ ہے۔ بکریاں چرواہے کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ چرواہا بکریوں کی خدمت کے لیے ہوتا ہے۔

نقل: جس زمانے میں کہ بنگال کے رئیسوں کی بخشش کا شہرہ تمام عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ اور اطراف عالم کے تجار یہاں آیا کرتے تھے۔ نواب سراج الدولہ اور نواب شہامت جنگ گراں قیمتوں پر مال خریدا کرتے تھے۔ بدخواہوں نے جب اس فضول خرچی کا حال جناب عالی کی خدمت میں عرض کیا۔

ارشاد فرمایا یہ تجار ہمارے ملک میں نفع ہی کے خیال سے آتے ہیں۔ پھر پوچھا کوئی چیز دنیا میں ہمیشہ رہے گی؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ بات غلط ہے۔ نام نیک اور ذکر جمیل ہمیشہ باقی ہے۔ بیت:

نوشتہ است برگور بہرام گور   کہ دست کرم بہ ز بازوے زور

ترجمہ بہرام گور کی قبر پر یہ بات لکھی ہے کہ مہربانی کا ہاتھ زور بازو سے بہتر ہے۔

نماند حاتم طائیؒ ولیک تابہ ابد | بماند نام بلندش بہ نیکوئی مشہور
زکواۃ مال بدر کن کہ فضلہ رزرا | چو باغباں ببرد بیشتر دہد انگور

ترجمہ: حاتم طائی نہ رہا مگر نیکی کی وجہ سے اس کا نام مشہور رہے۔ مال کی زکواۃ نکالا کرو۔ کیونکہ انگور کی خراب شاخیں کٹتی ہیں تو انگور زیادہ دیتی ہے۔

نقل: لوگوں نے یہ شکایت کی کہ ہر غریب شادی مہمانی اور صدقات دینے میں ہزار ہا خرچ کرتا ہے اور یہ سب سرکاری مال ہے۔ جواب میں فرمایا، جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ لوگ میرے نام کے زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور تم لوگ ہمارے ساتھ درحقیقت عداوت رکھتے ہو۔ کیونکہ نہیں چاہتے ہو کہ میرا نام زندہ رہے۔ ابیات:

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے | حسود را چکنم کو زخود برنج درست
بمیر تابرہی اے حسود کیں رنجیست | کہ از مشقت آں جزبمرگ نتواں رست

ترجمہ: میں نہیں چاہتا کسی کا دل دکھاؤں لیکن حاسد کو کیا کروں کہ وہ اپنی آگ میں جل کر خود مصیبت اٹھا رہا ہے۔ مر ہی جا اے حاسد تاکہ تجھکو نجات ملے کیونکہ یہ مصیبت تمام عمر کی ہے بے موت نجات ملے گی۔

قطعہ: گر یکے را تو کامراں بینی | دیگرے را دل از مجاہدہ ریش
روزکی چند باش تا بخورد | خاک مغز سر خیال اندیش
فرق شاہی و بندگی برخاست | چوں قضائے نوشتہ آمد پیش
باللہ از خاک مردہ باز کنند | نہ نماید تونگر از درویش

ترجمہ: ایک اگر کامیاب ہے تو دوسرا زخمی دل ہے۔ چند روز انتظار کر کہ خاک اس مغرور کا مغز چبا ڈالے۔ بندگی اور خواجگی کا فرق موت کے بعد نہیں رہتا۔ اگر مردے کو خاک سے نکالیں تو نہیں معلوم ہوتا کون دولتمند اور کون درویش۔

نقل: جس زمانے میں نواب شہامت جنگ، موتی جھیل کے داروغہ مرزا علی نقی خان پر خفا ہو کے

معزول کرنا چاہ رہے تھے ۔ جناب عالی نے فرمایا، پہلے ہی روز نیک وبد کا اندازہ کر لینا چاہیئے تھا۔ اب معزول کرنے سے لوگوں کا اعتماد تم سے اٹھ جائے گا اور لوگوں میں بے اطمینانی پھیلے گی۔

چہ جرم دید خداوند سابق الانعام　　　　که بنده و نظر خویش خاخوار می دارد
خدائے راست مسلم بزرگواری و الطاف　　　　که جرم بیند و ناں برقرار می دارد

قدیم آقا نے کیا جرم دیکھ لیا کہ اب بندہ ذلیل نظر آتا ہے ۔ بزرگی اور کرم اللہ کی صفت ہے کہ جرم کو دیکھتا ہے مگر رزق بند نہیں کرتا۔

نقل : نواب شہامت جنگ کے اجناس کی کشتیاں جہانگیر نگر سے آ رہی تھیں ۔ مرزا حکیم بیگ داروغہ سایرات، نے محصول کی وصولی کے لیے روک لیا۔ نواب شہامت جنگ نے بطور شکایت جناب عالی کے حضور میں عرض کیا کہ میں سوداگر نہیں ہوں کہ مجھ سے چنگی لی جائے گی ۔ داروغہ سایرات مجھ سے چنگی طلب کرتے تھے ۔

دریافت کیا اسکا محصول کتنا ہوتا ہے ۔ مرزا حکیم بیگ نے عرض کیا لاکھ روپے ۔

فرمایا عزیز من جہاں اتنے روپے صرف کر کے مال خریدا ہے ۔ وہاں سرکاری محصول بھی داخل کر دو۔ غصہ کرنا اہل کاروں کی سستی کا سبب ہوگا۔

حرامش بود نعمت بادشاہ　　　　که هنگام فرصت ندارد نگاه
مجال سخن تا نه بینی به پیش　　　　به بیهوده گفتن مبر قدر خویش

ترجمہ: جو فرصت کے وقت حفاظت نہیں کرتا، اس پر بادشاہی نعمتیں حرام ہیں۔ جب بولنے کا موقع نہ ہو تو فضول گفتگو سے اپنی قدر نہ گھٹاؤ۔

نقل : جس زمانے میں گھوڑا گھاٹ کی فوجداری راقم الحروف کے ذمہ تھی۔ یہ فقیر حضور سے

رخصت ہوئے بغیر نواب صولت جنگ کی خدمت میں پورنیہ چلا گیا۔ اور وہاں رنگامانی میں فوجداری کی خدمت پر مقرر ہو گیا۔

بھیرودت، خالصہ پیشکار نے جاکر یہ خبر دی کہ گھوڑا گھاٹ کا فوجدار حاضر نہیں ہے۔ اور بے رخصت لیے چلا گیا ہے اس کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے بحال رکھا جائے یا برطرف کیا جائے،

فرمایا، میں جانتا ہوں نواب صولت جنگ کے ساتھ ان کی صحبت نبھے گی نہیں وہ تھوڑے ہی دنوں میں چلا آئیگا، اور اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔ تو چند دنوں کے لیے موقوف کرنا مناسب نہیں ہے لوگ ہماری کم ظرفی پر محمول کریں گے۔ قطعہ:

چہ سالہائے فراواں و عمرہائے دراز — کہ خلق بر سر ما بر زمیں بخواہد رفت

چنانکہ دست بدست آمدست ملک بما — بدستہائے دگر ہمچنیں بخواہد رفت

ترجمہ: کتنی بڑی سے بڑی عمر ہو مگر ایک روز مخلوق ہمارے سروں سے ہوتی ہوئی زمین پر گزرے گی، جس طرح دوسروں کے ہاتھوں سے گزرتا ہوا، ملک ہمارے ہاتھ میں آیا ہے اسی طرح دوسروں کے ہاتھ میں پہنچ جائیگا۔

الغرض اس زمانے میں کوئی لنگڑا لولہا، کوئی بیوہ عورت اس دیار میں نہ تھی جس کو جناب عالی کے دولت خانے سے وظیفہ مقرر نہ ہو۔ اور وہ اپنے گھر میں حکومت کے ساتھ زندگی نہ گزارتی ہو۔ چور ڈاکو کے نام سے اس زمانے میں کسی کی زبان آشنا نہ تھی۔ اگر کسی کا مال راستے میں گر جاتا تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اٹھالے۔ جب تک خود مالک نہ حاضر ہو جائے کوئی ادھر توجہ بھی نہ دیتا تھا۔ اور آج اس کے بالکل برعکس ہے۔ بیت:

باور نمی شود کہ گہے ایں دہِ خراب — معمور بودہ است کہ ویرانہ کردہ اند

اور اب ان چند برسوں میں آرام و عافیت نے عنقا کی طرح منہ پھیر لیا ہے۔ راحت و آرام اکسیر کی طرح نایاب ہے۔ کمی و بیشی میں کاموں کا دارومدار اب زور پر ہے، زمانے کے ظلم سے ہنرمندی عالم عقبیٰ میں پہنچ گئی ہے۔ ظالموں کی ایک جماعت فتنہ و فساد پر آمادہ عناد و دشمنی کی آگ کو ہوا دے رہی ہے۔ مسلسل مصیبتوں اور آفتوں کی آگ اس عہد میں بھڑکتی رہتی ہے۔ رحم و کرم کے اسباب ہر بڑے چھوٹے کی نظر سے پنہاں ہو کر سرحد عدم کو پہنچ گئے ہیں۔ راستے انسانوں اور حیوانوں کے لیے ایسے خوفناک ہو گئے ہیں کہ گھر

سے نکلنا بلکہ گھر میں بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ تہمت ، دوسروں پر غلط الزام لگانا عام ہے اور بغیر اس کے ان کا کام بھی نہیں نکلتا۔ ابیات :

بازوان توانا و قوت سر دست — خطا است پنجہ مسکین ناتواں شکست
نترسد آنکہ بر افتاد گان نہ بخشاید — کہ گر ز پائے بر آید کسش نگیر د دست
ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نکی داشت — دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست
زگوش پنبہ بروں آر و داد خلق بدہ — وگر تو می ندہی داد روز دادی ہست

ترجمہ : مضبوط بازو اور پنجے کی طاقت سے کمزوروں کا پنجہ مروڑ دینا غلطی ہے اس کو خوف نہیں جو کمزوروں کو معاف نہیں کر رہا ہو کہ اگر کبھی خود گرا، تو کوئی ہاتھ نہیں پکڑے گا۔

جس نے برائی کا بیج بویا، اور نیکی کی امید لگائی ، فضول دماغ پکاتا رہا اور باطل خیال میں مبتلا رہا۔

ہوش میں آؤ، کان سے روئی نکالو مخلوق کے ساتھ انصاف کرو اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو ایک روز انصاف کا بھی موجود ہے (قیامت)۔

آج کل بے نام نشان حکام جو بطور وزن شعر مقرر ہیں ان کا حال یہ ہے کہ چراغ ـــــ کے بھی محتاج ہیں۔ ہر امیر، غریب ، شرم وحیا کی وجہ سے سر برہنہ بازار میں مارا پھرتا ہے۔

اس شہر کی پرشکوہ عمارتیں اب منہدم ہو رہی ہیں تمام اشراف اور معززین ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ شہر اپنے عظمت کے باوجود سراسر ویران ہے۔ اور باشندگان پریشان۔ بیت :

جائے آن است کاختراں ہر روز — بر سر از دست چرخ خاک کنند
درد مندان دہر از سر دہر — جامہ در بر چو صبح چاک کنند

ترجمہ: یہ وہ موقع ہے کہ ستارے ہر روز چرخ کج رفتار کے ظلم سے سر پر خاک ڈالیں۔ زمانے کے درد مند زمانے کی بربادی پر صبح کی طرح اپنا گریباں چاک کر ڈالیں یا فردوسی کی زبان میں یوں کہئے۔ مصرع :

تفو باد بر چرخ گردوں تفو

جناب عالی کی حکومت عظیم آباد کی نیابت کے علاوہ جنت البلاد بنگالہ (مرشد آباد) میں سترہ سال چند مہینے رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نواب سراج الدولہ کی حکومت کا ذکر | راقم الحروف چند سطریں بطور اختصار، نامدار کامگار

صاحب اقتدار بر صفحۂ روزگار کے احوال میں قلمبند کر رہا ہے کہ شمع انجمن دولت اقبال، گلشن ہمیشہ بہار ایالت و اجلال، کیوان منزلت و بہرام صولت، فلک رفعت، خورشید طلعت، سکندر حشم با ہزاراں خدم توکل بوستان کامرانی، وبہار حدیقہ شادمانی، یعنی نواب عالی جناب، منصور الملک المعروف بہ سراج الدولہ نے جناب عالی کے تعزیت کی رسم ادا کی، اس طرح کی چند دنوں تک مسلسل امرا، مخصوصین، لشکر اور عام مخلوق کی دعوت کرتے رہے۔ اور صدقات و خیرات کرتے رہے۔ اس کے بعد جناب عالی کی وصیت کے مطابق پندرہ رجب ۱۱۷۰ھ میں مسند حکومت پر آفتاب کی طرح جلوہ افروز ہوئے۔ برادران اور دیگر قرابت مند بائیں جانب آسمان کے ستاروں کے مانند کمر بستہ ہو کر کھڑے ہوئے۔ خوانین عظام اور امرائے کرام دائیں جانب چاند سورج کی طرح حکم کی بجاآوری کے لیے آمادہ و تیار ہوئے۔ بارگاہ سے باہر لشکری صف بستہ کھڑے تھے۔ جہاں تک نظر جاتی تھی بلکہ اس کے پیچھے بھی موجود تھے۔ آخر عمر تک ان کے عدل و انصاف کا شہرہ زیر آسماں گونجتا رہا۔ اور دور دور تک پہنچا کہ ہر زبان پر ذکر رہا کرتا تھا۔ ابیات :

ز صاحب دولتاں کس نیست جز او	گرفتم ہست این زیبندگی کو
بر اندامش لباس دولت کل	رسا تر از قبائے رنگ برگل
بھروسہ کردۂ والا نژا داں	جلال و جاہ اوراخانہ زا داں
اگر بیند فلک عالی جنابش	ز سر افتد کلاہ آفتابش

ترجمہ : دولتمندوں میں اس کے مقابل کا کون ہے؟ اگر فرض کر لوں کہ ہے تو اس میں یہ زیبائی کہاں ہے۔ اس کے جسم پر ہر طرح کی دولت کا لباس اس طرح آراستہ ہے جیسے پھول کی رنگینی۔ اعلیٰ خاندانوں کے معتمد علیہ جاہ و جلال ان کے گھر کے پروردہ غلام۔ اگر ان کی بلند بارگاہ کو دیکھے، تو آفتاب کی کلاہ اس کے سر سے گر جائے۔

الغرض جانشینی کے جشن کے بعد امور ملکی کے نظم و انتظام کی طرف مائل ہوئے۔ مگر چند اشخاص جو ناقابل صحبت تھے، بارگاہ میں باریاب ہو گئے اور جناب عالی کے سرداروں اور مخصوص لوگوں پر طعن و تشنیع کر کے ان کے مزاج کو ان کی طرف سے منحرف کر دیا۔ پہلے یہ بات ان کے ذہن میں بٹھائی کہ بیگم صاحبہ موتی جھیل میں، مال و دولت، سپاہ و لشکر، اور حشم خدم کے ساتھ رہتی ہیں۔ یہ بات ان کی حکومت کے لیے درہمی برہمی کا سبب بن سکتی ہے۔ جب یہ بات بھی ان کے ذہن میں بیٹھ گئی تو بیگم صاحبہ کو پیغام بھیجا کہ ہنگامہ کو موقوف کر کے شہر کی حویلی میں آ کر رہیں۔ وہ شہر کی حویلی میں آ کے رہنے اور فوج کے ہٹانے پر اڑ گئیں اور یہ جواب دیا کہ

میں جناب عالی کے کہنے کے مطابق یہاں آگر رہی ہوں اور اپنے شوہر کی قبر پر مجاورت اختیار کرلی ہے۔ اور چند آدمی جو یہاں ہیں وہ میرے قدیمی خدام ہیں مجھ سے ان کو جواب دیکر الگ کرنا نہ ہوسکے گا۔

حکومت کے بدخواہوں کو بات بنانے کی راہ مل گئی، چند کلمات دوسرے انداز میں کہ اس میں حکومت کے لیے خرابی تھی اپنی طرف سے بناکر اس طرح عرض کیا کہ بیگم صاحبہ جناب عالی کے سرداروں سے اس حد تک مطمئن ہیں کہ اتنی گفتگو کافی نہیں ہوئی، کسی دن بھی شورش کے لیے سر اٹھائیں گی۔ نواب صاحب کے دل میں اس قدر وسوسہ پیدا کیا کہ آخر کار وہ بیگم صاحبہ سے بدگماں ہوگئے، اور موتی جھیل کے محاصرہ کے لیے فوج متعین کردی۔ جس وقت موتی جھیل محاصرے میں تھا، پانچ چھ ہزار سوار و پیادے وہاں موجود تھے اس سے پہلے کہ معرکہ کارزار گرم ہو دو روز کے محاصرے میں بجز میر نظر علی خانساماں، مہاراجہ راج بلب دیوان حاجی مہدی عرض بیگی اور اکبر علی خاں کے بیٹے علی نقی خاں کے کوئی دوسرا نہ تھا۔

سب سے پہلے جو شخص اس معرکہ سے الگ ہوا، مرزا حکیم بیگ کے بیٹے مرزا غلام علی بیگ اور میر قدرت اللہ رسالہ دار تھے، نواب سراج الدولہ لوگوں کے فرار ہونے کے باوجود نالایق لوگوں کے کہنے سے خوف و ہراس کو دل میں راہ دیکر میر نظر علی کی تسلی کے لیے امان نامہ فوجی مہر کے ساتھ بھیجا، اور ہدایت کی کہ اس کو خدمت میں لاؤ۔

دوست محمد خاں بندگی و اخلاص میں بلند مقام رکھتے تھے۔ سپاہی تھے بولے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جس شخص کی نیت و اخلاص میں آپ تکدر محسوس کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں کہئے اس کی گردن میں ڈوری ڈال کر حاضر خدمت کر دوں۔ جب یہ بات انہیں منظور نہ ہوئی۔ تو دوست محمد خان میر نظر علی کو موتی جھیل سے اپنے مکان میں لے آئے۔ اور اپنی امان میں رکھا۔

دو روز کے بعد نامعقولوں کے کہنے سے۔ نواب صاحب کو میر نظر علی کا استیصال منظور ہوا، دوست محمد خاں میر نظر علی کو نواب صاحب کے کہنے سے اپنی پناہ میں لائے تھے، عزت و مرتبہ والے آدمی تھے انھوں نے کہلا بھیجا کہ اسی روز کے لیے میں نے عرض کیا تھا کہ کسی آدمی کے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے، اس وقت آپ نے وہ بات نہیں مانی اب تو بندہ ان کے معاملے میں شریک ہے اور وہ میری حمایت میں ہیں۔

دونوں کی مسلسل گفتگو اور قیل و قال کے بعد، نواب صاحب میں چونکہ ذاتی جوہر نہ تھا پھر عنایت پر آمادہ ہوے، نواب احترام الدولہ، اور غلام حسین خاں عرض بیگی کو دوست محمد خاں کے گھر بھیج کر، تسلی اور دلاسا دے کر

میر نظر علی کو کرم ناسہ کی طرف سے واپس ہونے کی اجازت دے دی۔

پھر اپنے بزرگ چچا یعنی نواب شہامت جنگ کے مکان کو سرکاری تحویل میں ضبط کر لیا۔ جواہرات کے علاوہ چار کروڑ روپے اور چالیس لاکھ اشرفی نقد، اور کروڑ روپے کے سونے چاندی کے برتن دستیاب ہوئے۔ خزانے اور دوسرے سامان جو اطراف سے جمع ہوئے تھے وہ خدا ہی جانتا ہے اور وہی اس کا حساب لینے والا ہے۔ وہم اس کے اندازہ کرنے سے قاصر ہے۔ بنگالے کی یہ پہلی ویرانی تھی کہ چار دربار عالی شان، اور چار گھروں کی دولت ایک جگہ جمع ہو گئی، اور ملک کی قوت کو نقصان پہنچا۔

جب نواب صاحب کا دل مال جمع کرنے، اور چچی کے استیصال کے بعد مطمئن ہو گیا تو انہیں خود غرضوں کے کہنے سے جو ہمیشہ اس خاندان کی دولت کے تباہ کرنے کی فکر میں تھے۔ شوکت جنگ کے استیصال کے لیے پورنیہ کا ارادہ کیا، جبکہ شوکت جنگ کی زندگی کے چند روز باقی رہ گئے تھے۔ راج محل تک مسافت طے کی تھی کہ کلکتہ کو تاراج کر کے انگریزوں کو نکالنے کا خیال پیدا ہوا۔

نواب سراج الدولہ کی کلکتہ پر لشکر کشی اور اس سرزمین کی ویرانی

یہ چونکہ کاموں کی کامیابی اور مخلوق کی عقل و سمجھ کی واقفیت انہیں کو ہے جو تقدیر کے امور پر دست رس رکھتے ہیں۔ اور آیت کریمہ تعز من تشاءُ و تذل من تشاء۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ کسی کو کام کا نتیجہ معلوم نہیں ہے۔

بہت ایسا ہوتا ہے کہ نام و نمود کے لیے اپنے ہی سر کو برباد کرتا، اور امید خام میں عالم کا نظم و انتظام مفسدوں کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔

اس گفتگو کی تفصیل یہ ہے کہ نواب صاحب کے کان میں یہ بات پہنچائی گئی تھی کہ انگریز نہایت مستحکم برج بنا کر قلعہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اور یہ بھی بات کہی گئی کہ راجہ راج بلب کے بیٹے مع مال و اسباب بھاگ کر انگریزوں کے یہاں پناہ گزیں ہیں۔

جناب نواب صاحب نے پورنیہ کی لشکر کشی کے موقع پر، نرائن سنگھ ہرکارہ کو راجہ راج بلب کے بیٹے کو لانے اور قلعہ کو توڑنے کے لیے رخصت کیا تھا، نرائن سنگھ کلکتہ پہنچ کر، گورنر صاحب اور صاحبان کونسل سے جاہلانہ طور پر، ایسی حرکات سے پیش آیا جو ان لوگوں کے مقام و مرتبہ کے بالکل مناسب نہ تھی۔

انگریزوں نے اس کو کلکتہ سے نکال دیا۔ اور اپنے وکیل کو سرکار نواب میں بھیجکر ملتمس ہوئے کہ اگر ہم نے کوئی برج بنایا ہے تو حکم ہو ہم بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں کہ اس کے آثار کا بھی پتہ نہ رہے۔ اور جو کچھ کشن داس ولد راجہ راج بلب کے ذمہ واجب الادا ہے اس کے بارے میں حکم ہو تو ادا کر دیا جائے۔ لیکن اس کو آپ کے پاس بھیجنے میں جبکہ وہ میری پناہ میں آیا ہے ہم مجبور ہیں راجہ راج بلب کے لڑکے کے متعلق جو باتیں عوام سے راقم الحروف کو معلوم ہوئی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔

غرض نرائن سنگھ جس زمانے میں نواب صاحب راج محل میں خیمہ زن تھے۔ حضور میں آکر پگڑی سر سے اتار کر عرض کرنے لگا کہ اب ہم لوگوں کی عزت و آبرو میں کیا کسر باقی رہی کہ چند سوداگر کہ جو آبدست کرنے کی بھی تو گر نہیں ہیں۔ حاکم کے حکم کے جواب میں سفیر کو نکال باہر کریں۔ اور اسی قسم کی کتنی باتیں طعن و تشنیع کی اتنی کہیں کہ نواب صاحب کا مزاج لڑائی پر آمادہ ہو گیا ہے اور یہ جو کہا گیا ہے۔ قطعہ:

شور بختاں بہ آرزو خواہند　　　　مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　　چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ترجمہ: بدقسمتوں کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ باعزت تباہ و ذلیل ہوں دن کی روشنی میں اگر چمگادڑ کو نظر نہ آئے، تو آفتاب کا کیا قصور ہے۔

فخر التجار جو ایک مدت سے انگریزوں سے قلبی عداوت رکھتا تھا اور جناب عالی کی خدمت میں ایک مرتبہ (انگریزوں کے استیصال کے متعلق) عرض بھی کر چکا تھا، جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ اس وقت، وقت پر قابو پاکر، انگریزوں کی سرکشی و غرور کے بارے میں چند باتیں ایسی کہیں جو فتنہ و فساد کے شعلے کو بھڑکانے میں مددگار ہوئیں۔ اور نواب صاحب ان باتوں کو سنتے ہی انبوہ لشکر کے ساتھ راج محل سے چل کر سیدھے قاسم بازار میں کوٹھی کے پشت پر آکر ٹھہرے۔ اور رائے جگت سیٹھ کو راستے ہی سے خط لکھا تھا کہ انگریزوں کے معاملہ میں کوئی ایسی بات زبان پر نہ لائیں جس سے یہ اندازہ ہو کہ میرا ارادہ ان کے استیصال کا ہے۔ ورنہ مجھے رنج بہت ہوگا۔ میرا ارادہ، ان لوگوں کے نکالنے کا مستقل ہو چکا ہے۔ اور انہوں نے بھی اس خط پر پوری طرح عمل کیا اور ایک لفظ بھی اس قسم کا اپنی زبان سے نہ نکالا۔ مثنوی:

خلاف رائے سلطان رائے جستن　　　　بخون خویش باید دست شستن

اگر شہ روز را گوید شب است ایں　　　　بباید گفت اینک ماہ و پروین

ترجمہ: بادشاہ کی رائے کے خلاف رائے دینا، اپنے خون میں ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ اگر بادشاہ دن کو

رات کہے تو کہنا چاہئے کہ ہاں یہ چاند ہے اور یہ ستارے ہیں۔

جو انگریز کہ قاسم بازار کی کوٹھی میں تھے انھوں نے دروازے بند کر لیے اور بہت عجز و انکسار سے پیش آئے، معذرت کرتے رہے۔ جرمانہ دینے کو تیار ہوئے۔ لیکن معافی منظور نہ ہوئی۔ کیونکہ فخرالتجار نے کہہ دیا تھا کہ تین کروڑ روپیہ سرکار کو حاصل ہوگا۔ اور دو سو سے زیادہ انگریز کوٹھی میں نہیں ہیں۔

میر محمد جعفر خان بخشی گری کے لالچ میں، کیونکہ نواب صاحب نے ان سے وعدہ کر لیا تھا، فخرالتجار کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ نواب صاحب نے اس رقم کو مفت کی دولت سمجھکر، قاسم بازار کی کوٹھی سے ان چند آدمیوں کو نکال کر قید کر دیا، اور خود کلکتہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

میر محمد جعفر خان جو ایک مدت سے بخشی گری کے لالچ میں جی رہے تھے۔ عمر خان کو طلب کر کے اور اور میر محمد رضا خاں منظفر جنگ کو طلب کر کے جو ان دنوں میں کہتوہ کے فوجدار تھے ایک زبردست دستے کے ساتھ ہوگلی کی راہ سے سمندر کی طرف روانہ کر دیا۔ کہ اگر انگریز جہاز پر سوار ہو کر بھاگنا چاہیں تو اُن کو بھاگنے نہ دیں۔

اور خود بدولت نواب صاحب کشن نگر کی راہ سے کلکتہ میں داخل ہوئے۔ ایک فوج قاہرہ ان کے ساتھ تھی۔

انگریز صاحبان نے جب یہ دیکھا کہ ان میں مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو کوٹھی کو مضبوط طرح پر بند کر کے صلح یا جنگ کے لیے تیار ہوئے۔ بازاری قسم کے لوگ شہر میں داخل ہو کر لوٹ کھسوٹ کرنے لگے۔ لاکھوں روپے کا غلہ لوٹ لے گئے۔ اور مکانوں کو جلا دیا۔ اور فوج قاہرہ حکم کے بموجب کوٹھی کا محاصرہ کر کے اس کے خالی کرانے کی کوشش میں لگی۔

غلام حسین خان عرض بیگی جو نواب صاحب کی جانشینی کے شروع زمانے سے ہی ان اشعار کا مضمون عرض کیا کرتے تھے۔ قطعہ:

ابر اگر آب زندگی بارد — ہرگز از شاخ بید بر نخوری
با فرو مایہ کارزار مبر — کز نئے بوریا شکر نخوری

ترجمہ: ابر اگرچہ آب حیات برساتا ہے بید کی شاخ سے کبھی پھل نہ کھاؤگے۔ کمینوں سے جنگ نہ کرو بوریا کے نرکل سے شکر نہ کھاؤگے۔

مثنوی: تا دل دوستاں بدست آری — بوستاں را بہ زر فروختہ بہ
پختن دیگ نیک خواہاں را — ہرچہ رخت سرا است سوختہ بہ
با بد اندیش خود نکوئی کن — دہنِ سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

ترجمہ: دوستوں کی دلداری کی خاطر باغ کا بیج دینا ہی بہتر ہے۔ خیر خواہوں کی دیگ پکنے کے لیے گھر کا سامان بھی جلا دینا مناسب ہے۔ اپنے بد خواہوں کے ساتھ نیکی کرو۔ کتے کا منہ لقمہ دیکر بند کرنا ہی بہتر ہے۔

جب اس معاملہ میں ہر روز عرض کرتے رہے کہ ان لوگوں سے لڑائی مول لینی آگ کے شعلوں کو بھڑکانا ہے اس لیے عقل و احتیاط سے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے تو لشکر سے نکال دینے کا حکم نافذ ہوگیا۔ زین الدین بکاول کہ وہ بھی اس ہنگامے کو منع کرتا تھا وہ بھی نکالا گیا۔ اسی طرح مرزا حبیب بیگ اور میر ماشاا للہ جو از راہ خیر اندیشی صلح کی بات کیا کرتے تھے۔ انکو بھی بزدل قرار دیکر فوج سے نکالا گیا۔ **قطعہ:**

حرامش بود دولت پادشاہ   کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ

مجال سخن تانہ بینی بہ پیش   بہ بیہودہ گفتن مبر قدر خویش

ترجمہ: آرام و آسائش کے وقت جو بادشاہ سمجھ سے کام نہیں لیا اس کے لیے بے فائدہ ہے۔ جب گفتگو کا موقع تم کو نہ ہو فضول بول کر اپنی عزت برباد نہ کرو۔

چند دنوں تک لڑائی کی آگ بھڑکتی رہی اور اس حد تک پہنچ گئی کہ قریب تھا کہ کوٹھی کی مضبوط و مستحکم دیوار کھل جائے انگریز صاحبان نے دیکھا کہ مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ اور صلح سے بھی مایوس ہو چکے تھے۔ اس لیے جہاز پر بیٹھ کر سمندر کی طرف روانہ ہو گئے اور چند انگریزوں نے فرار کی راہ اپنا کر، انتہائی غیرت کی وجہ سے خودکشی کر لی اور چند تقدیر کے مارے قید بھی ہوئے۔

نواب مظفر جنگ جو فوجی دستے کے ساتھ بھاگنے والے جہازوں کو روکنے کے لیے دریا کے کنارے ٹھہرے ہوئے تھے، کچھ نہ کر سکے۔

فخر التجار نے جو بات کہی تھی کہ کلکتہ کی غارت گری سے تین کروڑ روپے سرکار عالی کو ہاتھ لگیں گے سچ تو یہ ہے کہ اس کی گنجائش تھی، لیکن سوداگروں اور مسلم و کافر کے اموال سب کے سب بازاریوں کے ہاتھوں برباد ہوئے۔ فقط بدنامی سرکار کو حاصل ہوئی۔ اور خاص نواب صاحب کا حصہ جو کوٹھی کے مال کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے نقد روپے اور عمدہ قسم کی اشیا جو کچھ موجود تھیں وہ سب اپنے ساتھ صاحبان انگریز جہاز پر اٹھالے گئے۔ کوٹھی کا جو مال بقبضۂ سرکار ضبط ہوا، ان میں متوقع رقم کی گنجائش نہ نکلی۔ نواب مظفر جنگ جو جہاز کے روکنے میں ناکام ہوئے اس جرم میں کتوہ کی فوجداری سے معزول کر دیئے گئے۔ اور میر محمد جعفر خان جنہوں نے بخشی گری کی امید میں کوٹھی کی تسخیر میں بہت سرگرمی دکھائی تھی۔ بخشی گری کے

منصب پر سرفراز ہوئے۔

کلکتہ کی قلعہ داری راجہ مانک چند کو تفویض ہوئی، جن کو قدرت نے نظم ونثر، بہادری، مردانگی اور خوش اخلاقی قدرے عنایت فرمائی تھی۔

اس کے بعد (نواب سراج الدولہ) کلکتہ کا نام علی نگر رکھ کر اپنے پایہ تخت کی طرف کشتی کے ذریعہ روانہ ہوئے۔

روانگی کا وہ منظر جبکہ نواب موصوف فتح وظفر کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے ہیں اس کی تعریف وتوصیف کے لیے راقم الحروف سمندروں کی روشنائی، درختوں کے پتوں کے ورق، اور نیستاں زار (نرکل) کے قلم بنائے جب ہی ممکن ہے کہ اس کی تعریف وتوصیف کر سکے۔ میں کیا لکھوں یوں سمجھئے گویا ایک گلشن ہے جو دریا کی سطح پر رواں دواں تھا، ایک پری خانہ تھا جو پانی پر ابھر آیا تھا۔ کیسی کیسی سنہری کشتیاں طرح طرح کے طلائی گل وبوٹوں سے آراستہ، کہ ان کے نقش ونگار کو دیکھئے تو مانی اور اس کا نقش بھی حیران رہ جائے۔ پانچ سو کے قریب زردوزی کے بنے ہوئے شاہانہ فرش، نقار خانہ، اور دوسرے زیبائی کے سامان، پورے جاہ وجلال اور انتظام کے ساتھ انبوہ در انبوہ۔ دریا کے کنارے صف بستہ افواج کھڑی سلامی دے رہی تھی۔ اگر غور کی نگاہ سے دیکھئے تو کسی گذشتہ سلاطین اور زمانہ ماضیہ کے حکام میں جو سرزمین بنگالا سے وابستہ رہے ہیں حتیٰ کہ شاہ شجاع جنکی عیش وعشرت آفاق میں مشہور ہے، کشتی کی ایسی شاہانہ سیر، ان تمام لوازم شاہی کے ساتھ، جس پر بارہ لاکھ روپے سالانہ خرچ ہوتے تھے۔ کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی۔

الغرض اس طرح راہ طے کرتے ہوئے، بالکل اس طرح جیسے آفتاب اپنا سفر طے کرتے ہوئے، بیت الشرف میں داخل ہوتا ہے موصوف اپنی پائیگاہ میں داخل ہوئے۔ اور عیش ونشاط کی خوب خوب ہنگامہ آرائی رہی۔ منصور گنج کی حویلی میں جشن کا وہ انتظام تھا کہ جنت کے بسنے والے بھی دیکھ کر دنگ رہ گئے ہوں گے۔ یہیں خاص وعام انعامات وخطابات سے سرفراز فرمائے گئے۔ حکومت کے تمام اہم امور چھوٹے سے بڑے تک تقرری، برطرفی، یہ سب راجہ موہن لال کو دیئے گئے۔ اور طرح طرح کی نوازشات سے نوازا گیا جب راجہ مذکور ہر کھول موند، بست وکشاد پر مختار مطلق ہو گئے تو جناب عالی کی بارگاہ کے مقربین کا جیسا کہ چاہئے تھا احترام نہ کیا، اور بے ادبانہ سلوک روا رکھا۔

جناب عالی کے عہد کے پیشکار جنکے سامنے کل ریاست کے باوجود انکی حیثیت نوکر کی ہوتی تھی۔

وہ لوگ جیسے مہاراجہ دلّب رام، رائے رایاں امید رام اور راجہ سکت سنگھ دل شکستہ اور آزردہ خاطر ہو گئے۔ میر محمد جعفر خاں کی معرفت عمر خان کی طلبی کا فرمان بھیجا گیا تھا کہ دل جمعی سے اس طرف روانہ ہو جائے کیونکہ جس زمانے میں کہ جنت البلاد بنگالہ پایۂ تخت بنا ہوا تھا۔ خان موصوف پابوسی سے سرفراز ہوئے تھے اور اپنے مقاصد کی کامیابی کی بنا پر فخر سے سر اونچا رکھتے تھے۔

۱۱۷۰ھ میں جناب عالی کی وصیت اور حکم سے نواب شوکت جنگ پورنیہ کی مسند حکومت پہ بیٹھے۔ نواب سراج الدولہ کے راج محل تک آنے کی خبر سے ان کو اندیشہ ہوا، اور کچھ وہم میں مبتلا ہوئے۔ احتیاط کے طور پر، باوجود کہ قریب کے راستے بند تھے۔ چھ، سات ہزار سوار، اور چودہ پندرہ ہزار پیادے جمع کر لیے۔ جوانی کے غرور، لڑکپن، ناتجربہ کاری کی بنا پر شیخ جہاں یار کے منع کرنے کے باوجود، حال آنکہ وہ ایک عمدہ سردار، صاحب عقل زیرک و دانا تھے، ان کی باتوں کو نہ مان کر سراج الدولہ کی فرمانبرداری سے سر پھیر لیا، اور ان کے احکام سے سرکشی کر کے مخالفت پر کمر کس لی۔ میر معلی خان اور مرزا حبیب بیگ کے آنے کے بعد فتنہ و فساد کا شعلہ آسمان تک پہنچ گیا۔ اور مخالفت کی آگ نے صلح کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ یہ دو آدمی جب مشورہ میں شریک ہوئے تو انھوں نے کہا کہ کام سے پہلے نتیجہ کو سوچ لینا چاہیئے۔ اور مآل کار پر نظر نہ کر کے کچھ کرنا اچھا نہیں ہے۔ اور اس سلسلے میں اپنی پیش آمدہ حکایتیں بھی بیان کیں مگر وہ ان کے حوصلے میں سمانے والی نہیں تھیں۔ چونکہ نواب شوکت جنگ کے مزاج میں سختی اور تیزی بہت زیادہ تھی اس لیے اور بھی بدخلقی اور بدمزاجی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ بے سبب اُدونت ہزاری کو، جو ایک معتبر شخص تھا، رنجیدہ کر کے پورنیہ سے نکال دیا بے وجہ، بے سبب سیف خان کے بیٹے روح الدین خان کے گھر پر پولیس بھیج کر اپنے سے بیزار کر لیا۔ نواب سراج الدولہ کا انتظار کیے بغیر، میر معلی خان کو للئی ہزاری اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ مالدہ اور پورنیہ کے قرب وجوار کی آبادی کو قبضہ میں لانے کے لیے متعین کیا۔

خان مذکور، منیہاری تک جو پورنیہ فوجداری کی سرحد ہے، گئے مگر آگے بڑھنے کی ہمت نہ پا کر، للئی ہزاری کی آزردگی کو تمہید بنا کر، ایک عرضی ہزاری کی ناخوشی کے متعلق ارسال کی کہ ہزاری کی بے اتفاقی کی وجہ سے سرحد بنگالہ تک پہنچنے میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اب یہ واقعی اس کی غلط فہمی کہیئے یا بیوقوفی کہ عرضی میں جہاں پناہ کا القاب لکھا ہے۔

جب نواب شوکت جنگ نے تہدیدی پروانہ ہزاری کو لکھا کہ ہر حکم خواہ بجا آوری کا ہو یا ممانعت کا

میر معلی خان کی طرف سے ملے اس کی بجاآوری ویسی ہی واجب اور ضروری ہے۔ جیسی میرے حکم کی بجاآوری ضروری ہے۔ بال برابر بھی اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔

رائے ہزاری نے جو دو ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں کا رسالہ دار تھا، اور اپنے قوت بازو پر مغرور بھی۔ عنایت نامے کے جواب میں عرضی لکھی۔ جس کا مضمون یہ تھا، کہ سرکار، رائے تورہ کی معرفت غلام کے پاس نشان کا ہاتھی بھجوا دیں وہی میرے واسطے کافی ہے، تاکہ ان کی ہم رکابی میں بنگالہ کی طرف روانہ ہو جاؤں تاکہ جہاں خدا نے چاہا ہے خود کو پہنچا دوں۔

اس خط کے آنے کے بعد نواب شوکت جنگ کا دل جو پہلے کبیدہ تھا ہی، خط کی عبارت بھی ایسی تھی کہ جو بالکل فارسی نہ تھی اور بھی کبیدہ ہوگیا اور ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ہمسری کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ نواب صولت جنگ نے اس کو اپنا فرزند کہا تھا مجھ سے نشان کا ہاتھی مانگ رہا ہے اور میرے فرمان سے سرتابی کرتا ہے اور میر معلی خان کی سرداری قبول نہیں کرتا۔ آزردہ خاطر ہو کر دونوں شخصوں کو فوج کے ساتھ اپنی خدمت میں طلب کیا۔ جب خدمت میں حاضر ہوئے تو ہزاری کو سلام کی اجازت نہ دی۔ اور فرمایا کہ میں خود سوار ہو کر جاؤں گا اور اس مکار و غدار کے سر سے اس کا غرور نکالوں گا۔ رات کے وقت معلی خان نے اس مقولے کے مطابق۔ بیت:

بے وجہ و سبب میزند آتش بہانے	بدطینت اگر عمر شرر داشتہ باشد

کچھ ایسی باتیں کہیں کہ دوسرے لوگ ہرچند کہتے رہے۔ بیت:

مبارزان جہاں پشت دشمنان شکنند	تراچہ شد کہ ہمہ قلب دوستاں شکنی

(شوکت جنگ نے) کچھ نہ سمجھا۔ دوسرے روز کہ ابھی عالم تاریک دانشمندوں کے دل کی طرح نورانی ہی ہوا تھا کہ پو پھٹتے ہی سواری کا انتظام کیا، اس وقت بھی سپہ سالاروں نے بہت کچھ کہا اور عرض کیا۔ یہاں تک کہ ہزاری کے لڑکوں کو خدمت میں حاضر بھی کردیا۔ پھر یہ بھی عرض کیا کہ چھ سات ہزار آدمیوں کو ایسے وقت میں بددل کرنا مناسب نہیں ہے۔ کچھ بھی اس پر دھیان نہ دیا۔ میر معلی خاں کو اپنے ہمراہ لے کر ہزاری کے قتل کے لیے روانہ ہوگیا۔

ہزاری مذکور پوری قوت وقدرت کے باوجود محض نمکخواری کا پاس کر کے اپنے لوگوں کو گھر سے نکلنے سے منع کردیا۔ اور خود ہندوستان کے رسم وقاعدے کے مطابق سینہ کھولے ہوئے گھر سے نکل کر ایک

تخت پر بیٹھ کر ناریل کا حقہ پینے میں مشغول ہو گیا۔

جب نواب شوکت جنگ تمام فوج کے ساتھ اس کے مکان میں داخل ہوئے۔ میر سلطان خلیل رسالہ دار، ہزاری سے ملاقات کر کے اس کو ہاتھی پر بٹھا کر خدمت عالی میں لائے۔ وہاں بھی کوئی سفارش اس کے حق میں نہیں سنی گئی کہ دو تین دن قید میں رکھ کر پورنیہ سے نکال دیا۔ اور اس کی رسالہ داری اپنے مصاحبوں میں سے کسی ایک کو دی۔ یہ حرکت ہر بڑے چھوٹے کے نفرت کا ذریعہ بنی۔

اس ہنگامہ کے چند دنوں کے بعد، نواب سراج الدولہ کی فوج کے عبور دریا کی خبر ملی۔ میر معلی خان کے کہنے سے خود مالدہ کے تاخت و تاراج کی طرف متوجہ ہوا، اور مالدہ کے قریب کے اکثر دہات کو ویران کر کے جب حیات پور میں خیمہ زن ہوا، تو مرزا حبیب خان نے خلوت میں کہا کہ تمام سردار تم سے نالاں ہیں تم کو پکڑ لینے اور اٹھا دینے پر اتفاق کر چکے ہیں۔ نواب شوکت جنگ نے بطور معذرت زبان کھولی اور ہر ایک سردار سے آزردگی کا سبب دریافت کیا، اور جو کچھ مرزا حبیب خان نے کہا تھا، مجمع میں بیان کر دیا۔ ان میں سے شیخ جہاں یار ـــــ جو عمدہ سرداروں میں تھے۔ ذوالفقار کی قسم کھا کر کہا، کہ آپ کو گرفتار کرنے میں ایسے وقت میں ہم لوگوں کی بدنامی ہے۔ ہاں آپ کی ناپسندیدہ باتوں سے البتہ آزردہ خاطر ہیں۔ چند کمینے جو اپنے تقرب کے لیے اس قسم کے کلمات اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ فتنہ و فساد اور ہنگامہ کا سبب بنتے ہیں سخت حیرانی ہے کہ معاملہ کہاں تک پہنچائیں گے۔ اور ان کے حسد کی آگ کب بجھے گی۔

نواب شوکت جنگ نے سرداروں کی دلجوئی کے لیے مرزا حبیب خان کو نہایت بے آبروئی سے مجلس سے باہر نکال دیا۔ اور خود بھی حضرت امام علیہ السلام کے فاتحہ کے لیے تمام سرداروں کے ساتھ پورنیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

نواب سراج الدولہ، شوکت جنگ کی روگردانی اور اپنی نصیحتیں اس کے حق میں بے اثر دیکھ کر شکایت کرنے والوں کے کہنے کی بنا پر، جناب عالی کے تمام سرداروں سے بدگمان ہو کر مہاراجہ رام نرائن کو عظیم آباد سے مدد کے واسطے بلوایا۔ اور خود بھی چودہ محرم ۱۱۷۰ھ میں ایک مبارک ساعت میں پورنیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

نواب شوکت جنگ اس خبر کو سننے کے بعد شیخ جہاں یار اور شیام سندر بخشی توپ خانہ کو ہاتھی گھوڑے دیکر خوش کر کے۔ میدان جنگ کو درست کرنے اور سرنگ باندھنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اور خود بھی انیسویں محرم سنہ مذکور میں ہاتھی گھوڑے خلعت اور جواہرات کی بخشش سے تمام سپاہیوں کی دلجوئی کر کے شہر سے نکلے۔

پانچ، چھ سال سے کہ ناچ دیکھنے میں تمام رات رہا کرتے تھے، مقابلے اور لڑائی کے روز بھی اپنے غیر مربوط اوقات سے دست بردار نہ ہوئے۔ بائیسویں محرم جبکہ جنگ کا ہنگامہ گرم تھا، ایک پہر دن تک نہایت آرام سے سوتے رہے۔ تکیہ سے سر اٹھا کر سرنگ کی طرف جب جانے کا ارادہ کیا، پہر بھر دن باقی تھا کہ سرنگ کے قریب پہنچے۔ شیام سندر بخشی اور شیخ جہاں یار کو حکم دیا کہ سرنگ سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں نواب سراج الدولہ کا لشکر اسی وقت اس میدان میں پہنچا تھا۔

الغرض شیام سندر بخشی پہلے سرنگ سے نکلے اور بندوق کے ذریعہ مقابلہ شروع کیا۔ شیخ جہاں یار جو ایک جہاں دیدہ دنیا کے سرد و گرم کو چکھے ہوا تجربہ کار شخص تھا۔ کہلا بھیجا کہ پہر دن باقی ہے۔ اب لڑائی کا وقت نہیں ہے۔ لوگ بھی راہ کی تھکاوٹ سے آرام نہ لے سکے ہیں۔ بلکہ بہت لوگ تو اب تک پہنچے بھی نہیں ہیں۔ شیام سندر کو بھی میدان سے واپس لے آیا۔ آج شب موقوف رکھیں کل صبح سویرے جو منظور خدا ہے وہ ہوگا لیکن بالآخر نہایت تلخ و تیز احکام آنے کی وجہ سے زندگی سے تلخ ہوکر لڑائی کی طرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ لڑائی کی جگہ نہ دیکھی تھی۔ اور یہ ان کا قصور ہے کہ چار پانچ دنوں سے یہاں تھے اور لڑائی کی جگہ کی کچھ کھوج خبر نہ لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ہی حملے میں تمام فوج کے ساتھ دلدل میں غرق ہوگیا۔ نیز ایک گولی بھی آئی جس سے اس کا داماد ہاتھی سے گر پڑا، اور اکثر آدمی اسی جگہ تباہ و برباد ہوکر بھاگ نکلے۔ اور معدودے چند سرداروں نے انتہائی خرابی کے ساتھ اُس دلدل سے نکل کر کچھ لوگوں کو جمع کرنے کے لیے بہادری کا مظاہرہ کیا۔ چند آدمی جو دشمن کے توپ خانہ کے پیادے تھے۔ پیش قدمی کرکے لکڑی کے گھیرے کے سامنے آکر بندوق چلانی شروع کی، بندوق کی گولی سے وہ چند آدمی۔ کارگذار خاں بخشی اور محمد سعید خان ابوتراب خاں کے لڑکے، اور لوہا سنگھ ہزاری اور دوسرے سردار خاک پر ڈھیر ہوگئے۔ اور اسی درمیان میں کہ دوست محمد خاں اور عمر خاں ان کے مقابلے کے لیے آئے۔ شیخ جہاں یار اپنے داماد کے مارے جانے کی وجہ سے ڈر کر ہاتھی سے اتر آئے اور بھاگ نکلے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خود بھی گولی کھائی تھی۔ اور ان کے نواسے شیخ عبدالرشید نے ایک سوار شیخ عالم علی نامی کے ساتھ مل کر کچھ بہادری دکھائی مگر تھوڑی ہی کوشش کے بعد جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ جان باز بیگ خان اور میر معلیٰ خان تمام سپاہیوں کے ساتھ بھاگ نکلے۔ لیکن میر سلطان خلیل کہ مرد بہادر اور دلاور تھے فیل بان کے مارے جانے کے باوجود، لڑائی پر نظر رکھتے ہوئے پہلے چند بندوقیں جو ان کے پاس تھیں خالی کیں۔ اس کے بعد تیر و کمان پر ہاتھ رکھا اور دشمن کو دفع کرتے رہے۔

جب حریف بالکل ہاتھی کے نزدیک پہنچ گئے تو نیزے سے دشمن کو دفع کرنے میں مشغول ہوئے۔ آخر جب دشمن ہجوم کر کے ہاتھی کے پاس پہنچ گئے اور چاہا کہ ہاتھی پر چڑھ آئیں تو تلوار ہاتھ میں لے کر کئی آدمیوں کو بلندی سے پستی میں پہنچا دیا۔ ان میں سے ایک جوان کے ہودج پر چڑھ آیا تھا، اس سید صحیح النسب نے خنجر آبدار سے خود اپنے قاتل کو موت کا ناگوار شربت پلا دیا۔ اب کہ خود بھی کوئی حالت باقی نہیں رہی تھی بے ہوش ہو گئے۔ دوست محمد خان ان کی بہادری پر وجد کرتے تھے۔ اور دشمنوں سے ان کو بچا بھی رہے تھے۔ اس وقت اِن کا ہاتھی میدان جنگ سے نکل آیا اور اپنے آقا کو ان کے گھر پہنچا دیا۔ دو روز کے بعد ان کی روح پاک بہشت کے منازل کی سیر سے مسرور ہو رہی تھی۔

مرزا حبیب خان اور ہدایت علی خان کے بیٹے علی نقی خان جو ڈٹ کر مقابل میں کھڑے تھے، بھاگ نکلنا اپنے لیے باعث شرم سمجھا، زمانے کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان کا قصور یہی تھا کہ جنگ کے میدان میں کھڑے رہے تھے، عالم حیرت میں رہے ان کا ہاتھ جنگی آلات پر دشمن کے مقابلے میں نہ پہنچا۔

نواب شوکت جنگ کے بائیں ہاتھ کی طرف کہ شیام سندر بخشی توپ خانہ دستی کے داروغہ مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے، بندوق کی گولی لگنے کی وجہ سے روشن دن ان کی نگاہ میں اندھیرا ہو گیا، زندگی کی صبح موت کی شام میں تبدیل ہو گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک نئے انداز سے وہ جنگ کر رہے تھے۔ دو ہاتھیوں کے ہودجوں میں سونے چاندی کی زنجیریں بھر رکھی تھیں عین اس وقت کہ بندوق کی گولیوں کا مینھ برس رہا تھا، دو زانو بیٹھے ہوئے تھے، اور جس پیادے سے بھی ذرا تردد کا اظہار ہوتا، ایک زنجیر اس کو دے دیتے۔

جب میمنہ شیام سندر اور میسرہ جہاں یار خاں سے خالی ہو گیا تو میر مردان علی متن لال دیوان اور بعض دوسرے لوگ جو نواب شوکت جنگ کے ہراول میں تھے، مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے۔ نواب شوکت جنگ کے بھائی جسارت خان نے بھی فوجی دستے کے ساتھ کنارہ کشی اختیار کی ان کے دوسرے بھائی مرزائی صاحب توپ کے گولے سے زخمی ہو گئے۔

اب نواب اپنے چھ سات سواروں کے ساتھ اپنی ذاتی شجاعت جو اس خاندان کا خاصہ ہے۔

بیت: در آمد بمیداں چو غرندہ شیر نہنگے بکف اژدہائے بزیر

میر جعفر خان کے مقابلے میں پامردی سے جمے رہے۔ جو لوگ ساتھ میں تھے انھوں نے جب بھاگ نکلنے کی ترغیب دی تو جواب میں کہا۔ کہ موت سے بھاگنا کوئی ترقی نہیں ہے۔ بیت:

بنام نکو گر بمیرم رواست   مرانام باید کہ تن مرگ راست

آخر بائیں ابرو پر گولی لگنے کی وجہ سے تخت حکومت کے بدلے میں تختہ تابوت کو قبول کرلیا۔ انہیں پانچ چھ آدمیوں نے لاش کو پورنیہ پہنچایا، اور نواب شوکت جنگ کی دستار جواب مٹی میں مل چکی تھی۔ لوگ بطور ہدیہ سراج الدولہ کی خدمت میں لے گئے، جو ابھی ایک میل دور میدان جنگ سے کھڑے تھے۔ اور شیخ بہادر نارنولی جو نواب شوکت جنگ کے قدیم نوکر تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں پہلے ہی سے زخمی تھے اور اختیار میں نہ تھے اس لیے ان کو بال بچوں کے پاس سرنگ ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا، نواب کو مقتول دیکھ کر سرنگ سے نکلے دو سو سوار کے ساتھ معرکہ جنگ میں پہنچے، ہمراہی سواروں کے بھاگ جانے کے بعد خود ہاتھی سے گر کر جاں بحق ہوئے۔ اور یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ وہی ایک شخص میدان جنگ میں مدفون ہوئے۔

نواب سراج الدولہ نے فتح کے بعد راجہ موہن لال کو ملک کے بندوبست اور مال کی ضبطی کے لیے پورنیہ روانہ کیا۔ اور ان کے ہمراہ میر کاظم علی رسالہ دار، اور بال کشن ہزاری، اور کشور خان کو توال اور مرزا زین العابدین بکاول کو روانگی کے لیے متعین کیا گیا۔ اور راجہ رام نرائن کو بے پایاں نوازشوں سے نوازہ گیا، اس کے بعد عظیم آباد جانے کی اجازت دے کر روانہ کر دیا گیا۔

عمر خان اور مرزا غلام علی بیگ کو میر محمد جعفر خان کی دوستی کے جرم میں سرکاری مجرم سمجھ کر نوکری سے برطرف کر دیا گیا۔ اور پوشیدہ طور پر راجہ رام نرائن کو حکم دیا کہ ان کو سخت قید میں بند رکھو۔ اور خود زرنگار کشتیوں پر بیٹھ کر بادل کی طرح فضا میں سایہ بکھیرتے ہوئے گلنار ابراہیمی کے ساتھ، دشت دشت کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اپنے دولت واقبال کی جگہ لوٹ گئے اور اپنے شہر میں داخل ہوئے۔

دوست محمد خان کی سعی و سفارش سے مرزا حبیب خان اور علی نقی خان کو تھوڑی توہین کے بعد شہر بدر ہونے کا حکم دیا۔

مہاراجہ موہن لال پورنیہ پہنچ کر، شوکت جنگ، اور صولت جنگ کے مال و اسباب کی تلاش میں سخت کوشش کر رہے تھے، جب یہ بات محقق ہوگئی کہ شوکت جنگ نے اپنی زندگی ہی میں جو کچھ ان کے پاس تھا، لوگوں میں تقسیم کر چکے تھے، گھر میں کچھ نہ چھوڑا تھا، تو اب ان کے عزیزوں اور قرابت مندوں

کو پکڑنا شروع کیا، اور ہر شخص سے جو کچھ دستیاب ہوا بحق سرکار ضبط کر لیا۔

میر معلی خان اور سنجر علی خان، آقا میرو، اور میر عبدالحی اور محمد علی کو قید کر کے ایک ماہ کے بعد دربار میں بھیجدیا۔ سنجر علی خان کے سوا تمام دوسرے لوگوں کی ناک تیر سے چھید کر تیر سمیت اونٹ پر بٹھا کر شہر میں تشہیر کے لیے گشت کرایا گیا۔ پھر حبس دوام کے لیے عظیم آباد بھیجدیا گیا۔ یہ راقم الحروف انیس[19] دنوں تک قیدیوں کے ساتھ قید رہا، پھر نواب صاحب کی والدہ اور ہمشیرہ کی سفارش سے نجات ملی۔ تو موہن لال سے کشتی وغیرہ حاصل کر کے حکم کے بموجب مرشدآباد روانہ ہو گیا۔ چند روز ڈر، خوف کی وجہ سے راج محل میں ٹھہرا رہا پھر ہرکاروں نے گھر پہنچا کر والد مغفور سے میرے پہنچنے کی رسید لی اور اسی قصور کی بنیاد پر گھوڑا گھاٹ کی فوجداری اس فقیر سے لیکر میر روشن علی خان کو دے دی گئی۔ جو ان کے خاص توپخانہ کے داروغہ تھے۔

مہاراجہ موہن لال پورنیہ کے بوڑھوں کی آدم کشی سے (جن کے جیالے موت کی گھاٹ اتر چکے تھے) خود بھی ضعف کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اپنے لائق فرزند کو ملک کے بندوبست کے لیے پورنیہ میں چھوڑ کر خود مرشدآباد روانہ ہو گئے۔

مہاراجہ رام نرائن حکم کے بموجب، مرزا غلام بیگ، مرزا حکیم بیگ اور احمد علی خاں اور حسن علی خاں یہ لوگ شہر بدر کیے گئے اور میر معلی خان وغیرہ کو عین شہر میں قید کر دیا۔ اور انکے اسباب ضبط کر لیے گئے۔ عمر خاں اور ان کے دو بیٹے دلیل خان اور اصالت خاں، سات سو سواروں کے ساتھ جعفر خان کے باغ میں محاصرہ کر کے قید کیے گئے۔ یہ تمام قیدی نواب سراج الدولہ کے قتل کے بعد قید سے چھوٹے مگر عمر خان نے زندگی سے تنگ آ کر جعفر خان کے باغ کے مقابلے میں اس جہاں کے باغ کو پسند کر لیا اور منزل ہستی سے اپنا اسباب حیات اٹھا لے گئے۔

غلام حسین خان عرض بیگی جو انگریزوں کے حق میں سفارش کرنے کی وجہ سے کاروبار سے معزول کر دیئے گئے تھے، اور خانہ نشیں ہو گئے تھے ان کو اس سفر کی واپسی کے بعد نہایت بے عزتی سے قید کر کے اُن سے تین لاکھ روپے وصول کیے گئے۔ پھر بیگمات کی سفارش سے چھوٹے اور گھر جانے کی اجازت ملی۔

شوکت جنگ کے بھائیوں اور ان کے گھر کی خواتین کو جہانگیر نگر بھیج کر قید کر دیا۔

ابھی دو مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ انگریزوں کے جہازوں کے پہنچنے کی خبر ملی۔ قطعہ:

مسکین خر اگرچہ بے تمیز است — چون بار ہمی برد عزیز است
گاوان و خران بار بردار — بہ از آدمیان مردم آزار

انگریزوں کا دوبارہ آنا، کوٹھی پر قبضہ کرنا اور پہلی بار نواب سراج الدولہ کی شکست

یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ اس طرف چند برسوں سے انگریز اور فرانسیسی آپس میں جنگ و جدال میں مبتلا ہیں۔ فرانسیسیوں نے فریب سے، جو خاص ٹوپ پہننے والوں کا شیوہ ہے۔ مندراج کی کوٹھی پر جو انگریزوں سے تعلق رکھتی تھی قبضہ کر لیا اور اکثر انگریزوں کے مال کے جہازوں کو پکڑ کے اپنے تصرف میں لے آئے تھے، اس خبر کے ملنے کے بعد جنگی جہازات فوج کے ساتھ، فرانسیسیوں سے مقابلہ اور جنگ کے لیے انگریز ولایت سے پہلچری میں آئے ہوئے تھے مگر معاون فوج اور کرنیل اور فرانسیسی کونسل کے اختلاف کی وجہ سے انگریز غالب آ گئے۔ اور پہلچری کی کوٹھی کو جو فرانسیسیوں کی عمارت تھی بالکل زمین کے برابر کر دیا۔

۱۱۷۰ھ میں جبکہ کلکتہ کی ویرانی اور انگریزوں کے مارے جانے کی خبر مندراج پہنچی تو آثر مراز ایک جنگی جہاز اور کرنیل کلیپ ثابت جنگ ایک فوج کے ساتھ جس میں گورے کالے سب ہی تھے۔ بنگالے کی طرف متوجہ ہوئے۔

راجہ مانک چند انگریزوں کی فوج کو دیکھتے اور یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ اس سے مقابلہ اپنے حوصلے سے باہر ہے، فرار کی شرم کو بالائے طاق رکھ کر نکل بھاگے۔ اور آثر مراثر بے جنگ کی آگ بھڑکائے کلکتہ میں داخل ہو گئے۔ اور مصالحت کا پیغام نواب سراج الدولہ کے پاس بھیجا۔ یہ راجہ مانک چند کے شکست کی خبر سنکر غصے میں آ گئے۔ اس موقع کو بھی پہلے موقع کی طرح سمجھتے ہوئے بلا توقف لڑائی پر آمادہ ہو گئے

رباعی: بہ لطافت چو بر نیاید کار — سر بہ بیحرمتی کشد ناچار
ہر کہ بر خویشتن نہ بخشاید — گر بہ بخشد کسے برو شاید

چند جوٹھا خوروں کے ساتھ، جو میراث خوروں سے بدرجہ بدتر ہوتے ہیں کلکتہ پہنچے، کوٹھی کے قریب ہی باغ میں جو سکونت کے لائق نہیں تھا اپنے خیمہ کے لیے مقرر کیا۔ معرکہ آرائی کے لیے سب سے پہلی چیز جو لڑنے والوں کے لیے ضروری ہے وہ نہیں کی۔ فوج کے سرداروں نے خاص کر میر محمد جعفر خان ہر چند التماس کرتے رہے کہ یہ جگہ خیمہ زنی کے لائق نہیں ہے دوسرے سر راہ ہے، اور شبخوں مارنے میں۔ یہ ٹوپ پہننے والے مشہور و معروف ہیں لیکن بات نہ مانی اور گھمنڈ میں وہیں آ کر سکونت اختیار کی۔

بیت : چو تیرہ شود مرد را روزگار ہماں آں کند کش نیاید بکار

یعنی جب قسمت بگڑتی ہے تو وہی حرکت کرتا ہے جو اس کو مضر ہوتی ہے۔ انگریز صاحبان اپنے ضابطے اور قاعدے کے مطابق مکاری سے اپنی فوج کو آگ پانی کے کرے یعنی جہاز میں محفوظ کر کے چند آدمیوں کو وکیل بناکر لشکر کی طرف بھیج کر فوج کے آنے کا قاعدہ اور آمدورفت کی راہ کو معلوم کرلیا۔ اور رات ہی رات شب خوں کے لیے جہاز سے اتر آئے۔ یہاں تمام لشکر سردار کی نااہلی کی وجہ سے بدقسمتوں کے بخت کی طرح سویا ہوا اور خواب غفلت میں پڑا ہوا تھا۔ لشکر میں داخل ہو کر "حیّ علی الیورش" (جنگ کی طرف آؤ) کا نعرہ بلند کردیا، تمام لشکر پریشان و مضطرب ہوگیا۔ نعرے کی آواز سُنکر، اور اپنے آپ میں مقابلے کی طاقت نہ پاکر، اسی آدھی رات میں آدھے سے زیادہ آدمی بھاگ کھڑے ہوئے۔

دوست محمد خان اپنے خیمہ میں اور خواجہ عبدالہادی خان جو نواب صاحب کی خدمت کے لیے چلے تو راہ میں زخمی ہوئے اور محمد ایرج خان بہادر، جب انگریزی فوج ان کی طرف متوجہ ہوئی تو ننگے سر ننگے پاؤں بھاگ کر نواب صاحب کے پاس پہنچے اور اس وقت کی تدبیروں میں شریک ہوئے۔ چونکہ جاڑے کا موسم تھا پہر بھر دن تک اس طرح اندھیرا اور شبنم کا غبار بہ شکل کہر چھایا رہا کہ کوئی کسی کو نہ پہچانتا نوکر اپنی حالات کی مجبوری کی وجہ سے اپنے احوال آقا تک نہیں پہنچا سکتے تھے۔

انگریز صاحبان پوری دلجمعی کے ساتھ تمام لشکر میں گھوم رہے تھے۔

کہر چھٹنے کے بعد راجہ مانک چند کوٹھی تک گئے، لیکن کسی کو نہ پاکر ناکام و نامراد واپس ہوئے۔

پھر تمام سردار جمع ہوئے اور معذرت کر کے کہنے لگے، اسی دن کے لیے ہم نے کہا تھا کہ یہ جگہ ٹھہرنے کے لیے مصلحت کے خلاف ہے۔ بزرگوں کا قول ہے ؎

چو کردی با کلوخ انداز پے کار سر خود را بنادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روی دشمن حذر کن اندر آماجش نشستی

اس طرح اُونچ نیچ کے معاملات اس دنیا میں بہت رونما ہوتے ہیں۔ پھر لوگ متنبہ ہوتے ہیں۔

نواب سراج الدولہ اور ان کے رات کے ساتھی اس خوف سے جو اُن پر چھاگیا تھا۔ اور وہ مالیخولیا جو ان کے سر میں سماگیا تھا، بالکل مشورہ نہ کر کے بغیر کسی سے کہے سنے صلح کے طلب گار ہوئے۔ انگریزوں کے وکیلوں کو بلاکر، جو کچھ انھوں نے چاہا انہیں باتوں پر صلح کرلی۔ کلکتہ کی جنگ کا تاوان دینا منظور کرلیا، اور صاحبان انگریز کو خلعت دے کر اسی روز مرشدآباد کی طرف روانہ ہوئے، جلد سے جلد مسافت

طے کر کے منصور گنج کی حویلی میں پہنچ کر ہولی بازی میں مشغول ہو گئے۔

فرانسیسیوں کی درخواست پر ان کی مدد کے لیے بال کشن ہزاری کو فوج کے ساتھ متعین کیا۔ راجہ دلّب رام اور میر محمد جعفر خان بہترین فوج کے ساتھ اگر دیپ میں رکھے گئے۔

انگریزوں کے ضرر سے محفوظ رہنے کے لیے منصور گنج کی حویلی کے اردگرد خندق اور سرنگ بنانے کا حکم دیا، اور دریائے سونتی کی راہ کو بند کرنے کا حکم دیا اور کشور خان کو اس کام کے لیے متعین کیا گیا، انہوں نے چند دنوں میں پہاڑ کے جیسی باندھ، باندھ دی۔ اور احمقوں کے کہنے پر، رحم خان کو کہ ان کے مانند کوئی دوسرا سردار نہ تھا عظیم آباد میں متعین کر دیا۔

راجہ دلّب رام اور میر محمد جعفر خان جس زمانے میں اگر دیپ میں تھے، نواب سراج الدولہ کے غفلت سے عیش و عشرت میں مشغول ہونے کی خبر سن کر، اور انگریزوں کی بہادری کا آوازہ آفاق میں پھیلا ہوا دیکھ کر، (سراج الدولہ کی) جفاؤں پر قابو پاتے ہوئے درپردہ انگریزوں کی آتش شوق کو اپنے دامن کی ہوا دیتے رہے ان کے ذوقِ ملک گیری کی آگ کو پنکھا جھل جھل کر بھڑکاتے رہے۔ اور جنت البلاد بنگالا (مرشد آباد) کی تسخیر کا مسئلہ ان کے سامنے رکھا۔ اور ہمت کر کے نصاریٰ کو لکھا کہ اگر آپ اپنی باگ اس طرف موڑ دیں تو بغیر اس کے کہ جنگ کی آگ بھڑکے، یا صفوں کے درست کرنے کی ضرورت پیش آئے محض تلواروں کے استعمال سے بنگالے کی وسیع حکومت ہم سپرد کر دیں۔ اور یہ بات دلائل اور شواہد سے معقول اور مستحکم انداز میں پیش کی۔

انگریز اس پیغام پر اعتماد نہ کر کے متردد اور سوچ میں ہوئے کیونکہ اس زمانے میں بنگالے کے فوج کی کثرت، استعداد اسباب کی فراوانی ہفت کشور میں مشہور تھی۔ میر جعفر خان اور راجہ دلّب رام کے ایلچی کو نوازشات سے نواز کر عزت و احترام سے رخصت کر دیا اور مددگاری توثیق اور صداقت کی ضمانت طلب کی۔

نواب سراج الدولہ کو ان کی خباثت نفس کی خبر مل گئی، اپنے حضور میں طلب کیا۔ میر جعفر خان کو خادم حسن خان کے ساتھ نوکری سے برطرف کر دیا۔ اور راجہ دلّب رام پہلے کے اعتبار سے نظر سے گر گئے انہیں دنوں میں فرانسیسیوں کے شکست کی خبر انگریزوں کی طرف سے شائع ہوئی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ کہ جیسا ذکر ہو چکا ہے کہ انگریزی افواج کے ہندستان میں آنے کا سبب یہی فرانسیسیوں کی عداوت تھی۔

جب انگریزوں کو نواب سراج الدولہ کی طرف سے اطمینان ہوگیا، اور اپنے مکان و مسکن پر قابض ہو گئے۔ تو فرانسیسیوں کے استیصال کی طرف جو ان کی راہ کے کانٹے تھے متوجہ ہوئے۔

جرنیل کلیپ ایک زبردست فوج کے ساتھ، خشکی کی راہ سے فرانسیسیوں کی سرنگ کے مقابلے میں باغ کرہتی کے نزدیک آکر لڑائی کے لیے تیار ہوگیا۔ اور دونوں جانب سے جنگ کی آگ ایسی بھڑکی کہ اس کے شعلے کرۂ اثیر تک جا پہنچے فرانسیسیوں نے دو جہاز دریا میں غرق کر کے جہاز کے آمد و رفت کی راہ بند کر دی تھی، اس لیے اژدہا اثر یہ سن کر کہ فرانسیسی دریا کی جانب سے مطمئن ہو کر سرنگ کے دہانے پر مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں مضطرب تھے، آخر فرانسیسیوں میں سے کسی ایک کی رہنمائی سے جو واقف کار تھا راہ نکال لی۔ جنگی جہاز کوٹھی کے مقابل لاکر، خشکی اور تری سے دونوں نے ایک دوسرے کے خاندان پر وہ آتش باری کی کہ آسمان نے بھی ان حسد و عناد کی جلی لاشوں کے ماتم میں بارود کے دھوئیں سے نیلا لباس پہن لیا۔ اژدہا نما بھاری بھرکم توپوں کے آتشیں دھماکے فلک تک پہنچے کہ بجلی اور کڑک کی صدا بھی مارے ڈر کے ان کے گلے میں لپٹ کر رہ گئی۔ لیکن مشیت کا حکم چونکہ فرانسیسیوں کی شکست پر جاری ہو چکا تھا۔ اس لیے فرانسیسیوں کے جہاز سے دہکتے ہوئے گولے جو جہاز کو جلانے کے لیے انگریزوں کے جہاز پر پھینکے گئے الٹ کر خود فرانسیسی جہازوں پر گرے۔ اسطرح فرانسیسیوں کا جہاز مع ساز و سامان خشک گھاس کی طرح جل کر صاف ہوگیا۔ فرانسیسی جہاز سے مایوس ہو گئے دنیا ان پر کیا خشکی اور کیا تری ہر طرف سے کافر کی قبر کی طرح تنگ ہو گئی۔ کوٹھی کی فصیل کی بلندی سے اس شخص کے مانند جو حالت نزع میں ہاتھ پاؤں کھینچتا ہے، جوش و خروش دکھاتے رہے۔ چند روز صبح سے شام تک جنگ و جدال قائم رکھا، بندوق اور توپ سے گولہ باری کرتے رہے، مگر اس کی حیثیت ایسی ہی تھی جیسے مصیبت کے وقت میں ادعیہ مستجاب، اور دفع بلا کی نفلیں۔ ان گنت آدمی اندر اور باہر کے قتل اور مجروح ہوئے۔ فرانسیسی نواب سراج الدولہ کی مدد و کمک جس کی انھوں نے درخواست کی تھی، نہ پہنچنے کی وجہ سے مایوس ہو کر انگریزی جھنڈا، امان طلبی کے لیے کوٹھی پر نصب کر دیا۔ اور صدر دروازے کی کنجی حوالہ کر دی۔ انگریزوں نے اس زور دار ہنگامے میں چند توپ ہوگلی کے قلعہ کی طرف بھی خالی کر دی کہ جس کی وجہ سے مرزا محمد علی قلعہ دار خوف سے مرشد آباد فرار ہو گیا۔

اور قریب دو سو فرانسیسی انگریزوں کے ہاتھ گرفتار ہونے کی شرم سے۔ بال کشن ہزاری کے ساتھ

جو نواب سراج الدولہ کی طرف سے مدد کے لیے آیا تھا، بھاگ کر مرشد آباد موسی لاس کے پاس آئے۔ اور انگریزوں نے فرانس دانگہ کی کوٹھی کو مسمار کر کے مٹی کے برابر کر دیا۔ اور جو کچھ وہاں ملا، اس کو لوٹ لے گئے اور کلکتہ روانہ ہو گئے۔

موسی لاس نے حاکم کو کمزور، حقیر و ناچیز دیکھتے ہوئے چند فرانسیسیوں اور توپ خانے کے کچھ سامان کو خشکی کی راہ سے دکن کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا۔

نواب سراج الدولہ نے اس موقع پر بعض لوگوں کے اس مشورے پر کہ اس موقع میں فرانسیسیوں کو بھی شریک کرنا چاہئیے۔ جواب میں بولے کہ اس طرح تو انگریز تنہا دعویدار بن جائیں گے۔ اور موسی لاس سے کہا کہ تم لوگ عظیم آباد میں سکونت اختیار کرو۔ کہ وقت ضرورت ہم تم کو طلب کریں گے۔ اور اسی روز دوست محمد خاں اس زخم کی وجہ سے جو ان کو شب خون کی رات میں لگا تھا فرصت لے کر وطن روانہ ہوئے اور شہر انو میں رحمت خدا سے جا ملے۔

بڑا ہی غیور، بہادر، انتہائی انسانیت اور اخلاق کا آدمی تھا، پانچ سوار سے ترقی کر کے پنج ہزاری کے منصب پر پہنچا۔ تمام لڑائیوں میں بڑے کارہائے نمایاں ان سے ظاہر ہوئے۔ خدا، اور خلق خدا کو کسی معاملے میں بھی اپنی طرف سے آزردہ نہیں کیا۔

القصہ فرانسیسیوں کی شکست کے بعد نواب سراج الدولہ میر محمد جعفر خان سے زیادہ سے زیادہ بدگمان ہو گئے۔ خواجہ عبدالہادی خان کو بخشی کے منصب پر سرفراز کر کے، سید مرزا کو میر محمد جعفر اور خادم حسن خاں کے رسالہ کے سامان کو دیکھنے کے لیے مقرر کیا۔ اور انھوں نے نواب صاحب کی خوشی اور خوشامدیں دولت کی ہوش ربا شراب سے بدمست ہو کر ایسے مدہوش ہوئے کہ ان کے ہاتھ سے خود ان کی عقل کے سٹو کی لگام چھوٹ گئی۔ مردم شناسی کی تمیز بھی نہ رہی۔ تنگ حوصلہ اور کم ظرفوں کی طرح میر جعفر خان کے مقابلے میں ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو دانشمندی کے بالکل خلاف تھیں۔ غیر معمولی سخت گیری اور بیجا کاوش سے عاجز کر ڈالا۔ قطعہ:

نہ بیند مدعی[1] جز خویشتن را — کہ دارد پنجہ پندار در پیش

گرت چشم خدا بینی بہ بخشد — نہ بینی ہیچ کس عاجز تراز خویش

---

[1] مدعی صرف اپنے کو دیکھتا ہے اس کے سامنے بس غرور کی طاقت ہوتی ہے اگر خدا نگاہ حق بیں تجھ کو عطا فرمائے تو اپنے سے زیادہ عاجز کوئی نظر نہ آئے۔

نواب صاحب نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ نہایت سخت قسم کے گماشتے ان پر برآمد مال کے لیے مقرر کیے یہ دونوں سردار جو تمام سرداروں میں قوی تھے۔ تمام سپاہیوں کو جمع کر کے یہ پیغام بھیجا کہ سپاہیوں کی تنخواہ نہ بھیج دی جائے تاکہ سب چکا کر ہم رخصت ہو جائیں۔ جگت سیٹھ اور دلب رام کو اپنے کاروبار میں ہمنوا بناتے ہوئے، پے در پے اور مسلسل خطوط، مرزا میر بیگ کے توسط سے انگریزوں کے پاس بھیجتے رہے۔ اور یہ پیغام دیا کہ تمام لشکریوں کو ہم نے اپنے ساتھ متفق کر لیا ہے اور (سراج الدولہ) کی فوج میں تفرقہ اندازی کی پوری کوشش کر لی ہے۔ سب ہی ان کو فریب دیکر برباد کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ اور ان کے برے افعال کی وجہ سے سب اس بات کے آرزومند ہیں کہ اس ملک کی حکومت اس خاندان سے منتقل ہو جائے اور یہی مناسب وقت ہے۔

الحاصل جب انگریزوں کے پاس اِن لوگوں کا پیغام مکرر پہنچا، اور ان لوگوں کا نفاق اُن پر خوب واضح ہو گیا، تو ان لوگوں نے مستقل فیصلہ کر لیا کہ بنگالے کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے۔ اور راہ مقصود طے کرنی چاہیئے۔ مستقل مزاجی اور ضمیر کے اطمینان کے ساتھ، بنگالہ پر چڑھائی کے سامان فراہم کرنے لگے۔

نواب سراج الدولہ دشمن کے ارادے کی شہرت کے باوجود کان میں غفلت کی روئی ڈال کر پڑے رہے اور آرام سے بستر استراحت پر پہلو جمائے عیش و نشاط میں مشغول رہے۔

ان کی بارگاہ کے مقربین خصوصًا میر بدن اور عبدالہادی خان نے اس کاہلی اور بے فکری پر ملامت کر کے ملتمس ہوئے کہ انگریزوں کا غلبہ اور ان کے لشکر کی گرفت حد اعتدال سے بڑھ چکی ہے اور اب یہ ارادہ ہے کہ اس علاقہ کو مستخلص کر لیں۔ جب پانی سر سے اونچا ہو جائے گا، تو حیرت کے بھنور میں ہاتھ پاؤں مارنا سلامتی کے لیے مفید نہیں ہو گا۔ قرین مصلحت یہی ہے کہ اہم معاملات میں سستی نہ برتی جائے۔ کیونکہ حکومت کی بقا، دولت کا نظم، امن وامان کے ساتھ، اور رعیت کی خوشحالی و دلجمعی چمکتی تلوار، صحیح فکر، انتہائی کوشش و محنت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور میر محمد جعفر کی غرض، اس مکر و فریب سے اس خاندان کو بالکل ملیامیٹ کر دینا ہے پہلے اس کو درمیان سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ تاکہ انگریزوں کا دفع کرنا آسان ہو جائے۔

قطعہ: دانی کہ چہ گفت زال بارستم گرد ــ دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد

دیدم کہ بسے آب ز سر چشمہ خورد ــ چون بیشتر آمد شتر و بار بہ برد

ترجمہ: جانتے ہو کہ رستم کے باپ زال نے رستم پہلوان سے کیا کہا؟ دشمن کو حقیر و کمزور نہ سمجھنا چاہیئے

میں نے دیکھا ہے کہ چھوٹے سے چشمے کا پانی جب بڑھا ہے تو مع ساز و سامان اُونٹ کو بہا کر لے گیا ہے۔

بعض دھوکہ باز بہی خواہوں نے یہ کہا، کہ ہر باریک بین عقل پر یہ بات روشن ہے کہ بہت بڑے لشکر کی مستعدی کے بغیر انگریزوں سے مقابلہ طاقت سے باہر ہے۔ اس لیے میر محمد جعفر خان اور دوسرے لوگوں کو جو آزردہ خاطر ہو چکے ہیں تسلی و تشفی فرمادیں اور ان کو ملالیں تو ایسے میدان شجاعت کے شیروں سے انگریزی لشکر ہرگز مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اگر عورتیں اور بچے اینٹ پتھر کے ساتھ مقابلے میں آجائیں تو محلات کی پریشانی اور تنگی کے وقت سب کو بدحال اور ناچیز بنا دیں قطعہ :

بادشاہے کو روا دارد ستم بر زیردست ۔۔۔ دوستدارش روز سختی دشمن زور آور است

با رعیت صلح کن وز جنگ خصم ایمن نشیں ۔۔۔ زانکہ شاہنشاہ عادل را رعیت لشکر است

ترجمہ : جو بادشاہ کمزوروں پر ظلم کرتا ہے مصیبت کے وقت دوست بھی طاقتور دشمن بن جاتے ہیں۔ اس لیے رعیت کے ساتھ مصالحت کا سلوک کرو، تاکہ دشمن سے بے خوف رہو، انصاف ور بادشاہ کی رعیت ہی فوج ہوتی ہے۔

اس طرح کی عزور اور پندار کی باتیں جو چند برسوں سے ہندستان کے تمام ملکوں میں پھیل گئی ہیں۔ اور بیجا خوشامدیں جو سرداروں کو پسند آتی ہیں نواب صاحب کے مزاج پر چھا گئیں۔ عقل و سمجھ کو بالائے طاق رکھ کر نصاریٰ کی فوج کا کچھ اندازہ ہی نہیں کیا۔ میر محمد جعفر خاں جو انتقام کا بیج کئی سال سے جمع کیے ہوئے تھے اس کو سرسبز دیکھتے ہوئے۔ مستقل ان جماعتوں سے مل کر جن سے مدد اور تقویت کی امید تھی، سراج الدولہ کے دفع کی تدبیریں لگے ہوئے، اس معاملہ میں کامیابی کی تدبیر سوچتے رہے۔

ناگاہ انہی دنوں میں یہ خبر پہنچی کہ کلیپ ثابت جنگ، انگریزوں کی ایک جماعت کے ساتھ جس کے مقابلے میں بجلی کا شعلہ بھی بے طاقت ہے اور حرص و لالچ کی آگ بھی اس کے مقابلے میں بے رونق ہے، جنت البلاد بنگالہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔

سراج الدولہ میر محمد جعفر خان اور خادم حسن خاں کے رسالے کو بدستور بحال کر کے، شیخ خیر اللہ خدمت گار کو مصالحت کا ذریعہ بنا کر قرآن شریف کی قسم کھائی۔ اور باہم اس شرط پر صلح ہوئی کہ فتح کے بعد میر محمد جعفر خان اور خادم حسن خاں خوشی اور شادمانی کے ساتھ رخصت کر دیئے جائیں گے۔ اور اس سلسلے میں ایک کاغذ بھی لکھ کر سرداروں کی مہر کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ اس وقت بھی میر مدن نے یہی بات عرض

کی کہ گھریلو دشمن سے بہت پرہیز کرنا چاہئے اور اس وقت ان سے بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہئیے۔ پہلے ان ہی لوگوں کو دفع کرنا چاہئے۔ کیونکہ انگریز اس خبر کے سنتے ہی خود بخود فرار ہو جائیں گے۔ اور لشکر میں ان لوگوں کا رہنا ہم لوگوں کے لیے تردد اور فکر کا باعث ہوگا۔ یقینی یہ دغابازی کریں گے۔ قطعہ

دانی کہ چہ گفت زال بارستم گرد — دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد
دیدم کہ بسے آب زسر چشمہ خورد — چوں بیشتر آمد شتر و بار ببرد

سراج الدولہ نے کہ عقل و ہوش کے کان نصیحت سننے کے مقابلے میں بہرے کر لیے تھے ایک نہ سنا، اور انگریزوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

نواب سراج الدولہ کی جنگ انگریزوں سے، ان کی شکست فاش اور ان کا مارا جانا

اہل بصیرت پر یہ بات روشن ہے کہ جب کوئی بلا پردہ غیب سے ظاہر ہوتی ہے تو ع: "از چرخ بسیار داز زمین گردید" نوع بنوع شکلوں میں نمایاں ہوتی ہے۔ دور اندیشوں کی حسن تدبیر اور گہری سوچ، بیوقوفوں کی سمجھ میں کیا آئے گی؟ عقل و دانش کی بات ان پر اثر نہیں کرتی۔

چونکہ مورخ کے عجایب نگار قلم کے لیے ضروری ہے کہ اپنے زمانے کے اہم واقعات کی تحریر کے ذریعہ حفاظت کرے اس لیے ان اوراق کے لکھنے والے کا عجائب نگار قلم بھی اس عظیم حادثہ کے وقوع کے اسباب کو سلک تحریر میں لارہا ہے۔

دوسری شوال ۱۱۷۰ھ میں میر محمد جعفر خان کو اپنی طرف راضی کر کے، منصور گنج کی حویلی سے روانہ ہوئے۔ دو تین دنوں کے بعد دونوں فریقین ایک دوسرے کے قریب آئے۔ انگریزوں نے پلاسی کے باغ کو اپنی پناہ گاہ مقرر کر کے، اسلحہ ہاتھ میں لے کر آگ برساتے ہوئے جنگ میں سرگرم ہو گئے۔

نواب سراج الدولہ، راجہ موہن لال، اور میر مدن کو مقدمۃ الجیش بنا کر خود ان کے پیچھے طاقت پہنچانے کے لیے ٹھہرے رہے۔ بہادر علی خان صاحب داروغہ توپ خانہ جنھیں نواب صاحب سے کہے بغیر محض حق نمک کی بنا پر، ٹھنڈی سانس کے ساتھ جنگ کی آگ کو تیز کرنے میں مشغول رہے۔ میر محمد جعفر خان اور خادم حسن خاں، معرکہ جنگ سے ایک کوس کی دوری پر نواب صاحب کے بائیں ہاتھ پر نظارہ بازی کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس خیال سے کہ ع "تا یار کرا خواہد و میلش بکہ دارد" یعنی خدا پردۂ غیب سے کیا ظاہر کرتا ہے۔

مہاراجہ دلب رام نے تو اور بھی دور دو کوس کی دوری پر، لشکر سے بالکل جدا انگریزوں کے داہنے ہاتھ کی جانب اپنی جگہ بنائی۔ اور سراپا نگاہ بن کر دیکھتے رہے کہ "تا از ہر کہ چشم کرانہ گیرد اُو را سبک انمیان بردارد" کہ جدھر آنکھ جھکے اسی طرف سے چپکے سے اٹھالوں، جتنے بھلے تھے وہ اس جلن میں کہ سردار میری حالت کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ میدان کے ایک گوشے میں صف بنائے ہوئے غصے کی آگ میں کباب ہو رہے تھے۔ اور بعض افراد جن کو بارود کا دھواں برداشت نہیں ہو رہا تھا، وہ الگ ایک کنارے پر ٹھہرے ہوئے تھے چند نفر فرانسیسی جو موسی لااس سے جدا ہو کر نواب صاحب کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے، اپنی توپوں کو انگریزوں کی پناہ گاہ کے پاس پہنچا کر ہر چند مدد کی درخواست کی کسی نے ان کی بات نہ سنی۔ کیونکہ صبر اس دیار کے لوگوں کے دل و دیدہ سے دور ہو چکا تھا۔ اور بھلائی کا خیال بالکل مٹ چکا تھا۔

القصہ میر مدن نے کام کے بیش رفت کی کوشش بہت کی مگر ایک گولہ ان کے پیٹ میں لگا کہ خود جاں بحق ہو گئے۔

نواب سراج الدولہ میر مدن کے مارے جانے کی وجہ سے ایسے حواس باختہ ہوئے کہ میر محمد جعفر کو ہزار خوشامد سے بلا کر اور اپنی پگڑی سر سے اتار کر بولے کہ میری شرم و آبرو رکھ لیجیے۔

میر محمد جعفر اپنی خباثت نفسی اور فریب کاری سے یہ بولے کہ چار گھڑی دن باقی رہ گیا ہے۔ اور انگریزی لشکر بہت طاقت ور ہے، عجز و انکسار، کمزوری و بے دست و پائی کے اثرات آپ کے ملازمین کے چہرے سے نمایاں ہیں تمام دن کی محنت کے سبب سے کوئی حالت انکی باقی نہیں ہے کہ مدد معاونت سے ایسے قوی دشمنوں کو دفع کر سکیں۔ نتیجے سے سلامت رہنے کے لیے میری رائے یہ ہے کہ اس وقت حکم دیجیے کہ توپخانہ کو میدان سے ہٹا کر پناہ گاہ میں رکھ دیں۔ تاکہ لوگ آرام سے رات گزاریں۔ کل سمجھا جائے گا۔

اور یہ بھی لوگوں کو کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ میر محمد جعفر خان اسی وقت چاہ رہے تھے کہ نواب سراج الدولہ کے زندگی کی باگ ملک الموت کے قہر آلود ہاتھ میں دیدیں۔ اور غصے کی آندھی سے انکی عمر کے لہلہاتے درخت کا تعلق جوانی کے سرچشمہ سے منقطع کر دیں۔ لیکن عقل کی رہنمائی جو کامیابی کے دروازوں کی کنجی ہے۔ یہ مشورہ دیا کہ لوگوں کی بھیڑ اور فوج کی کثرت اس کام میں مانع ہے۔ اسلیے ایسی جرأت نہیں کی۔

جیسے ہی میر محمد جعفر خان نے میدان سے واپسی کا مشورہ دیا۔ سراج الدولہ جو ہوش حواس کھو چکے تھے، اور ناتجربہ کار بھی تھے۔ اُن لوگوں سے جن کے جسم پر لڑائیوں کے غبار جم چکے تھے، میدان جنگ کا

تجربہ رکھتے تھے کوئی مشورہ نہ کیا۔ موہن لال کو میدان سے لوٹنے کا حکم دیا، اور بہادر علی خان کو بھیجا کہ توپخانہ کو میدان سے ہٹا کر بنرنگ میں لے آئیں۔

فوج اور توپ خانے والوں کے ہٹنے کی دیر تھی کہ انگریزوں کے دل قوی ہو گئے۔ اپنے توپخانے کو آگے بڑھا کر مار کاٹ شروع کر دی۔ سراج الدولہ نے اپنے لشکر میں کمزوری اور عاجزی کے آثار دیکھ کر ہر شریف و کم رتبہ سپاہی کو جناب عالی کے احسانات اور ان کی نیکیاں یاد دلا کر کہا کہ بنگالا کو انگریزوں کے ہاتھ میں دینے میں خرابی اور گھاٹے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے اس وقت مردانہ وار مقابلہ کرو۔ تاکہ بزدلی کا داغ تمہارے دامن پر نہ لگے۔ ہر چند اس قسم کی باتیں وہ کہتے رہے۔ لیکن چونکہ فوج کے لوٹ جانے کی وجہ سے درہم برہم ہو چکی تھی کسی نے بھی رضامندی سے نہ سنا۔ اور تھوڑی ہی مدت میں تمام لشکر میدان جنگ سے منہ پھیر کر چل دیا۔

نواب سراج الدولہ، اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ، کچھ دیر انگریزوں کی شان و شوکت کا مشاہدہ کرتے رہے، پھر چارہ کار نہ دیکھ کر بھاگنے پر تیار ہو گئے۔ اور مرشد آباد جانے کا ارادہ کیا، اور منصور گنج کی حویلی میں داخل ہوئے پھر مالدہ پہنچکر اپنے خواجہ سرا کو حکم دیا کہ انبہ والی کے داروغہ سے کہو کر اپنے متعین پیادوں کو ہمارے پاس بھیجدے۔ اُس کافر بے مروت نے خواجہ سرا کو قید کر لیا، اور خود ان کو پکڑ کر قید کرنے کی فکر میں لگا کہ اس تحفے کے ذریعہ سے میر محمد جعفر خان سے ملے اور اپنے باغ مراد کا پھل اسی وسیلے سے چنے۔ لیکن خدا کی مشیت کچھ اور ہی تھی اسلیے خواجہ سرا نے اس قید سے نجات پائی اور کسی طرح خود کو اپنے آقا کی خدمت میں پہنچا کر، حالات بیان کیے اور تمام باتوں کی وضاحت کی۔ سراج الدولہ نے ہر طرف سے بلاؤں کو اپنی طرف آتے ہوئے اور دشمنوں کو اپنے مقابل دیکھا تو بہت مضطرب اور پریشان ہوئے۔ مجبور و معذور ہو کر اپنے عزم و ارادہ کی باگ راج محل کی طرف موڑ دی اس وقت اپنی زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے۔ بیت:

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد　　　اگر ناخدا جامہ برتن درد

راج محل کے اطراف میں اترے اور ایک فقیر جو اُس علاقے میں رہا کرتا تھا، اس کو اہل اللہ سمجھتے ہوئے خود کو ان پر ظاہر کر دیا۔ اس کور باطن نے فوراً ہی میر محمد جعفر خاں کے بھائی میر داؤد خاں کو خبر کر دی۔ اور وہ چند آدمیوں کے ساتھ آکر اس نونہال کو جو حادثات زمانہ کی تیز آندھی میں اکیلا اور تنہا، دوستوں اور اپنے وطن سے دور بلاؤں کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا، اس سرزمین کو اپنی پناہ گاہ خیال کر رہا تھا۔

مگر کیا خبر تھی کہ موت کے شکاری نے اپنا جال یہاں بھی بچھا رکھا ہے۔ اس کو قید کر لیا۔ اور میر محمد جعفر خان کے بیٹے میر محمد صادق خان اس بدقسمتی کے صحرا کے آوارہ گرد پر یلغار کر کے دوڑ پڑے اور ہزاروں فضیحت اور بے حرمتی کے ساتھ چھکڑے پر سوار کر کے مرشد آباد لے آئے۔ اور اسی روز محمدی بیگ کو جو سقیفہ کے روز کے محمدیوں کی طرح تھا کہ وہ صرف نام کے مسلمان تھے اور اسلام کی کوئی بات ان میں نہ تھی حکم دیا کہ فوراً اس کو قتل کر دو۔ اس نے تقریباً بیس زخم لگائے۔ مگر کام نہ بنا، تو بعد میں ایک مغل کو بھیجا، اس نے ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ اس نازنین کی لاش کی ہاتھی پر ڈال کر تشہیر کرائی گئی۔ جب ہاتھی اس کی ماں کے دروازے کے پاس پہنچا، ننگے سر ننگے پاؤں گھر سے نکلی اور خود کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا۔ خادم حسن خاں کے آدمیوں نے زور زبردستی کر کے اسکو الگ کیا۔ جب ہاتھی خادم حسن خاں کے کوٹھے کے نیچے پہنچا تو از راہ بیحیائی انھوں نے ایک تھان کپڑا کفن کے لیے لاش پر ڈال دیا۔ اور لاش کو چوک میں لاکر ڈال گئے۔ کوئی بھی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ نہ ہوا، مرزا زین العابدین خاں نے ان کی خاندانی وجاہت اور اپنی موت پر نظر کرتے ہوئے غسل و کفن دے کر اس مرحوم و مغفور کو نواب مہابت جنگ مرحوم کے پہلو میں دفن کر دیا۔ سراج الدولہ کے حکومت کی مدت صرف پندرہ مہینے ہے۔ ابیات

اگر دنیا نباشد درد منديم — وگر باشد بمهرش پائے بنديم
بلائے زین جہاں آشوب ترنیست — کہ رنج خاطراست ار ہست ورنیست

ترجمہ: اگر دنیا کی دولت نہ ہو جب بھی ہم پریشانی اور مصیبت کے شکار اگر ہے تو اس کی محبت میں گرفتار غرض اس دنیا سے بڑھ کر پریشان کن کوئی بلا نہیں ہے کہ اگر ہو جب بھی دل کو دکھ نہ ہو جب بھی دل کو دُکھ۔

جنت البلاد بنگالا پر انگریزوں کا تسلط اور میر محمد جعفر خان کی نیابت

چو از سرو بن جائے گردد تہی
بگیرد گیہ جائے سرو سہی

(جب باغ سرو سے خالی ہو جاتا ہے تو گھاس وہاں اُگتی ہے۔)

نواب سراج الدولہ میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ تو میر محمد جعفر خان نے کرنیل کلیپ ثابت جنگ سے ملاقات کی اور ایک ڈویزن فوج لیکر مرشد آباد روانہ ہوئے۔ منصور گنج کی حویلی کو سراج الدولہ سے خالی دیکھ کر چودہ شوال ۱۱۷۰ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

دو روز کے بعد کرنیل کلیپ بھی شہر میں داخل ہوئے اور مراد باغ کو اپنی سکونت کے لیے مقرر کیا۔

میر محمد جعفر خان نے سب سے پہلے سراج الدولہ کا کام تمام کیا، جیسا کہ ان کے قتل کے ذکر میں اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اس کے بعد انگریزوں کی مقرری کی رقم کو اہم بلکہ اپنی سعادت سمجھ کر، راجہ دلّب رام کی ہمراہی میں جواہر خانہ، خزانہ اور دیگر کارخانوں کے دیکھنے میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ نقد دو کروڑ روپے، اور کروڑ روپے کے عوض میں چکلہ بردوان انگریزوں کو ملے۔ اور تین لاکھ روپے سے، اس نمایاں خدمت کے صلے میں بطور انعام مرزا امیر بیگ تلمبان کی تواضع کی گئی، اور ایک بہت بڑی رقم جس کا اندازہ مشکل ہے نقد و جنس کی شکل میں کچھ ظاہر اور کچھ پوشیدہ راجہ دلّب رام کے حصے میں آئی، اور قریب دو کروڑ روپے بہ شکل نقد و جنس صادق علی خاں کے تصرف میں آئے۔ اور کروڑ روپے سے زیادہ سپاہیوں کی تنخواہ کے بقایہ میں تقسیم ہوئی۔ عمدہ قسم کے جواہرات جو بیگم کے ہمراہ تھے، قاسم علی خاں کے ہاتھ لگے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت سراج الدولہ بیگم کو ساتھ لیکر میدان جنگ سے فرار ہوئے تھے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے میر قاسم علی خان، میر محمد جعفر خان کے حکم سے ان کے تعاقب میں گئے۔ بیگم کے رتھ کو پالیا، جو کچھ جواہرات وغیرہ ان کے پاس تھے اس پر قبضہ کر لیا۔ میر محمد جعفر خان کتنا ہی ناراضگی کا اظہار کیا، کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ اور نواب سراج الدولہ کی ماں کا مکان جسکے قرب وجوار میں خادم حسن خاں رہتے تھے، اس کو خود خادم حسن خان نے لوٹا۔

اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ نواب موصوف کی ماں اپنے چھوٹے لڑکے احترام الدولہ عرف مرزا مہدی کو ساتھ لیکر شہر کی کسی گلی میں چھپ گئی تھیں۔ خادم حسن خاں ان کی کھوج میں لگے اور ان کا پتہ لگا لیا گرفتار کر لائے۔ میر محمد جعفر خان نے ان کو قید کر دیا، لیکن احترام الدولہ کے مال و اسباب سے ایک حبہ بھی میر محمد جعفر خان کو خادم حسن خان نے نہیں دیا۔ اور تقریباً ایک کروڑ کی رقم مع نقد و جنس بعض انگریزوں اور پیشکاروں کی رشوت میں گئی، اور موجودہ اور سابق اہل کاروں نے چوری کر لی اور اس طرح ضائع ہوئی۔

اب میرا قلم ملک کی تقسیم کا حال لکھ رہا ہے۔ مہاراجہ دلّب رام جو اس وقت ہر اعتبار سے قوی تر تھے، میر محمد جعفر خان انہیں کے بل بوتے پر زندگی گزار رہے تھے۔ بنگالا کے تمام دفاتر کے پیشکاروں کے

افسر اعلیٰ ہوئے۔ اور ہر طرح کے کھول موند اور اہم معاملات انہیں کی سنہری رائے پر موقوف ہوئے۔

راجہ گنج بہاری دلب رام کے چھوٹے بھائی خاص سرکاری دفتر کے پیش کار مقرر ہوئے۔ اور ان کے دوسرے بھائی راجہ راس بہاری جہانگیر نگر کے متصدی اور دیوانی کے لیے صادق علی خان جو بادشاہ کے دیوان ہو گئے تھے مقرر کیے گئے۔ اور ان کے دوسرے قرابتمند جا بجا متصدی کے عہدے پر فائز ہوئے۔

غرض راجہ دلب رام کہ میر محمد جعفر خاں کے خیمہ حکومت کی طناب تھے۔ انہوں نے سب کچھ اپنے قبضے میں کر کے میر محمد جعفر خاں کو امارت و خلافت کی خالی عمارت کا کھمبا تھما دیا تھا۔

جاگیرات کے محال میں منی لال اور چنی رام میر جعفر خاں کے قدیم پیشکار برقرار رکھے گئے۔ اور مرزا امیر بیگ موصوف ہوگلی کی فوجداری پر، اور میر داؤد راج محل کی فوجداری پر سرفراز کیے گئے۔ اور خادم حسن خاں چہار ماہ کے بعد کہ صولت جنگ اور للئی ہزاری پورنیہ کو خالی دیکھ کر اپنے تصرف میں لائے ہوئے تھے، بہت زیادہ ناخوشی کے بعد پورنیہ کے فوج دار ہو کر رخصت ہوئے۔ اور قاسم علی خاں بہت بحث و مباحثہ اور قیل و قال کے بعد رنگ پور کے فوجدار ہوئے۔ اور خواجہ عبدالہادی خاں کو بدستور بخشی گری اول کے عہدے پر برقرار رکھا گیا اور بخشی گری دوم میر کاظم خان کو چونکہ نواب سراج الدولہ کے معاملے میں ان لوگوں کے ہم خیال تھے۔ عنایت کی گئی۔ اور خادم حسن خاں کے بیٹے خادم علی خان کو توپ خانہ دستی کا داروغہ مقرر کیا گیا۔ جو کل چودہ سال کے چھوکرے تھے۔ غلام حسین خان عرض بیگی، باوجود اپنی ذاتی ذہانت و فطانت کے محض طمع کی وجہ سے توپ خانہ کی داروغگی قبول کر کے چھکن ہرکارہ کے ہاتھوں ذلیل ہوئے۔ گوجر خان، اکبر خان، میر حسن علی اور میر کرم علی چونکہ قدیم سے ان لوگوں کے ساتھ رہے، تنہا، بلکہ پا پیادہ بھی ان کے ساتھ گھوما کرتے تھے۔ رسالہ دار بنے۔ اور میر سلیمان خان نجم الدولہ اور یوسف الدولہ کی بخشی گری میں مقرر ہوئے۔ اور مرزا باکھا شیر اصطبل کے داروغہ مقرر ہوئے۔ عمر خان کے کل بیٹے۔ اور مرزا غلام علی بیگ اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ عظیم آباد کی قید سے چھوٹے۔ حسب طلب مرشد آباد گئے اور نوکری پر بحال ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد مرزا غلام علی کو ٹکسال یعنی "دار الضرب" کی خدمت سپرد ہوئی۔ شیخ دین محمد کو اپنی جگہ مقرر کر کے کچھ دوسری رسالہ داری عنایت کر کے مرتبہ میں اضافہ بھی فرمایا۔

ملک و مال کی تقسیم کے بعد نواب سراج الدولہ کی عورتوں، اور کنیزوں کو بھی تقسیم کر ڈالا۔ باپ اور بیٹے دونوں نے جوانی کی حرارت میں نواب سراج الدولہ کی حرم محترم یعنی لطف النساء بیگم سے درخواست

کی، مگر انھوں نے قبول نہیں کیا۔ اور جواب میں کہا کہ ہاتھی کی سواری کے مقابلے میں گدھے کی سواری نہیں اختیار کر سکتی ہوں۔ عہدہ داروں اور زمینداروں کا زمانہ خوب رونق پذیر ہوگیا، کیونکہ ہر مال گذاری انگریزوں کی نگرانی کی وجہ سے قدرے قلیل ہی سرکار میں داخل ہوتی تھی۔ بقیہ رقم نصف پیشکاروں میں تقسیم ہوتی اور نصف پر انگریز قبضہ کرتے۔ یہ صورت ۱۸۳۱ء تک رہی۔ پھر انگریزی امین مقرر ہو جانے کے بعد یہ صورت موقوف ہوگئی۔ اس دوسری حکومت یعنی حاکمان شہر اور صاحبان انگریز کے زمانے میں مخلوق پریشان حال ہوگئی۔ اور کثیر ملکی باشندے فقط انگریزوں کے تسلط اور کمپنی کے اختیار کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئے۔ اس کی تفصیل آئندہ بیان سے واضح ہو جائے گی۔ اور اکثر مسفدین کہ جناب عالی مغفور کے عدالت کے خوف سے جلاوطنی اختیار کر چکے تھے، کچھ زیادتی ہی کے ساتھ مفسدانہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے اور فتنہ و فساد برپا کرنے لگے اور یہ ستم ظریف یاراں اپنی جلاوطنی کے دور کو فترت کا دور کہتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ عجیب انقلاب اور عجیب خلل احوال عالم میں پیدا ہوگیا تھا۔

جب میر محمد جعفر خان ملک کے بندوبست سے فارغ ہوئے تو جناب عالی کے اہل و عیال کا شہر میں رہنا، احتیاط کے خلاف سمجھ کر عریاں اور سر و پا برہنہ جہاں گیر نگر روانہ کر دیا۔ ایک کوڑی بھی ان کے لیے مقرر نہ کی بلکہ قید کر رکھا۔ ان دو گھروں کی لوٹ سے پھر ایک کروڑ روپیہ مع نقد و جنس باپ بیٹے کی سرکار میں وصول ہوئے اسکے بعد مصاحبان و خواص کہ بلال، کلّو، خوش وقت، نعمت، اور کرچھکن تھے ان پانچ، پھر پر لعنت ہو، عیش و جشن ہمیشہ شراب نوشی زر نگار مرصع لباس کی پوشاک پہنے، باغات کی سیر اور ماہ رویوں سے نظر بازی رقص و تماشا، ناچ رنگ میں ایسے مشغول ہوئے کہ خود کو بھی بیچ کھایا۔ چھ برس تین مہینے تک یونہی ساقی و شراب سے مجلس گرم رہی گویوں اور سازندوں کی خوش الحانی، نا و نوش کی آواز آسمان تک پہنچ رہی تھی۔ خاص و عام درباری کاموں سے مایوس ہو کر گھر میں بیٹھ رہے۔ ایک سال کے عرصہ میں نئے پرانے ملازمین نے اپنے آقا کو شراب میں مشغول پایا، اور انہیں ایک کوڑی بھی نہ ملی خاک بسر پریشان حال گھر میں پڑے رہے اور یہ قطعہ اپنے زبان حال سے پڑھا کرتے تھے۔ قطعہ:

باآدمی نتواں گفت ماند ایں حیواں ؎ نگر دراعۂ و دستار و نقش بیرونش
نگر تو در ہمہ اسباب ملک ہستی او ؎ کہ ہیچ چیز نہ بینی حلال جز خونش

لے انہیں آدمی نہیں کہہ سکتے یہ زندہ بکتر گیری ظاہری نقش و نگار ہے تو کیا ان کی زندگی کی اشیا و اسباب پر نظر کرو تو کوئی شے حلال نظر نہیں آئے گی۔ اگر حلال ہے تو صرف ان کا خون ہی حلال ہے کیونکہ مستحق گردن زنی ہیں۔

میر محمد جعفر خان کا کرنیل کلیپ کو ساتھ لیکر عظیم آباد جانے کا ذکر

سب سے پہلی چیز جو انگریزوں کے غلبہ اور حکام کے سستی کا سبب بنی میر محمد جعفر خاں کا کرنیل کلیپ ثابت جنگ کے ہمراہ فوج کے ساتھ جانا اور راجہ رام نرائن سے ملاقات کرنی ہے۔

اس گفتگو کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۱۷۱ھ میں جبکہ میر محمد جعفر خان عظیم آباد کا ارادہ کر رہے تھے، مگر راجہ دلب رام سے پوری طرح ڈرتے بھی تھے۔ چونکہ راجہ رام نرائن کو بھی مہاراجہ دلب رام ہی کے قسم کا آدمی سمجھتے تھے، اس لیے کرنیل کلیپ ثابتجنگ کو بھی ہمراہی کی تکلیف دی۔ کرنیل مذکور نے حجت تمام کرنے کے لیے صاف لفظوں میں عذر کیا کہ ہم لوگوں کا ہمراہ ہونا انتشار کا باعث ہو گا۔ کیونکہ پھر ہر شخص ہم سے التجا کرے گا، اور ہم بھی اس کی حمایت کریں گے اس لیے مناسب نہیں ہے۔

لیکن جب میر محمد جعفر خاں کی لجاجت سماجت حد سے زیادہ بڑھ گئی تو کرنیل ماہانہ مبلغ پانچ لاکھ روپے خرچ فوج انگریزی مقرر کرانے کے بعد ہمراہی کے لیے تیار ہو گئے۔ جب شہر سے کوچ کیا اور سرائے دیوان میں خیمہ انداز ہوئے تو جاسوسوں نے ان کو خبر پہنچائی کہ مہاراجہ دلب رام مرزا مہدی المعروف بہ احترام الدولہ کو قید سے نکال لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور شان و شوکت کا جملہ سامان مہیا کر چکے ہیں۔ ہر چند کہ یہ حکایت سچائی سے کچھ تعلق نہیں رکھتی تھی۔ مگر محض وہم و گمان کی بنیاد پر اپنے خیراندیشوں کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنے بیٹے صادق علی خاں کو، جنکو اپنی جگہ پر نائب بنا کر شہر سے نکلے تھے اور سفر اختیار کیا تھا، پوشیدگی سے خط لکھ کر آگاہ کیا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ "مار راکشتن وبچہ اش رانگاہ داشتن کار خردمنداں نیست" سانپ کو مارنا اور اسکے بچے کی پرورش کرنی عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ تم کو چاہئیے کہ حکم ملتے ہی مرزا مہدی کا کام تمام کردو۔ اور انھوں نے ماں باپ کی فرمانبرداری کے فرمان خداوندی کے بموجب، واجب جان کر، رات کے وقت اس نونہال کے رشتۂ حیات کو جس نے ابھی زندگی کا پھل بھی نہیں کھایا تھا، منقطع کر دیا اور بہادری یہ دکھائی کہ اس کو شکنجے میں کس دیا۔ اور موہن کا بھی گلا گھونٹ دیا۔ اس کے بعد جب اس خدشے سے دل مطمئن ہو گیا۔ اور مہاراجہ دلب رام بھی شہر سے روانہ ہو کر ان لوگوں سے ملے اور روانہ بھی ہو گئے اور دو مہینے تک راج محل میں جابجا ٹھہرتے ہوئے، راجہ رام نرائن کی قاصدوں کے ذریعہ تشفی کرتے ہوئے دل جمعی کے ساتھ عظیم آباد کی سرحد پر پہنچے، مہاراجہ رام نرائن کرنیل صاحب اور گنبدا مل وکیل جگت سیٹھ صاحب کے ذریعہ مونگیر میں ملاقات کی ہر چند کہ ان کو معزول کر کے محمد کاظم خان کو ان کی جگہ پر بٹھانا تھا،

اور یہ بات دل میں پختہ بھی کر چکے تھے، لیکن انگریز کی حمایت کی وجہ سے یہ ارادہ عملی شکل نہ اختیار کر سکا۔

المختصر عظیم آباد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے فقرا و مساکین کو کھانا کھلایا۔ پھر جشن کا سامان درست کرنے کا حکم دیا پھر تمام اعیان شہر کو لیکر دریائے گنگا پار کر کے ہولی بازی میں مشغول ہوئے۔ اور فرزانہ نامی ایک عورت کہ ناک آنکھ سے قدرے درست تھی اس کی طرف مائل ہو گئے۔ ایک روز شوخی سے کہنے لگے کہ یہ کروڑہا روپیہ جو ہم نے اس طرف آنے میں خرچ کیا ہے۔ درحقیقت تمہارے ہی لیے کیا ہے۔ بہزار منت و خوشامد اس کو نوکر رکھ لیا۔ اور وہاں سے پرگنہ بہار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فقرا کو طرح طرح کے کھانے کھلا کر جنت البلاد بنگالا کو لوٹ گئے۔ روانگی کے وقت خواجہ اقبال خان کے ہاتھی کے ساتھ گویوں سازندوں اور ماہ رویوں کی سواریاں تھیں تاکہ تمام راہ عیش و عشرت میں بسر ہو۔ شراب گلرنگ اور چنگ و رباب کے شور سے ایک ہنگامہ آسمان و زمین میں بلند کر رکھا تھا۔ جو بیان سے باہر ہے۔ اسی طرح داد عیش دیتے ہوئے راہ طے کرتے ہوئے اپنے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ قطعہ:

بخت و دولت بکار دانی نیست   جز بتایید آسمانی نیست

اوفتادہ است در جہاں بسیار   بے تمیز ارجمند و عاقل خوار

کیمیاگر بغصہ مردہ بہ رنج   ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

ترجمہ: دولت مندی خوش نصیبی ہنرمندی سے نہیں ہے بلکہ آسمانی تائید سے ہے۔ ایسے واقعات دنیا میں بہت ہوتے ہیں کہ بے تمیز کامیاب اور عزت مند ہے اور عاقل ذلیل ہے۔ کیمیاگر مصیبت سے تکلیف اور رنج سے مر رہا ہے اور احمق کو ویرانے میں خزانہ مل گیا ہے۔

جب مہاراجہ دلبھ رام حسب خواہش دلی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے نہ جھکے اور کسی حساب میں نہیں لگایا، تو میر سید صادق علی خان نے بموجب مشورہ گنج بہاری کو اپنی دیوانی سے الگ کر کے انکی جگہ پر مہاراجہ راج بلب کو مقرر کر دیا۔ اور ایک روز معذرت کے حیلے سے شیخ ہدایت اللہ کو چند دوسرے آدمیوں کے ساتھ راجہ دلبھ رام کے گھر بھیجا کہ اگر قابو پائیں تو اس کا کام ہی تمام کر دیں۔ یہ گئے لیکن کوئی ایسا موقع نہ نکل سکا بے نیل و مرام ناکام واپس آئے۔

مہاراجہ دلبھ رام میر صادق علی خاں کے دلی خیال و ارادے سے واقف ہو گئے۔ چند انگریزوں

کو اپنی مدد اور حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ عقلمند انگریزوں نے راجہ دلب رام کی شکست کو اپنی مصلحت کے عین مطابق سمجھتے ہوئے۔ ان کو مع ساز وسامان کلکتہ اٹھالے گئے اور میر محمد جعفر خان کے سپرد کر دیا۔ یہ دوسری شکست تھی جو حکومت کے معاملے میں انگریزوں کی وجہ سے پیش آئی۔ ان کے کلکتہ چلے جانے کی وجہ سے ایک ہی دن میں بیس ہزار آدمی یکقلم موقوف ہوکر بیکار ہوگئے۔ اور ایک شہر کا خزانہ ویران ہوگیا۔

اس کے بعد میر محمد جعفر خان نے رائے رایان ______ امید رام کو خاص محال کی دیوانی پر مقرر کیا۔ اور میر جعفر خان کے بھائی میر کاظم خان، جو پہلے ہی سے راجہ رام نرائن کے نوکر اور بخشی تھے اور ان کو عظیم آباد میں اپنے عہدے پر چھوڑ کر میر محمد جعفر خاں آئے تھے اس غصے میں کہ میرا حقیقی بھائی بنگال کا صوبہ دار ہو، اور میں ان کے نائب صوبہ کے مجرائیوں میں رہوں اس لیے انھوں نے خود کو ہلاک کرنا چاہا اور تدبیر یہ نکالی کہ چند آدمیوں کو جمع کر کے ایک روز عادت قدیم کے ماتحت سلام کے لیے مہاراجہ رام نرائن کے مار ڈالنے کے ارادے سے دربار میں آئے۔ مہاراجہ خبردار ہوگئے اور کچھ اس انداز سے سلوک کیا کہ آقائی کے رعب سے جرات وہمت نہ ہوسکی ناکام اور ڈرتے ہوئے اپنے گھر واپس آئے، چونکہ راجہ رام نرائن انگریزوں کی حمایت سے مضبوط اور قوی دل تھے۔ ان کو حکم دیا کہ مرشد آباد چلے جائیں۔ دو تین دن تو انھوں نے اپنی ہیکڑی دکھائی اور وجہ، سبب پوچھتے رہے، مگر وہاں سے اس کے سوا کوئی جواب نہ ملا، کہ" جانا چاہیے"۔ ناچار اپنے بھائی کے پاس مرشد آباد چلے آئے، اتفاق وقت انھی دنوں میں میر داؤد کا انتقال ہوا تھا، اور راج محل میں فوجداری کی جگہ خالی ہوئی تھی وہاں کی فوجداری پر ان کو بحال کر دیا گیا۔

۱۱۷۲ھ میں خواجہ عبدالہادی خان بخشی، میر محمد کاظم خان بخشی اور دوسروں نے باہم عہد و پیمان کر کے نویں ماہ محرم سنہ مذکور کو اس سے پہلے کہ میر محمد جعفر خاں پہنچیں یہ لوگ تعزیہ خانہ میں پہنچ گئے۔ اور اپنے اپنے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میر سید محمد جعفر خان کے تعزیہ خانہ میں داخل ہونے کے بعد یہ لوگ ایک دوسرے کی طرف میر جعفر خاں پر دست اندازی کا اشارہ کر کے اندرونی راز کو ان لوگوں نے ظاہر کر دیا۔ میر محمد جعفر خان ان کمینے سرداروں کے مکر و دغا سے واقف ہوگئے اور چپکے سے مجلس سے اٹھ کر اپنے زنان خانے کی راہ سے قلعے میں پہنچ گئے۔ اور صبح کو ان دونوں آدمیوں کو پیغام بھیج دیا کہ دربار میں نہ آئیں اور سب سے پہلے خواجہ عبدالہادی خاں کو برطرف کر کے شہر بدر ہونے کا حکم دے دیا۔ وہ چند روز اپنی تنخواہ کے لیے ہنگامہ آرائی کرتے رہے لیکن صادق علی خان کی وجہ سے شورش برپا نہ کر سکے اس لیے الہ آباد روانہ

ہو گئے۔ جب شاہ آباد کے علاقے میں ایک جگہ منزل کی تو راج محل کے فوجدار کے آدمیوں نے چند پہاڑی آدمیوں کے ساتھ جن کی تعداد دس آدمیوں سے زیادہ نہ ہوگی ان پر حملہ آور ہوئے مگر یہ معدودے چند آدمیوں کے ساتھ، اس کوہستان میں شیر ببر کی طرح اُن لومڑی صفتوں پر حملہ آور ہو کر ان کو قتل کر ڈالا۔

حق تو یہ ہے کہ اس بہادر نے جو بہادری کہ اس صحرا میں دکھائی اسی بہادری سے اگر محرم والی رات میں کام لیتا، تو اپنی دلی مراد پالیتا۔ اور زمانے کے ہاتھوں یہ مصیبت نہیں اٹھانی پڑتی۔

جب خواجہ عبدالہادی خان کی طرف سے اطمینان خاطر ہو گیا تو اپنے چند قرابتمندوں کو واسطہ بنا کر میر محمد کاظم خان بخشی کو بلا کر، تسلی اور دلاسا دیکر معقول دلیلوں اور دلفریب باتوں سے ان کے دل کو اپنی طرف مائل کیا۔

چند دنوں کے بعد میر محمد صادق خان نے پتنگ بازی کے لیے کہ اس کھیل سے بھی ان کو دلچسپی بہت زیادہ تھی، دعوت دی۔ وہ چار گھڑی دن رہتے ہوئے میر محمد صادق خاں کے گھر آئے۔ جب دیوان خانے سے لوٹے کہ دریا کے کنارے جا کر کھیل میں مشغول ہوں۔ لطف علی خاں کے رسالہ کے چند روہیلے پٹھان جو اُن کے خون کے پیاسے دریا کے کنارے، دریائے فرات کے سپاہیوں کے مانند بیٹھے ہوئے تھے، غفلت کی حالت میں ان کے رشتہ حیات کو شمشیر تیز سے منقطع کردیا، اور اس دغابازی اور مکروفریب کی سزا دیدی۔ جو انھوں نے سراج الدولہ کے ساتھ کی تھی۔ اور لاش کو ان کے گھر بھیج کر یہ مشہور کردیا کہ روہیلوں کی خانہ جنگی میں مارے گئے۔

میر محمد جعفر خان نے عقلمندی سے کام لے کر، بدنامی سے ڈرتے ہوئے بیٹے کو بہت لعنت ملامت کرکے، تین دنوں تک نوبت بجانے کی ممانعت کردی۔ قطعہ:

اے ہنرہا نہادہ برکف دست ‏ ‏ عیبہا را گرفتہ زیر بغل
تا چہ خواہی خریدن اے مغرور ‏ ‏ روز درماندگی بہ سیم دغل

حضرت شاہ عالم بادشاہ کی بنگالہ کی طرف توجہ اور میر محمد جعفر خاں کی مخالفت

اللہ تعالیٰ نے جسطرح آسمان کو ستاروں سے زینت دی ہے اور ان ستاروں کے سروں پر نور وضیا کا تاج رکھا ہے اس زمین کو بھی سخی و جواد بادشاہوں سے آسمان کے ہم رتبہ بنا دیا ہے۔ اور جسطرح جمادات و نباتات اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان روشن ستاروں کی روشنی سے اکتساب فیض کرتے ہیں

زمین پر بسنے والے بنی نوع انسان بھی ان کے احسانات کی روشنی سے جو حکومت کے دولت کی کنجی ہے اپنے مقاصد و مراد کے دروازے کھولتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ جب نازی الدین خان نمک حرام اور دوسرے غداروں کی غداری سے۔ جس کی تفصیل بیان سے باہر ہے حضرت شاہنشاہ کو نجات ملی تو بنگالا کی طرف متوجہ ہوئے الہ آباد سے مرزا کو بیک قلعہ دار کو بھی توفیق ہوئی تو وہ بھی اپنے لوگوں اور حشم خدم کے ساتھ جو ان کے زیر اثر تھے سب کو ساتھ لیکر شاہی قافلے کے ساتھ عظیم آباد روانہ ہوئے۔

جب حضرت ظل سبحانی (شاہ عالم) عظیم آباد کے قلعہ کے نزدیک قیام پذیر ہوئے۔ تو مہاراجہ رام نرائن جان و مال کی امان پانے کے بعد پہلے قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے، اور اس آستانے کی خاک کا آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ لیکن بادشاہ سلامت نے مرزا کو جک کے کہنے کے باوجود کہ "راجہ کو آپ کے لشکر کے ہمراہ رہنا چاہئیے" حضرت ظل سبحانی نے جانے کی اجازت دیدی اور اس طرح محبت کا بیج اس دیار کے بسنے والوں کے دل میں بو دیا۔ کیونکہ وعدہ خلافی بادشاہ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ امن و امان کے وعدے ہی پر قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تھا۔

لیکن وہ بدقسمت قلعہ میں واپس آنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں خود کو اپنے سپاہ و لشکر کے ہجوم میں دیکھ کر اس بے ثبات مٹی کی چار دیواری میں ایسا مغرور ہوا کہ جنگ و جدال پر آمادہ ہو گیا۔ اور اپنی تمام سرگذشت میر محمد جعفر خاں کو لکھ کر مدد کی درخواست کی۔ ان چند دنوں میں کہ شاہی لشکر قلعہ کا محاصرہ کرکے مردانہ وار جنگ کر رہا تھا۔ مرزا کو جک یہ سن کے کہ شجاع الدولہ اس حرکت سے رنجیدہ خاطر ہوئے ہیں قلعہ کو دوسرے کے قبضہ میں دیکھ کر نتیجہ اور مآل کو نہ سوچتے ہوئے کہ اب لوٹنے سے کیا فائدہ؟ شاہی ہمراہی سے الگ ہو کر شجاع الدولہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور شجاع الدولہ نے کئی دن قید رکھ کر، بدعہدی کے جرم میں۔ جو انھوں نے حضرت ظل سبحانی کے ساتھ کی تھی ان کی خالی کھوپڑی کو تن سے جدا کر دیا کہ لالچ سرداروں کے لیے لائق و مناسب نہیں ہے۔ حضرت ظل سبحانی اپنے چند با اخلاص رفیقوں کے ساتھ چند روز ٹھہرے رہے۔ پھر میر صادق علی خاں کی آمد کی خبر سنکر، مکری کھو کی طرف روانہ ہوئے۔

میر محمد صادق خاں انگریزوں کی مدد سے تمام ہندستان کو برباد کرنے کے لیے، عقل و سمجھ کو بالائے طاق رکھ کر، انصاف سے کام نہ لیتے ہوئے، دولت کے نشہ میں مدہوش۔ تنگ حوصلہ اور تنگ ظرفوں کی

زمین پر بسنے والے بنی نوع انسان بھی ان کے احسانات کی روشنی سے جو حکومت کے دولت کی کنجی ہے اپنے مقاصد و مراد کے دروازے کھول لیتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ جب نازی الدین خان نمک حرام اور دوسرے غداروں کی غداری سے جس کی تفصیل بیان سے باہر ہے حضرت شاہنشاہ کو نجات ملی تو بنگالا کی طرف متوجہ ہوئے الہ آباد سے مرزا کو یک قلعہ دار کو بھی توفیق ہوئی تو وہ بھی اپنے لوگوں اور حشم خدم کے ساتھ جو ان کے زیر اثر تھے سب کو ساتھ لیکر شاہی قافلے کے ساتھ عظیم آباد روانہ ہوئے۔

جب حضرت ظل سبحانی (شاہ عالم) عظیم آباد کے قلعہ کے نزدیک قیام پذیر ہوئے۔ تو مہاراجہ رام نرائن جان و مال کی امان پانے کے بعد پہلے قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے، اور اس آستانے کی خاک کا آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ لیکن بادشاہ سلامت نے مرزا کو چک کے کہنے کے باوجود کہ " راجہ کو آپ کے لشکر کے ہمراہ رہنا چاہیئے' حضرت ظل سبحانی نے جانے کی اجازت دیدی اور اس طرح محبت کا بیج اس دیار کے بسنے والوں کے دل میں بو دیا۔ کیونکہ وعدہ خلافی بادشاہ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ امن و امان کے وعدے ہی پر قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تھا۔

لیکن وہ بدقسمت قلعہ میں واپس آنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں خود کو اپنے سپاہ و لشکر کے ہجوم میں دیکھ کر اس بے ثبات مٹی کی چار دیواری میں ایسا مغرور ہوا کہ جنگ و جدال پہ آمادہ ہو گیا۔ اور اپنی تمام سرگذشت میر محمد جعفر خاں کو لکھ کر مدد کی درخواست کی۔ ان چند دنوں میں کہ شاہی لشکر قلعہ کا محاصرہ کرکے مردانہ وار جنگ کر رہا تھا۔ مرزا کو چک یہ سن کے کہ شجاع الدولہ اس حرکت سے رنجیدہ خاطر ہوئے ہیں قلعہ کو دوسرے کے قبضہ میں دیکھ نتیجہ اور مآل کو نہ سوچتے ہوئے کہ اب لوٹنے سے کیا فائدہ؟ شاہی ہمراہی سے الگ ہو کر شجاع الدولہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور شجاع الدولہ نے کئی دن قید رکھ کر، بدعہدی کے جرم میں۔ جو انھوں نے حضرت ظل سبحانی کے ساتھ کی تھی ان کی خالی کھوپڑی کو تن سے جدا کر دیا کہ لالچ سرداروں کے لیے لائق و مناسب نہیں ہے۔ حضرت ظل سبحانی اپنے چند با اخلاص رفیقوں کے ساتھ چند روز ٹھہرے رہے۔ پھر میر صادق علی خاں کی آمد کی خبر سنکر، مکری کھو کی طرف روانہ ہوئے۔

میر محمد صادق خاں انگریزوں کی مدد سے تمام ہندستان کو برباد کرنے کے لیے، عقل و سمجھ کو بالائے طاق رکھ کر، انصاف سے کام نہ لیتے ہوئے، دولت کے نشہ میں مدہوش، تنگ حوصلہ اور تنگ ظرفوں کی

طرح، حضرت ظل سبحانی کے مقام و مرتبہ کے خلاف شان کاموں کا ارتکاب کرتے رہے اور مکری کھو تک ان کے تعاقب میں دوڑے آخر بدقسمتی کی خاک اس دیار کے سر پر بکھیر دی۔ جب کہیں بھی ان کی گرد کو نہ پہنچے تو لوٹ گئے۔ جس وقت کہ میر صادق علی خاں مرشد آباد کی طرف لوٹ رہے تھے۔ عمر خاں کے بیٹے دلیل خان اور میر محمد جعفر خان کے درمیان تنخواہ کے متعلق سخت و سست سوال و جواب ہو رہے تھے۔ آخر نوکری سے دل برداشتہ ہو کر سہسرانو میں اپنے بھائی اصالت سے جو صادق خان کے ہمراہ تھے ملے دونوں بھائی میر محمد صادق خان سے جدا ہو کر پندرہ سو سواروں کے ساتھ حضرت ظل سبحانی کے لشکر کی طرف ان میں شامل ہونے کے لیے چلے۔ میر محمد صادق خاں عظیم آباد کے قلعہ کی حفاظت کے خیال سے کچھ انگریزی فوج اور رحم خاں اور غلام شاہ کہ دونوں معتبر سردار اور رسالہ دار تھے ان لوگوں کو یہاں چھوڑ کر، تنخواہ کے لیے سپاہیوں کے ہنگامے کی خبر سُن کر، جو میر محمد جعفر خان کی جان کھائے ہوئے تھے۔ بجلی اور ہوا کی تیزی کی طرح قرض کر کے مرشد آباد پہنچے۔ اور انگریزوں نے عظیم آباد کے باشندوں کے مکانات کو جو شہر پناہ کے باہر رہتے تھے۔ مٹی کے برابر کر دیا کہ آبادی کا کوئی اثر بھی اس سرزمین میں نہ چھوڑا۔ اور گولہ رس تک میدان کو صاف کر دیا۔

انگریزوں کی بکس قوم سے جنگ اور ان کا میر محمد جعفر خان اور انکے بیٹے سے آزردہ ہونا

۱۱۷۲ھ کے شروع میں جبکہ میر محمد جعفر خان انگریز صاحبان طلب کرنے پر کلکتہ گئے ہوئے تھے فخر التجار (جو انگریزوں کے جانی دشمن تھے) کے مشورے سے، ولندیز سے سازش کر کے ایک فوج قوم بکس اور ولندیز کی کہ یہ لوگ حکومت بیکو میں رہتے ہیں انگریزوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے طلب کی۔ ولندیز نے سرکشی کی نیت سے چار پانچ ہزار فوج پوشیدہ طریقے پر بلالی۔ جب وہ فوج بنگالا کی سرحد میں داخل ہوئی نادانی سے یا عداوت کے برملا ظاہر ہونے کے خوف سے ان کی پوری خبر گیری نہ کی۔ جہاز کی آمد سے بکس بھی خوف زدہ تھے کہ انگریز راستے میں تھے، خشکی کی راہ سے ارادہ کیا کہ اپنی کوٹھی میں داخل ہوں اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو۔

انگریز اس خبر کے سنتے ہی ایک اچھی فوج کے ساتھ ان لوگوں کے فتنہ و فساد کو دور کرنے کے لیے آمادہ ہوئے۔ اور میر محمد جعفر خاں اور سید صادق خاں کو خط لکھا کہ بہت جلد کمک اور مدد کے لیے آؤ۔ میر محمد جعفر خان نے جواب میں لکھا کہ میری فوج اسوقت میرے قابو میں نہیں ہے، اور مجھ کو ایک ہاتھ زمین بھی گھر سے نکلنا مشکل ہے۔ اور میر محمد صادق خان بھی آج کل صبح و شام کر کے وعدے کو ٹالتے رہے۔ تو کرنیل

کلیپ ثابت جنگ نے آزردہ خاطر ہوکر دوبارہ خط لکھا کہ ہم کو آپ لوگوں کے کمک اور مدد کی ضرورت نہیں ہے اور آپ لوگوں کا حال مفصل معلوم ہوچکا، یہاں سے فرصت کر کے ہم خود آپ کی خدمت میں پہنچتے ہیں۔

اس خبر کے ملنے کے بعد میر صادق خان پریشان ہوکر کلکتہ روانہ ہوگئے۔ اور اس اثنا میں کہ یہ پہنچیں، انگریزوں نے بکس قوم کو ولندیز کی زبان میں لکھا کہ انگریز سر راہ توپ خانہ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اس لیے تم لوگ اوپر کی راہ سے، کیونکہ تمہارے پاس ساز و سامان تھوڑا ہے رات کے رات راستہ طے کرکے خود کو کوٹھی میں پہنچاؤ۔ اور ایک راہ نما بھی ان لوگوں کو فریب میں ڈالنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اور بجلی کی طرح آگ اگلنے والی توپوں کے ساتھ ان لوگوں کی آمد کے منتظر بیٹھ گئے۔ اور ان بد نصیبوں نے خط اور راہ بر پر اعتماد کرکے اس غول بیابانی کی ہدایت پر چل پڑے۔ اور وہ مکار و غدار راہ بر ان بدبختوں کو بربادی اور تباہی کے جنگل میں بھٹکا کر بھوت کی طرح نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

انگریز جو کہ اس وقت کے منتظر ہی بیٹھے تھے، دشمن کو دھوکے میں اور اُن کے خون کو اپنے لیے حلال سمجھتے ہوئے۔ بندوق اور توپ کے چند گولے ایسے پھینکے کہ، اس قوم کے کل افراد کو نیست نابود کر کے ملک عدم کو پہنچا دیا۔ اور ان میں کے کچھ افراد جن کی موت نہ پہنچی تھی، اپنے جہاز پر سوار ہوکر اپنے وطن کو روانہ ہوگئے۔

اس قصے کے ختم ہونے کے بعد میر محمد جعفر خان جب کلکتہ پہنچے تو کرنیل ان کی ملاقات کو نہ آئے اور ان کو بھی اپنے گھر آنے سے روک دیا۔ میر محمد صادق خان تین دنوں کے بعد تنہا کرنیل صاحب کے گھر گئے۔ اور معذرت کر کے کہنے لگے کہ مجھ سے کوئی قصور نہیں ہوا ہے۔ اور اگر آنے میں چند موانعات کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوگئی تو کوئی ایسا مضائقہ بھی نہیں ہے۔ اور اگر بے وجہ میری طرف سے آپ کو شکایت ہے تو میں تنہا آپ کے مکان میں بیٹھا ہوں جو کچھ چاہیں کریں۔ کرنیل نے اس دانائی کے بموجب جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے۔ بیت:

چو پر خاش بینی تحمل بیار	کہ سہلے بہ بندد در کار زار
لطافت کن آں جا کہ بینی ستیز	نہ برد قز نرم را تیغ تیز
زشیریں زبانی و لطف و خوشی	توانی کہ پیلے بموے کشی

دوستی سے پیش آکر جشن و سرور کی مجلس آراستہ کی، اور رات دن کے ناؤ نوش سے ان سست

اعتقاد کی صفحۂ دل سے شک و شبہ کے گرد و غبار کو صاف کرتے رہے۔

چند دنوں کے بعد کہ میر محمد صادق رخصت ہو رہے تھے کرنیل کلیپ نے ایک میجر براہ غمخواری مقرر کر دیا کہ پریشانی اور جنگ کے مواقع میں حاضر رہے۔ در حقیقت منشا یہ تھا کہ مرشد آباد میں اپنا ایک فوجی دستہ رہے۔

جب انگریزوں نے یہ تصدیقی اطلاع بہم پہنچالی کہ بکسر قوم میر جعفر خان کے اشارے سے فخر التجار کے توسط سے آئی تھی تو فخر التجار کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا، وہ جو کہا گیا ہے کہ خیانت کرنے والا گھاٹے ہی میں رہتا ہے۔ مارے ڈر کے یہ بھاگتے ہوئے میر محمد جعفر خان کی خدمت میں روانہ ہوئے لیکن انگریزوں کے آدمیوں نے ان کو راستے ہی میں پکڑ کر قید کر لیا اور سخت بے حرمتی کے ساتھ کلکتہ لے گئے اور اس معاملے کے متعلق، ڈرا دھمکا کر کچھ تسلی و تشفی دے کر دریافت کیا مگر یہ کچھ نہ بولے۔ اور انتہائی خموشی کے ساتھ قید میں چند دن گزارے۔ جب ان کی حالت تباہ ہونے لگی تو گھر جانے کی رخصت ملی، ہُوگلی پہنچ کر انتقال کر گئے۔

حضرت شاہ عالم کا دوسری مرتبہ عظیم آباد کی تسخیر کے لیے آنا مہاراجہ رام نراین اور میر صادق علی خاں کا زخمی ہونا اور کچھ دوسرے واقعات

جب کامگار خان میسنؒ دلیل خانؒ اصالت خان اور غلام شاہ و قادر داد خاں کے عریضے، بارگاہ سلطانی میں پہنچے تو حضرت ظل سبحانی اللہ کی تائید و مدد سے دوسری مرتبہ عظیم آباد کی تسخیر کے لیے روانہ ہوئے۔ تو راجہ رام نرائن اور راجہ شتاب رائے، اور انگریزانؒ اور مددگار سپاہ جس کو میر محمد صادق خان چھوڑ گئے تھے، اپنی روسیاہی کے لیے قلعہ سے نکل کر شاہی فوج سے جنگ کرنے اور مار کاٹ کے لیے تیار ہو گئے۔ اور ایسی شدید جنگ برپا ہوئی کہ خونی ستارہ مریخ بھی آسمان کی پانچویں چہار دیواری میں غازیوں کی تلوار کے خوف سے لرزہ براندام تھا۔ اور اپنی بہادری کے فرمان کو جنگ جو، شیر صفت جوانوں کی بہادری دیکھ کر پارہ پارہ کر رہا تھا۔

دلیل خان نے جوانوں کے ایک فوجی دستے کے ساتھ انگریزی توپخانے پر حملہ آور ہو کر ان کی صفوں کو اپنے قہر کی آندھی سے تہ و بالا کر کے اپنی بہادری کا سکہ بٹھا دیا۔ مگر بندوق کی ایک گولی سے زخمی ہو کر جاں بحق ہو گئے۔

اصالت خاں اپنے بھائی کے مارے جانے کی وجہ سے دنیا کو اپنی نگاہ میں تنگ و تاریک، اور

دشمن کو گستاخ اور خوشحال دیکھ کر، آستین چڑھا کر جنگ کی آگ کو بھڑکاتے ہوئے مہاراجہ رام نرائن کی فوج کے مقابل میں آ گئے۔ اور مسلسل حملوں سے غنیم کی فوج کو پراگندہ کر کے راجہ کو ناچیز اور ذلیل کر دیا۔ اچانک زخموں کی کثرت سے ان کے مرغ روح کو نکلنے کی جگہ مل گئی اور وہ اپنے آشیانہ علیین کی طرف پرواز کر گیا۔

حق یہ ہے کہ ان دو جوانوں کی بہادری بیان سے بالاتر ہے اور ان دو دریائے جنگ کے سفینہ کی ثبات قدمی سے ہی یہ معرکہ مالامال ہے۔ قلم سربریدہ میں کہاں یہ طاقت جو ان کی تعریف و توصیف کر سکے، ان دوستاروں کے ایثار قربانی ذرہ نوازی اور درویش پروری کا شہرہ زمانے کے در و دیوار سے روشن ہو رہا ہے کہ جسکی وجہ سے تفصیل و تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

کامگار خان ان دونوں جوانوں کے کام آ جانے کے بعد، بہادر غازیوں کے ساتھ مہاراجہ رام نرائن کی صفوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور خود کو دشمن تک پہنچا دیا۔ اور تلوار کے چند زخم لگا کر جب ارادہ کیا کہ راجہ رام نراین کے سر کو تن سے جدا کر دیں۔ تو راجہ نے بہتر اور مناسب یہی سمجھا کہ اب میدان میں مقابلے کا موقع نہیں ہے اس لیے قلعہ کی طرف جا کر قلعہ بند ہو گیا۔

شاہی لشکر کے غازیوں نے رحم خان کو قید کر کے اس کو مع دشمنان دین دولت کے جنگی باجوں سمیت بارگاہ شاہی میں فتح و فیروزمندی کے ساتھ پہنچے۔ اور اس بہادری کے صلے میں شاہی نوازشات سے سرفراز ہوئے۔

اور غلام شاہ جو پہلے سے برابر عرضی بھیجتے رہے تھے اور وقت کے منتظر تھے اس موقع کو مناسب سمجھتے ہوئے شاہی لشکر میں داخل ہو گئے۔

اس فتح کے بعد جب میر محمد صادق خاں کے انگریزی فوج کے ساتھ قریب پہنچنے کی خبر شاہی فوج میں پہنچی شاہی فرمان نافذ ہوا کہ کامیاب فوج قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر، نالائق دشمن کے مقابلہ کے لیے دوڑے۔

میر محمد صادق خان راجہ رام نرائن کے شکست کی خبر سنتے ہی انگریزی فوج کے ساتھ بہت جلد راہ طے کرتے ہوئے جب رانی کی سرائے میں خود کو پہنچایا، اور ابھی اپنے خیمہ و خرگاہ کے نصب کرنے ہی کے فکر میں تھے کہ شاہی لشکر نمودار ہوا اور ابھی صف بھی درست نہ ہونے پائی تھی کہ غازیان شاہی سر پہ مسلط ہو گئے فوراً دشمن کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔

قادر داد خاں، اور غلام شاہ نے، مخالف لشکر کی کمزوری کا اندازہ کرتے ہوئے بغرض نام آوری کچھ دیر رکے اور پھر جلدی دونوں نے اپنے آپ کو دشمن کے سر پہ مسلط کر دیا تاکہ یہ فتح مبین کسی دوسرے

کے نام سے مشہور نہ ہو جائے۔ اور محمد امین خاں نے میر محمد صادق خاں کے خالو کو، جو دشمن کے لشکر کے مقدمہ میں تھا، تیر مار کر اپنی راہ کی رکاوٹ دور کر کے میر محمد صادق خان کے بالمقابل آ گئے۔

میر محمد صادق خاں جو پہلے شاہی غضب سے ڈر کر انگریزوں سے مدد خواہ ہوئے تھے، آخر دشمنوں کی طعنہ زنی سے شرمندہ ہو کر اکبر علی خاں کے بیٹے علی نقی خاں کے کہنے سے آدھے کوس سے لوٹے، اور قادر داد خان اور غلام شاہ کے بالمقابل چند آدمیوں کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ فریقین کی نزدیکی اور دونوں گروہوں کی ملاقات کے بعد جبکہ دونوں جانب سے جنگ کی آگ بھڑکی، قادر داد خان افغان جرأت و بہادری دکھانے کے بعد، جبکہ ان کا ہاتھی بے پناہ تیروں کے چبھنے کی وجہ سے بالکل پر کھولے ہوئے مور کی طرح ہو رہا تھا۔ اپنی زندگی کی پونجی ملک الموت کے سپرد کر دی۔ تو غلام شاہ میر محمد صادق خان کے بالمقابل آئے اور مخش کلامی اور گالی دیتے ہوئے چند زخم ان کے چہرے پر لگائے۔ پھر اپنی جان اپنے حقیقی آقا پر قربان کر دی۔

رحم خان جن کو گرفتار کر کے لے گئے تھے، اور ان کا ذکر بھی گذشتہ اوراق میں آچکا ہے۔ جنگ سے پہلے فوج جمع کرنے کے حیلے سے خدمت اقدس خلاف ورزی کر کے وطن کی طرف رخصت ہو گیا تھا، اور اس کے کچھ لوگ کہ خدمت میں حاضر تھے۔ موقع پا کر حیات مستعار کی طرح بے وفائی کر کے شاہی فتح یاب لشکر سے جدا ہو کر میر محمد صادق خان سے مل گئے۔ میر محمد صادق خان باوجود کہ بہت زیادہ زخمی ہو چکے تھے، بہ تقاضائے احتیاط شام تک میدان میں ٹھہر کر اپنے خیمے میں داخل ہوئے۔

کامگار خان بھی مقابل میں کھڑے ہوئے تھے۔ قاصد کی طرح رات کے اندھیرے میں دونوں جانب سے الگ ہو گئے اور آرام کی جگہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ کامگار خان ایک جہاندیدہ سپاہی تھے۔ لڑائی میں ان کو کوئی بھلائی نظر نہ آئی تو پہاڑی راستوں سے خدمت اقدس میں بنگالا روانہ ہو گئے۔ کیونکہ اُن دنوں میں میر محمد جعفر خان سپاہیوں کی وجہ سے ذلت و خواری میں گرفتار تھے۔ اور کوئی بھی ان کے زیر فرمان نہیں تھا، بلکہ ایک جماعت خط و کتابت کے ذریعہ دربار شاہی سے توسل چاہ رہی تھی۔

محمد صادق خان دوسرے روز جبکہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے زخم پر ٹانکے لگا رہے تھے۔ اس خبر کے سنتے ہی شاہی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اور میر محمد جعفر خان جو لوگوں کے کہنے کی وجہ سے راج محل کی طرف جا رہے تھے، یہ معلوم کرنے کے بعد کہ شاہی فوج بنگالا کا رخ کر رہی ہے،

پہاڑی راستے سے بنگالہ کو مستخلص کرانے کے خیال سے بیربھوم کی طرف مڑ گئے، اور زبردست

فوج اور میر محمد صادق خان بھی انگریزی فوج کے ساتھ اس بلند پہاڑ تک پہنچ کر، اس پہاڑی راہ سے کہ جسکی چوٹیاں فقیروں کی روزی کی طرح تنگ، اور نشیب و فراز کی کثرت گھڑیال کی آرہ نما پشت کی طرح تھی روانہ ہوئے۔ ان تنگ راستوں کی دشواری اور تکلیف برداشت کرتے ہوئے یہ تینوں افواج چکلہ بردوان میں جمع ہو کر جنگ بھی کی۔ بنگالہ کے لوگ اہل شام کی طرح حضرت صاحب قران (شاہ عالم) کی بیعت سے منحرف ہوگئے۔ جنگ کے میدان میں کود پڑے اور تمام غازیان فیروزمند اس کے باوجود بھی جنگ سے باز نہ آئے، ان کے پاس حفظ الہٰی کی سپر اور حضرت صاحب قران ظل الہی کے اقبال بے زوال کا سایہ تھا اور اسی بل بوتے پر وہ طلب مقصود سے باز نہ آئے۔ آتش پیکار کو بھڑکا کر فتح و نصرت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ ہاتھ گریبان سے الجھے، تیر کمان سے ملے، کفر و اسلام کی دورنگی نے مل کر رعنائی پیدا کی، مسلمان اور کافر عینک کے دیدہ کی طرح قربت کے باوجود ایک دوسرے کی طرف سے آنکھ بند کر لی، تیر اور نیزے کی جنگ ہوتی رہی عین ہنگامے کے وقت قاسم علی خان جان کے خوف سے ہاتھی کے ہودج سے زمین پر گر پڑے۔ غالب و مغلوب جیتنے والے اور ہارنے والوں میں تمیز نہ رہی۔ حضرت ظل سبحانی اللہ کی تائید و فضل سے اسی بے راہ راستے سے اس یاجوج ماجوج کے بند کو عبور کر کے عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ میر محمد جعفر خان اور میر محمد صادق خان اور انگریز اس مرشد آباد کی طرف گئے۔

اس زمانے میں تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے اکثر مرشد آباد میں شورش رہا کرتی تھی۔ اور میر جعفر خان پر آگ پانی بند ہو جاتا تھا۔ لوگ چھتوں اور دیواروں سے چڑھ آتے اور ان کی بے حرمتی کرتے۔ اور مسلسل راجہ رام نراین کے قلعہ میں بند ہونے اور شاہی فوج کے غلبہ کی خبر ملتی رہتی تھی۔ اور خادم حسن خان کے فتنہ و فساد اور اعلانیہ بغاوت کی خبر مزید رنجش کا سبب بنتی رہتی تھی۔

خادم حسن خان جو ہر فن میں آگے اور گفتگو میں تیشے سے بھی زیادہ سخت تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں اس نے شہر پورنیہ کو خراب اور بے چراغ کر کے رکھ دیا، جس کسی کے بارے میں دو روپے کا بھی گمان ہوتا کہ اس کے پاس موجود ہے تو زور و ظلم سے لے لیتا۔

نواب شوکت جنگ کی دایہ کے پاس کچھ جواہرات جو اس غارتگری سے بچ رہے تھے، سب چھین لیے، اور شہر سے روانہ ہو کر چند روز دریائے کوسی کے کنارے ہر آنے جانے والی کشتی پر اجناس کے ساتھ دست درازی کرنے لگا، اس سلسلے میں اچانک انگریزوں کی کشتیاں آئیں ان کو بھی پکڑ کر وہی

بدسلوکی کی جو عام لوگوں کے ساتھ کر رہا تھا، بلکہ کچھ بڑھ کر ہی بدسلوکی کی۔ اور بہتوں سے بیگاری بھی لی۔

میر محمد جعفر خان نے مرزا غلام علی کو صلح کل جان کر بھیجا۔ ہر چند تسلی و تشفی کی گئی کوئی فائدہ نہ ہوا، کیونکہ کمینہ طوری اور ہنگامہ و حشرات پر اتر آیا تھا۔ اور عجیب و غریب بیہودگیاں برپا کر رکھی تھیں۔ قطعہ:

آہنے[1] راکہ مورچہ بخورد | نتواں برداز و بصیقل زنگ
باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ | نرود میخ آہنی در سنگ

آخر اپنی بداعمالیوں کے خوف سے اس دیار میں اپنے رہنے کو خلاف مصلحت جان کر بارہ ہزار سوار و پیادہ کی جمعیت کے باوجود بھاگنے پر تیار ہوگیا۔

میر محمد جعفر خان اس کے بھاگ جانے کی وجہ سے مایوس ہوکر اس کے بیٹے کو توپ خانہ کی داروغگی کی خدمت سے معزول کر دیا۔ اور دربار میں حاضر ہونے سے روک دیا۔

خادم حسن خان رمضان المبارک ۱۱۷۳ھ کی آخری تاریخوں میں دریائے کوسی کو عبور کر کے دریائے گنگا کی طرف روانہ ہوئے۔ حاجی پور میں جو صوبہ بہار کا قدیم دارالسلطنت ہے آکر مقیم ہوئے۔ اور اس خیال سے کہ شاہی لشکر ان دنوں قلعہ عظیم آباد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اور کسی طرف سے بھی غلہ اور دوسرے اجناس کے قلعہ میں پہنچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی تھی۔ قلعہ کے گھرے ہوئے افراد کو جو کچھ بھی مطلوب ہوتا وہ حاجی پور اور اسی دریا کی سمت سے پہنچتا تھا، اس نے چاہا کہ اس کو بھی بند کر دے تاکہ قلعہ والے ناکامی سے عاجز آجائیں اور پریشان ہوں۔ جب محی الدین نگر پہنچے تو کپتان کمس انگریزوں کی طرف سے ہزار کالے گورے سپاہیوں کے ساتھ اور راجہ شتاب رائے تینتیس چالیس سوار اور دو سو پیادوں کے ساتھ، اور ندی چودھری اور شیخ حمید الدین رسالہ دار مہاراجہ رام نرائن کی طرف سے دریائے گنگا کو عبور کر کے اس باغیوں کے سردار کا سر کچلنے کے لیے تیار ہوئے۔ قطعہ:

سفلہ چو جاہ آمد و سیم و زرش | سیلئ خواہد بضرورت سرش
آن نہ شنیدی کہ حکیمی چہ گفت | مور ہماں بہ کہ نباشد پرش

---

[1] جس لوہے کو زنگ نے برباد کر دیا ہے اس کا زنگ صیقل سے دور نہیں ہو سکتا ہے، کسی سیاہ دل کو وعظ سنانے سے کیا فائدہ، لوہے کی میخ پتھر میں نہیں سماتی۔

کپتان نکس اسی رات میں شبخون مارنے کے ارادے سے دو کمپنی تلنگہ فوج اور ایک ضرب توپ لے کر دریا عبور کر کے راجہ شتاب رائے کے ساتھ اس کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ لشکر کے قریب پہنچکر جب گھڑی میں وقت دیکھا اور جب یہ معلوم ہوا کہ رات باقی نہیں رہی تو مجبور ہو کر اپنے لشکر کی طرف لوٹ آئے۔

خادم حسن خان ان لوگوں کی آمد و رفت سے واقف ہو کر تمام لشکر اور توپ خانے کے ساتھ فوراً مقابلے کے لیے دوڑ گئے۔ اور ان چند آدمیوں کو راستے میں پاکر گھیر لیا۔

مسٹر موصوف (نکس) نے اس دشمن کا جواب جو بہت غرور کی باتیں کر رہا تھا۔ اس توپ کے ایک گولے کی مار سے دیدیا جو اُن کے ہمراہ تھی اور درمیان درمیاں میں بندوق کی گولیاں بھی بطور قاصد بھیجدیا کرتے تھے۔ اسی طرح دشمن کے شور و شر کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی فوج میں چلے آئے، اور ایک لپکتے ہوئے خرمن سوز شعلے کی طرح اپنے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ خادم حسن خاں کے لوگ باوجود کہ سخت مردانہ وار حملہ کر رہے تھے، اور بہت پر زور طریقہ پر یلغار کر رہے تھے۔ لیکن سردار اچھا نہ تھا۔ اس کے باوجود شیخ حمید الدین اور بندیٔ ان کے مقابلے کی تاب نہ لا کے پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے اور شکست فاش کھا کر بدقسمتی کی وادی میں بھٹکنے لگے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مسٹر نکس اور شتاب رائے جب محاصرہ میں گھر گئے تو جاں پر کھیل کے زیادہ تر توپ سے اور گاہے گاہے بندوق سے تمام احتیاط کے ساتھ دشمن کے شر کو دفع کرتے رہے چونکہ اس قسم کی باتیں قسمت اور اتفاقات سے تعلق رکھتی ہیں اور جو کچھ اللہ کی مشیت ہوتی ہے وہی ہوتا ہے۔ مثلاً آسمان سے بارش ہوتی ہے، اور اس کی ساتھ ٹوٹی ہوئی دیوار خام تھی انگریزوں نے ایک کمپنی تلنگہ فوج گولے بارود کے ساتھ اپنی محافظت کے لیے وہاں چھوڑ رکھی تھی۔ اور خود بھی وہاں جانے کا ارادہ رکھتے تھے مگر فرصت نہ مل رہی تھی۔ خادم حسن خاں کے بخشی کو ان باتوں کی خبر نہ تھی۔ حصار کو اپنی پناہ گاہ سمجھے۔ بے پروائی اور بے احتیاطی سے، جیسے ہی حملے کے لیے تیار ہوئے اور دیوار کے نیچے پہنچے، حصار کی بلندی سے بندوق کی گولیوں کی بارش سے جہنم کے راہی اور ملک بئس القرار (برا ٹھکانا جہنم) کے مسافر بن گئے، اس حال کو دیکھتے ہی خادم حسن خان کی شرارت کی تلوار یکایک کند ہو گئی لیکن گل آلودہ سواری کی رفتار تیز ہو گئی۔ ایک باغ میں جا کر ٹھہرے اور تھوڑی دیر اپنے احوال پر منصفانہ نظر ڈال کر اس نتیجے پر پہنچے کہ بھاگ نکلنا جنگ کرنے

سے بہتر ہے۔ اور زبان حال سے یہ قطعہ پڑھتے تھے،

گرچہ شاطر بود خروس بہ جنگ — چہ زند پیش باز روئیں چنگ
گربہ شیراست در گرفتن موش — لیک موش است در مصاف پلنگ

اور اس حد تک خوف زدہ ہوا کہ دو کوس تک دس سواروں کے ساتھ شتاب رائے اسکو رگیدتے آئے مگر اس نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ انگریز چونکہ درحقیقت کسی سوار کے پیچھا کرنے کا شعور ہی نہیں رکھتے ہیں۔ اور اپنی جگہ محفوظ رہنے کو ہزار غنیمت سمجھتے ہیں اس کھلی فتح کے بعد وہیں ٹھہر گئے، اور آرام لینے لگے۔

میر محمد صادق خان کہ عظیم آباد کی دوری سے دو منزل پر پہنچے تھے اس فتح کی خبر کے سننے سے کہ اس آسانی سے حاصل ہوگئی بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر میں جھک گئے۔ اور اپنی قسمت پر مغرور ہو کر اُن کے مال اور زندہ گرفتار کر لینے کے لیے انتہائی جلدی سے عظیم آباد پہنچے۔ اور دو روز لشکر کی آسائش و آرام کے خیال سے مجبوراً ٹھہرے رہے۔ تیسرے روز دریائے گنگا کو عبور کر کے سائے کی طرح ان کے پیچھے دوڑے، اور موت کی طرح ہر سانس میں زندگی سے قریب ہوتے چلے گئے۔ اور خود کو دشمن تک پہنچا رہے تھے۔ لیکن یہ چند روزہ حیات جو ہر آن اپنا سفر طے کر رہی ہے، وہ دشمن کے پیچھے پہلے ہی سے دوڑ رہی تھی۔ خادم حسن خاں اسباب کی وجہ سے خود ہی بوجھل ہو رہے تھے۔ آہستگی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ اس ناگزیر بلا کے پہنچنے کی وجہ سے، نیز خود کو مجرم جانتے ہوئے مال و اسباب سے ہاتھ اٹھا کر تن تنہا جلد سے جلد راستہ طے کرنا شروع کر دیا۔ اور خزانہ اپنے ہمراہیوں کے سپرد کر دیا، اور کہا کہ تم لوگوں کا لینا میرے نزدیک دشمن کے لینے سے بہتر ہے اور اس دریا کو عبور کر کے جو تبیا کی سرحد ہے۔ اس دریا پر پہنچے جس کو بہت دشواری سے پار کرتے ہیں اور جو صوبہ بہار اور لکھنؤ کے درمیان واسطہ ہے۔ وہاں پہنچ کر بہت حیران اور مضطرب تھے کہ میر صادق علی خاں کے بجلی کی آگ میں جلکر مرنے کی خبر صبح صبح ان کو پہنچی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میر محمد صادق خان جب تعاقب کرتے ہوئے تبیا کی سرحد تک پہنچے تو یہ ——— طے کیا کہ کل سرحد عبور کریں گے۔ اور تعاقب کرنے سے دست بردار نہیں ہوں گے تاکہ جہاں بھی جائے اس کا پیچھا نہ چھوڑا جائے اس رات میں عجیب و غریب واقعہ اور نشانیاں پردہ غیب سے نمایاں ہوئیں۔ یہ ہیں کہ اس رات میں موسلادھار بارش ہونے لگی کہ تمام فوج و لشکر کی کمر تک پانی پہنچ گیا۔ اور تمام لشکر خود کو نیلوفر کی طرح پانی میں ڈوبا ہوا دیکھ رہا تھا۔ بجلی اور کڑک کی کیفیت بالکل

اس آیت کے مطابق یکاد البرق یخطف ابصارھم ، چمک رہی تھی ۔کہ لوگوں کی آنکھیں بند بند ہوجاتی تھیں ۔بلکہ دیکھتی ہی نہ تھیں اور اس سے وہ ہولناک آواز جو قیامت میں صور اسرافیل کی خبر دیتی بلند ہو کر سب کا پتہ پانی اور دل مضطرب اور پریشان کر رہی تھی ۔اگر ایک گھنٹہ اور ٹھہر جاتی تو مخلوق کا کام ہی تمام ہوجاتا ۔جبکہ بجلی کی چمک ہی سے لوگوں کی جان نکل رہی تھی۔

میر محمد صادق خان سر شام ہی غسل کر کے ایک چھوٹا خیمہ جو ان کی آرام گاہ کے لیے بنایا گیا تھا ،اس میں جا کر تھکان کی وجہ سے سو گئے تھے ۔جب آدھی رات گزر گئی تو بجلی اور کڑک کا جوش اور بھی بڑھ گیا ، بخارات ارضی شدت سے اوپر چڑھنے لگے ۔بجلی کے آگ اگلنے والے لشکر نے اس نیند کے ماتے کے سر پہ ہجوم کیا اور گر پڑا ، اور جس طرح کہ سویا تھا ویسے ہی رہا سر بھی تکیے سے نہ اٹھا سکا ۔اور وہ سنتری جو اس کے سرہانے کھڑا تھا ، بجلی گرنے کی وجہ سے ایک دردناک آہ کھینچی ، اس وقت علی نقی خاں سید محمد خان اور ہمت خان ، اس بجلی جلے کے دیوان خانے کی چادر میں مست و بےہوش بیٹھے تھے ،چوکیدار کی آواز پر آرام گاہ کے خیمہ میں پہنچے ،جب خوب غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ فرش اور پلنگ پوش میں آگ لگی ہوئی ہے ۔میر محمد صادق خان کو جس قدر پکارتے رہے کوئی آواز نہیں سنی بہت تلاش کے بعد تین چھوٹے سوراخ سر کے پیچھے گردن کے نزدیک ملے ،اور خیمے کے ایک طرف کے چوب کو جلتا ہوا دیکھا ۔اور جو قصہ خواں کہ وہاں حاضر تھا وہ بھی اپنی افسانہ گوئی کی یادگار کے طور پر خود بھی ہمراہ روانہ ہو گیا۔

اللہ کی قدرت کاملہ واقعی دیکھنے کے لائق ہے کہ دوسرے خدمتگاروں کو کوئی ضرر یا تکلیف نہ پہنچی۔

حاصل کلام خوانین کے دل عاشقوں کے دل کی طرح ۔جدائی کے خوف سے مضطرب ، اور مشتاقوں کے دل کی طرح جو وعدہ وصل میں بےچین رہتے ہیں سب پریشان و مضطرب تھے ۔ہزاروں نالہ و آہ کے ساتھ مہاراجہ راج بلب دیوان اور میر روشن علی خاں بخشی کو اس حیلے سے کہ نواب صاحب طلب کر رہے ہیں اس عجیب و غریب حادثہ کو دکھلانے کے لیے طلب کیا ۔جب ان لوگوں نے اس جانکاہ واقعہ کا مشاہدہ کیا ، نہایت غم و الم کے ساتھ انگریزوں کو مطلع کیا ۔انگریزوں نے آکر حالات کا مشاہدہ کیا ،اور اس راز کو چھپانے کی سخت تاکید کی ۔ان کا پیٹ چاک کر کے ان کے دل جگر اور آنتوں کو نکال کر دفن کر دیا ۔اور بات یہ طے پائی کہ کل ہاتھی پر زنانہ ہودج میں رکھ کر عظیم آباد چلیں ۔اسی ہیئت سے خوفناک مقامات سے چند روز میں باہر ہوئے ۔تابوت کو بہت تکلف سے درست کر کے عنبر اور عبیر بہت زیادہ بدبوئی

کو دفع کرنے کی غرض سے چھڑک کر اس آسمانی بلا کو مشتہر کرتے رہے۔ میر محمد جعفر خان کے پاس تعزیتی خطوط بھیجے اور ان کے حکم کے بموجب تابوت کو کشتی کے ذریعہ عظیم آباد سے راج محل لے جاکر حاجی محمد شفیع خان دیوان بنگالہ کے کٹرے میں راقم الحروف کے دادا نے دفن کیا۔ اور مہاراجہ راج بلب تمام لشکر کے ساتھ، انگریز صاحبان کے حکم کے بموجب عظیم آباد میں ٹھہرے رہے۔

اور دوسری عجیب و غریب بات یہ ہے کہ میر محمد صادق خان نے خادم حسن خاں کی جنگ کے درمیان سردار خان نامی ایک افغانی کو چند آدمیوں کے ساتھ جہانگیر نگر بھیجا تھا کہ جناب عالی مغفور کی دونوں لڑکیوں کو جو دُکھ درد کے پنجے میں گرفتار، اور حادثات زمانہ کے ہاتھوں قید تھیں کہ اُن کو مصیبتوں کے بھنور سے نجات دیکر دریائے فنا میں غرق کر دے۔ اس ظالم و بدبخت نے اپنے آپ کو وہاں تک پہنچایا۔ ان دونوں بوڑھیوں کو کشتی میں سوار کر کے جیسے ہی چاہا کہ پکڑ کر دریا میں ڈالے، ان لوگوں نے فریاد کی اور کہا کہ تم لوگوں کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نفرت کا اظہار کرتے ہوئے (جو تھوک پھینکر کیا جاتا ہے) قرآن ہاتھ میں لے کر پانی میں کود پڑیں۔

وہ بیدین پاسبان اپنا سپرد کیا ہوا کام تمام کر کے، میر محمد صادق خاں کے مکان کی طرف روانہ ہوا، اور ان کی خدمت میں اپنی کارگزاری بیان کی، جس روز اس نے پہنچ کر ان دو ضعیفہ کے دریا میں کود کر جان دینے کا واقعہ بیان کیا ہے اسی رات میں منتقم، حقیقی خداوند جبار و قہار نے ان دونوں بوڑھیوں کی لعنت کی وجہ سے، جو پانی میں غرق کی گئی تھیں میر محمد صادق خان کو بجلی کی آگ میں جلا ڈالا۔ بیت:

ہیچ قومی را خدا رسوا نہ کرد تا از و صاحب دلے نامد بہ درد

ترجمہ: جب تک کسی صاحب دل کا دل نہیں دکھایا، خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا۔

میر محمد جعفر خان نے بیٹے کے غم میں ماتمی لباس پہنا، اور ماں نے بیٹے کے درد محبت میں جہالت کی وجہ سے سر کے بال تراش ڈالے۔

خادم حسن خاں تمام عمر مال جمع کرنے، اور تمام اوقات سخن چینی اور ہمیشہ مکاری اور غداری اور تمام وقت بخالت اور ذخیرہ اندوزی میں گزارتے تھے، اہل زمانہ میں ان سے بڑھ کر مال دنیا پر جان دینے والا، اور اس دنیا میں ان سے زیادہ سخت مزاج اور سخت گیر آدمی دیکھا نہ گیا اگر ان کے احوال سے ذرہ برابر بھی کچھ لکھا جائے تو نہ معلوم کتنے دلوں کے ملال کا سبب ہوگا۔ ان کے لب گویا چقماق چبائے ہوئے

تھے کہ ہمیشہ شرارت کی چنگاری ہی اس سے اڑا کرتی تھی یا ایسی قینچی تھی کہ دوستی قطع کرنے کے لیے تیار بیٹھی تھی۔ غیرت کے سوا ہر وہ چیز جس کے لیے لینا، کا لفظ بولتے ہیں وہ لے لیتے تھے اور بجز گالی کے ہرگز کسی کو کوئی چیز نہیں دیتے تھے۔ بیت

گر بجائے نانش اندر سفرہ بودے آفتاب   تا قیامت روز روشن کس ندیدے درجہاں

مختصراً ان کا کچھ حال لکھ دیا گیا کہ نہایت فریبی اور بے شرم آدمی تھا۔ بجلی گرنے، اور سر سے پاؤں تک اس سے میر محمد صادق خان کے جلنے اور فوج کے پسپا کرنے سے ہاتھ اٹھا لینے کی خبر سننے کے بعد اس کے جان میں جان آئی۔ چند طرح کے حیلے بنا کر جس نالے سے عبور کرنے کا خیال تھا اس کو موقوف کر کے اسی جگہ ٹھہر گیا چند روز میر محمد صادق خان کے ماتم میں بیٹھا۔ اس کے بعد جو رقم کہ بھاگنے کے وقت سپاہیوں میں تقسیم کی تھی نہایت ظلم و ستم سے ان سے وصول کر لی۔ اور میر محمد جعفر خان کی گرفتاری اور قاسم علی خان کے تسلط تک وہیں منتظر رہا۔ بیت:

عاجز باشد کہ دست قدرت یابد   برخیزد و دست عاجزاں برتابد

ترجمہ: کمزور کے ہاتھ میں جب طاقت آتی ہے تو اُٹھ کر عاجزوں کا ہاتھ مروڑتا ہے۔

چونکہ راقم الحروف کی غرض اس کتاب میں بنگالا کے حاکموں کا تذکرہ کرنا ہے اس لیے سلسلۂ سخن کو جاری رکھتے ہوئے اسی مقصود کی طرف آرہا ہوں۔

میر محمد جعفر خان اپنے بیٹے کا حال سن کر پہلے چند روز گریہ و زاری۔ نالہ و بے قراری میں گزارتے رہے۔ مگر صبر تو لازمہ زندگی ہے۔ پھر حکومت کے کاموں کی طرف بدستور مشغول ہو گئے۔ مرشدآباد کی فوج تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے اور صادق علی خان کے لوگ زیادہ سے زیادہ جوش میں آ گئے، کسی وسیلے کی جستجو اور کسی حیلے کے بنانے میں یکدل ہو گئے۔ میر محمد قاسم خان سے مکر و غارت گری کی ڈوری کو مستحکم کر کے مخالفت کی زبان تلوار کی طرح چلانے لگے۔

نیز جگت سیٹھ وغیرہ کا معاملہ جو زمینداروں اور عاملوں کو انگریزوں کے قرض دینے کی وجہ سے بہت الجھا ہوا تھا بلکہ سالانہ قرضے کی وصولی کے سلسلے میں بہت حیران و مضطرب ہو رہے تھے۔ اس لیے دشمنی اور عناد کی راہ پر چل پڑے۔ پیشکار بھی کہ زمینداروں اور انگریزوں کے حمایتی حکام کی آویزش سے تنگ آ گئے تھے اور صبح سے شام تک جمع خرچ کے کاغذ لکھنے کے سوا کوئی دوسرا کام ان کے پاس

نہ تھا وہ بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کر بیٹھے۔

رائے رایان امید رام اور جگت سیٹھ وغیرہ آپس میں ایک رائے ہوکر میر محمد جعفر خان کو یہ مشورہ دیا کہ قاسم علی خاں کو کلکتہ بھیجا جائے اور چکلہ بردوان جو انگریزوں کو ادائے قرض کے لیے دیا گیا تھا اس کے واپسی کی درخواست کی جائے۔ اور ایک شخص کو بارگاہ سلطانی میں بھیجکر مصالحت کا پیغام دیا جائے۔

میر محمد جعفر خان جن کا تمام کام دوسروں کی رائے پر منحصر تھا۔ اس رائے کو بہتر سمجھتے ہوئے قاسم علی خاں کو رائے رایان کے ساتھ شمس الدولہ صاحب کلاں کے پاس روانہ کیا۔ اور منشی عبداللہ کو عرضیوں کے ساتھ بارگاہ سلطانی میں بھیجا۔

قاسم علی خاں کلکتہ پہنچے اور خواجہ پدروس آرمینی کے توسط سے گفتگو شروع کی۔ سپاہیوں کی تنخواہ اور انگریزوں کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لی۔ بشرطیکہ صوبہ کی نیابت اور ہر جزوی و کلی اختیارات ہمارے ہاتھ میں ہوں۔

چونکہ گورنر اور دوسرے ممبران کونسل خصوصاً مسٹر ہشٹین جو اس زمانے میں سرکار کمپنی کے مالیہ میں خدمت گذار تھے۔ میر جعفر خان سے ولندیز کے معاملہ کی وجہ سے کبیدہ خاطر تھے۔ اور وقت کی تاک میں تھے۔ یہ تدبیر نکالی کہ گورنر خود مرشدآباد جاکر اس حاصل شدہ فرصت کو حالات کا مشاہدہ کرکے، عقل و دانش کی میزان پر تول کر ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اور قاسم علی خان سے بھی یہی بات کہی گئی اور چند روز اپنی روانگی سے پیشتر روانہ کر دیا۔

قاسم علی خان، خواجہ پدروس کو اپنا وکیل بنا کر مرشدآباد آئے اور میر جعفر خان کو خبر دی کہ چند دنوں میں گورنر خود آرہے ہیں جس قسم سے کہ چاہیے اور جس طرح کہ بہتر صورت ہوگی ویسا کر دینے کا انھوں نے وعدہ کیا ہے۔ اور خود سپاہ و رعیت کی دلداری میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ خواجہ محمدی خاں کو اپنی نیابت کا لالچ دے کر اپنا مکمل فرماں بردار بنالیا۔ اور میر جعفر خان کے قدیم رسالہ دار حسن علی کو روپیہ کا لالچ دے کر اس کے بہکاوے سے دوسرے رسالہ داروں کو بھی اپنے قبضے میں کر لیا۔

جب چند دنوں کے بعد اپنے وعدے کے مطابق گورنر صاحب مرشدآباد آئے تو سب سے پہلے میر محمد قاسم خاں کی نیابت کی بات میر محمد جعفر خان کے سامنے رکھی کہ انہیں کے مشورے سے مالی اور ملکی اہم معاملات کا فیصلہ ہوتا رہے گا۔ جب میر جعفر خان چھکن ہرکارہ کے مشورے سے اس بات پر راضی نہ

ہوئے تومنی رام، اور چنی رام سے مشورہ کرنے لگے کہ اگر تم لوگ اتنی رقم سے میری مدد کرو کہ سپاہیوں کی تنخواہ دیدی جائے تو کسی ایک فرد کو بھی مجھ سے گفتگو کا موقع نہ رہے گا۔ لیکن ان لوگوں نے ایک کوڑی سے بھی قدرت رکھنے کے باوجود، مدد نہیں کی اور بالکل انکار کر دیا۔

گورنر نے میر محمد جعفر خان کا سخت و نانسیاجواب سُنکر، بنگالہ کی حکومت اصالتہً میر محمد قاسم خان کے نام سے نامزد کر دی۔ ان باتوں کی خبر چھکن ہرکارہ جو خود بھی بڑے اور سنگین جرائم کا مرتکب تھا، اور جان رہا تھا کہ کبھی نہ کبھی غصے کے جھپٹ میں آئے گا۔ تفصیل سے میر محمد جعفر خان کو پہنچاتا رہا۔ میر محمد جعفر خان جو سپاہیوں کی خفگی سے خود کو مجبور پا رہے تھے۔ اور خزانے میں اتنی رقم بھی نہیں تھی۔ تو مجبور ہو کر اِن خوش آیند، جملوں سے قاسم علی خاں کے شر کو اپنی ذات سے دفع کر رہے تھے۔ کہ وہ میرا فرزند ہے، ہرگز میرے ساتھ برائی نہیں کرے گا۔ اب اس کے سوا میرا کون ہے، اور میری آرزو اور تمنا ہی کیا ہے، تم لوگ اس طرح کی باتیں اپنی غرض سے بنا کر اس کی رنجش کا سبب بنتے ہو۔

غرض دسویں ربیع الاول ۱۱۷۴ھ کو میر محمد قاسم علی خان انگریزوں کی مدد سے بہت لوگوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو کر، سواری ہی پر صحن میں ٹھہرے رہے۔ چند آدمی انگریز صاحبان میں سے آئے، اور تھوڑی گفتگو اور معمولی بحث کے بعد میر محمد جعفر خان بھی کلکتہ جانے پر راضی ہو گئے۔ اور کشتی پر سوار کر کے گوروں یعنی سفید قوم کے پیادوں کی چوکی اور انگریز تحصیل دار کے ساتھ مراد باغ میں کہ گورنر وہاں فوج کے ساتھ رہتے تھے۔ میر محمد جعفر خان کو پہنچا دیا۔ یہ تیسری شکست تھی کہ بنگال کے حاکموں کو پہنچی۔

انگریزوں نے میر جعفر خان کی درخواست پر منی وغیرہ محل کے خادموں کو دو تین چھوٹے بچوں کے ساتھ کشتی پر سوار کر کے میر محمد جعفر خان کے پاس پہنچا دیا۔ اور بجز غلام علی کے جو ایک عقلمند انسان تھا، اور سمجھتا تھا کہ کیا کیا نحرابیاں میر محمد قاسم خان ان کے سر پہ لائیں گے کوئی ایک آدمی بھی جعفر خان کے ساتھ نہ گیا۔ اور میر قاسم علی خان نے بہت تدبیریں کیں اور بہت درخواست کی کہ میر جعفر خان کو انگریز ان کے حوالہ کریں، نہ سنی گئی۔ دو تین دنوں کے بعد مراد باغ سے کلکتہ روانہ کیے گئے۔ مرشد آباد کے شوخ طبع لوگ آپس میں مبارکباد دیتے تھے کہ "بابا شجاع الدین کی عید اس سال دسویں ربیع الاول کے ساتھ مل گئی ہے۔ بیت:

چنیں است آئین گردندہ دہر   کہ بخشد بہ رغبت ستاند بقہر

میر محمد جعفر خان کی خلافت کا زمانہ تین سال چار مہینے کا تھا۔

میر محمد قاسم خاں کی حکومت کا ذکر اور کمینوں کم ہمتوں کی پیش دستی

ہر عقلمند پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ کوئی زمانہ نیکوں اور بدوں سے نہ خالی تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اس زمانے میں قاسم علی خاں مخاطب بہ عالی جاہ تھے کہ انکی بہادری ورعب کا شہرہ تمام حکومت بنگال میں پھیلا ہوا تھا اور ان کے شان و شوکت کی دھاگ تمام ہندستان میں بیٹھی ہوئی تھی برجیس ہیبت، کیواں رفعت، جو بھی کہئے بجا ہے ان کے زمانے میں شیر اور بھیڑیے مل جل کر پانی پیتے تھے۔ اور تمام سرکشوں کو جو گمراہی کے میدان میں بھٹک رہے تھے زندہ درگور کر کے رکھ دیا تھا۔ ان کے زمانے میں سپاہ و لشکر کے افراد اپنا ایک مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ لیکن ان تمام اوصاف کے ساتھ، مزاج میں سختی خونریزی بدظنی اس حد تک تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ دہی وہم، بدظنی جو انکی سرشت میں تھی اور بزدلی، اسی نے آخر امر ان کے مزاج میں فتور پیدا کر دیا اور اس کا کوئی علاج نہ نکل سکا۔ اور ان کی کلہی فطرت ان کو خاک مذلت پر گرا کے رہی۔ بیت:

سیہ نامہ تر زان مخنث مخواہ — کہ بیش از خطش نامہ گرد د سیاہ
ازاں بیحمیت بباید گریخت — کہ نامردیش آب مرداں بریخت

الغرض دسویں ربیع الاول سنہ مذکور (۱۱۷۴ھ) بڑے طمطراق کے ساتھ حکومت بنگالہ کی مسند پر بیٹھے۔ چند اشخاص جو نہایت خبیث فطرت تھے اور جن کا ذکر نام بنام ان اوراق کے مناسب نہیں ہے وہی ان کی خدمت میں معزز و ممتاز ہوئے۔ اور اس بدگمانوں کے سردار نے تین ہی سال کے عرصے میں، تمام رؤسا، سرداراں، اور ملک کے کمزوروں کو ظلم یا حیلے سے مار ڈالا، یا شہر بدر کر دیا۔ تمام حکومت بنگالا کے خزانے کو اپنے پاس ظلم سے جمع کر لیا، خود کو بے اعتبار بنالیا، اور عالم کو گداگر بنا دیا۔ آخر میں انگریزوں سے الجھے، اور ایک روز تنہا محض اپنی ذات سے مقابلے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور پھر بھاگ کھڑے ہوئے ایک وسیع اور شگفتہ حکومت بنگالا کے باغ کو خراب و برباد کر کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا، کہ آج کے حکام معاش کی تنگی سے چراغ کے تیل کے محتاج ہیں۔

المختصر جب تک مسند حکومت پر رہے، شہر کے رؤسا، اور ممتاز افراد کو نہایت تکلیف و مصیبت کے ساتھ شکنجے میں کستے رہے۔ چنانچہ منی رام، چنی رام، اور کنور رام جو کہ میر جعفر خان کے بہت پرانے پیشکار تھے اور تمام جاگیر کے محالات انہی کے زیر نگرانی تھے، ان کے پاس جو کچھ تھا اور جو نہ تھا، خوشی یا ناخوشی سے، ان لوگوں سے چھین کر، انتہائی اذیت کے ساتھ ان کو گرفتار کیا، اور چند دنوں کے بعد انتہائی

ظلم سے مار ڈالا۔ دوسرے جھکن ہرکارہ کو بھی اپنے دستور کے مطابق مصیبت میں ڈال کر مار ڈالا۔ جناب عالی کے قلمدان بردار امان اللہ اور شہامت جنگ کے فیل خانہ کے داروغہ میر مقصود علی اور دوسروں سے جو کچھ ان کے پاس تھا قہر و ظلم سے لے لیا، اور بہت لوگوں کو عمر قید میں ڈال دیا۔ اور کئی لاکھ روپے کے سونے اور چاندی کے آلات جو حضرت ابا عبداللہ الحسین کے تعزیہ خانہ میں تھے، سب کو ٹکسال بھیج کر سکّے بنوا لیے۔ سیادت اور شیعیت کے دعویٰ کے باوجود تعزیہ خانہ کے تمام اخراجات بند کر دیے۔ نواب سراج الدولہ کے عہد میں بارہ لاکھ روپیہ سالانہ اس فیض آثار درگاہ میں صرف ہوا کرتا تھا۔ سرفراز خان کے لڑکے شکر اللہ خان کو جہانگیر نگر بھیج کر قید کر دیا۔ اور تمام ہمت اسی پر صرف کرتے رہے کہ جو کچھ نقد و جنس کہ ہر ایک رئیس اور رعایا کے پاس ہے اس کے ضبط کرنے میں پوری کوشش کرے اسی بنیاد پر جو کچھ کسی کے پاس دیکھتے اور سنتے تو اس کو اپنی ملکیت قرار دیتے، کسی شخص کو بھی ان کی بارگاہ میں سفارش کی مجال نہیں تھی وہ چند افراد جو کہ ان کی بارگاہ میں شریک کار رہا کرتے تھے، انھوں نے لوگوں کی طرف التفات نہ کرنے اور کمزوروں کی پرورش و پرداخت نہ کرنے ہی کو امانت و دیانت اور اپنی نجات کا وسیلہ سمجھ لیا تھا۔ خواجہ محمدی خان اور گرگین خان اگر کبھی کسی مصیبت زدہ کے لیے سفارش کرتے تو ان کی اور ان کے دوستوں کی طبیعت پر گراں گزرتا۔ آخر شیطانی وسوسے سے ان میں سے بھی کئی ایک سے بدگماں ہوئے جس کی وضاحت آئندہ کی گفتگو سے ہو جائیگی۔ قطعہ:

نکند جور پیشہ سلطانی | کہ نیاید ز گرگ چوپانی
پادشاہے کہ طرح ظلم فگند | پائے دیوار ملک خویش بکند

الغرض چار ماہ کے بعد جبکہ بنگال والوں کے ستانے اور لوٹنے سے جی بھر گیا اور کوئی ایک بھی ان کو اس کام کا نہ لاجواں کی نگاہ میں مشکوک ہو تو عظیم آباد کا ارادہ کیا۔ راجہ بیر بھوم کہ تھوڑی قوت اپنے اندر رکھتے تھے، اور چار پانچ ہزار آدمیوں کو ان کی وجہ سے روٹی کے ٹکڑے مل رہے تھے، انگریزی فوج اور خواجہ محمدی جان کو بھیجکر ملک سے نکلوا دیا۔ بائیس جمادی الثانی سنہ مذکور کو اسی راستے سے اپنے مقصد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس راستے میں سیوری کی منزل سے جنگل کی ابتدا ہے اگرچہ درختوں کے ہجوم اور جنگل بے شمار ہیں لیکن گزرنے کے لیے تھوڑے تفاوت سے راستے بہت ہیں۔ چنانچہ اس راستے سے جو کھیرہ کوندی کے نام سے مشہور ہے سیوری کی داہنی جانب سے خواجہ محمدی خان، اور بائیں جانب سے جو کشن نگر سے موسوم ہے۔ بو علی خان روانہ ہوئے۔

ابھی شیر زمانہ راجہ بیربھوم ٹکرا اپنے ملک کے قرب وجوار میں گھوم رہے تھے۔ قاسم علی خان کے اس طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے انھوں نے پہاڑی کی راہ اختیار کی۔ بیربھوم کے تمام علاقے محمد تقی خان کو اٹھارہ لاکھ روپے سالانہ پر حوالہ کیے گئے۔ اور خان مذکور اس علاقے میں مقیم ہوگئے۔ اور سرکاری رقم کی وصولی میں وہ وہ بدعتیں ایجاد کیں اور وہ وہ ہنگامے برپا کیے کہ بیان سے باہر ہے۔ بیوہ عورتیں جو شرعاً اور عرفاً خرچ اور محصول سے بری ہیں ان کے مطالبے اور پکڑ کی وجہ سے پریشان حال دربار میں آتیں اور گالی گلوچ کے سوا کچھ نہ سنتیں۔ اور سزا کے سوا کوئی اور شئے نہ دیکھتیں۔ قطعہ:

لاف سرپنجگی و دعوی مردی بگذار — عاجز نفس فرومایہ چہ مردے چہ زنے
گرت از دست برآید دہنش شیریں کن — مردی آں نیست کہ مشتے بزنی بر دہنے

شاہی لشکر کے وقایع اور بعض سوانح کا ذکر

دسویں ماہ رجب ۱۱۷۴ھ میں کہ قاسم علی خاں کا قیام دیوگرہ میں تھا حضرت صاحب قرانی کے عظیم آباد کے قلعہ میں انگریزوں کی جانب سے دلجمعی کے بعد تشریف فرما ہونے کی خبر پہنچی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ منشی عبداللہ جسکو میر محمد جعفر خان نے اپنی تقصیرات کی معافی کے لیے لشکر شاہی میں بھیجا تھا۔ اس سے پہلے کہ عظیم آباد پہنچے میر جعفر خان کی گرفتاری اور میر قاسم علی خان کے تسلط کی خبر ملی تو ایک عرض داشت روانہ کی۔ حکم ہوا کہ تم خود عظیم آباد پہنچو۔ انگریزوں اور راجہ رام نرائن کے حسب دلخواہ کام کرو۔

اس کے عظیم آباد پہنچنے کے بعد انگریزوں اور راجہ رام نراین نے منشی عبداللہ کو راجہ شتاب رائے کے پاس شاہی لشکر میں جو چھ کوس آگے پرگنہ ہیلسہ سے پرگنہ بہار کے قریب تھا روانہ کر دیا۔ یہ لوگ شاہی لشکر کے قریب کامگار خان کے مکان میں مقیم تھے۔ اسی وقت خان موصوف کو دیکھ کر ______

انہیں کے توسط سے دوسرے روز بارگاہ سلطانی میں پہنچ کر قدم بوسی حاصل کر کے اپنے مقصد کا اظہار اور بہادری سے پیغام پہنچاتے رہے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ حضرت کامگار خان کی حمایت نہ فرمائیں اور ہم دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ کامگار خان کے جدا ہونے کے بعد جو کچھ ارشاد ہوگا ہم کو جان و دل سے قبول و منظور ہے۔ چونکہ کامگار خان نے بڑی خدمتیں اور جانفشانیاں کی تھیں اور شاہی رکاب میں رہ کر اپنی جمعیت کے ساتھ جنگوں میں شریک ہو کر فتح و نصرت حاصل کی تھی؛ علاوہ ازیں چند مخصوص حضرات موجود بھی نہیں تھے، اس لیے ان باتوں کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ اور ان واہی باتوں پر کان نہیں لگایا۔ اور ایلچی اسی روز کامگار خان سے رخصت ہو کر عظیم آباد روانہ ہوگئے۔ ان دو آدمیوں

کے روانہ ہونے کے بعد، انگریز صاحبان اپنی آگ اُگلتی ہوئی فوج میجر کرنک اور کپتان نکس کی سرداری میں اور راج بلب محمد صادق خان کی حملہ فوج کے ساتھ اور راجہ رام نرائن عظیم آباد کی تمام فوج کے ساتھ کامگار خان سے مقابلے اور جنگ کے لیے میدان میں آگئے۔ اور دریائے سون کے کنارے دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہوگئے۔ صاحبان انگریز اپنی توپ کی آتشبازی اور عجوبہ کاری سے جنگ کی آگ کو تیز تر کرتے رہے۔ اور پانچ چھ گولے کے پہنچنے کے بعد کامگار خان بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت بادشاہ سلامت جو کامگار خان کے حالات سے اندرونی طور پر ذرا بھی خوش نہ تھے، اپنا رُخ مان پور گیا کی طرف موڑ دیا۔ موسی لاس جو ان دنوں شاہی لشکر میں بسر کر رہا تھا۔ گورے کالے سپاہیوں کے بھاگنے کے باوجود ایک ضرب توپ اور فرانسیسی علم کے ساتھ میدان میں کھڑا رہا، انگریزوں نے وہاں پہنچ کر اس کو قید کر لیا۔ صادق علی خان کے توپ خانہ کے لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے فرانسیس کی طرف آگ لگ گئی، کہ ممریز خان داروغہ توپ خانہ چند آدمیوں کے ساتھ جل گئے مگر جان بچ گئی۔

جنگ کے دوسرے روز انگریزوں نے چند آدمیوں کو ساتھ کر کے موسی لاس کو کلکتہ روانہ کر دیا، اور تمام لشکر کے ساتھ کامگار خان کی طرف حملہ آور ہوئے۔ اور مان پور گیا میں حضرت صاحب قرانی کے چوتھے بخشی فضل اللہ خاں بھجو خواص اور خاص پرچم کے ساتھ انگریزی لشکر میں آئے۔ انگریزوں نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھتے ہوئے، ان لوگوں کے استقبال کے لیے راجہ شتاب رائے کو بھیجا، فضل اللہ خان نے انگریز صاحبان سے ملاقات کے بعد حضرت ظل سبحانی کی جانب سے کہا کہ تم لوگوں کی درخواست کے بموجب کامگار خان کو لشکر سے باہر کر دیا، اب جو کچھ بندگی کے لوازم ہیں اس پر تم لوگوں کو عمل کرنا چاہیے۔ انگریزوں نے راجہ شتاب رائے کو لشکر شاہی میں بھیج کر بندگی و فرمابرداری اور جانی معاونت کا وعدہ کر کے ظل سبحانی کی بارگاہ میں حاضری اور سعادت قدم بوسی حاصل کرنے کی درخواست کی۔

راجہ شتاب رائے جو وکالت کے فن میں بے مثل ہیں حضرت ظل سبحانی کو انگریزی فوج کا معاینہ کرنے کے لیے مایل کر لیا۔ جب حضرت ظل سبحانی مرلی دھر کے باغ کی طرف متوجہ ہوئے، جو گیا مان پور میں ہے، تاکہ انگریزی فوج کے سپاہیوں کو دیکھیں تو انگریز صاحبان نے فوجوں کو درختوں اور نونہالوں کے اصول سے آراستہ کر کے نہایت موزوں اور شگفتہ انداز میں پیش کیا کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں تازگی بخشتی تھی۔ چند سردار عمدہ اپنے لشکر سے آدھ کوس آگے جا کر ظل سبحانی کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت حاصل کی اور جب وہ تاجدار کے حضور میں حاضر ہوئے تو اپنے سر سے سرداری کی کلاہ جدا کر دی۔ اُس

وقت تخت مبارک کے ساتھ، چند خواص اور راجہ رام ناتھ کے بیٹے حاضر تھے۔ باقی افواج قاہرہ شاہی ہدایت علی خان بخشی کے ساتھ تخت مبارک سے ایک کوس کے فاصلے پر کھڑی تھی۔

حضرت ظل سبحانی نے نذورات قبول کرنے کے بعد شاہانہ الطاف ملحوظ رکھتے ہوئے انگریز سرداروں سے مخاطب ہوکر فرمایا "اگر فرمانبرداری اور جانی معاونت کا ارادہ کروگے تو ہماری جانب سے بھی تمہیں بہت رعایتیں ملیں گی۔ اور اگر تم لوگ عداوت پر کمر بستہ ہو تو اس سے بہتر وقت تم کو حاصل نہ ہوگا۔"

انگریزوں نے سرکشی کی گردن اطاعت و بندگی میں تبدیل کرکے جھکا دی۔ اور عرض کیا، "ہم لوگ غلام ہیں اور جانفشانی کے لیے حاضر ہیں" اتنی گفتگو کے بعد حضرت ظل سبحانی اس لیے کہ سربلندوں کو قدم بوسی کی آرزو تھی۔ چاند سورج کی کرنوں کی طرح کہ اپنی بلندی کے باوجود اپنی خاک نیاز پر رکھتی ہے۔ اسی وسیع اور پر فضا باغ میں فرش پر بیٹھے انگریز صاحبان، راجہ رام نرائن مہاراجہ راج بلب نے چند خوان جواہرات اور کپڑے وغیرہ جو پہلے سے نذر کے لیے تیار کر رکھے تھے پیش کیے۔

حضرت صاحب قرانی نے مغرب کی نماز اسی باغ میں ادا کی۔ ہدایت علی خان اور مرشد قلی خان کے داماد باقر علی خان کے آنے کے بعد، میکھ دمر کے ہاتھی پر سوار ہوکر ہدایت علی خان کو اپنی ہم نشینی کا شرف بخشا، اور دولت خانہ مبارک پر تشریف فرما ہوئے۔

دو تین دنوں کے بعد مسٹر لسن تین جو تھوڑی ہندی زبان جانتے تھے، راجہ شتاب رائے کے ساتھ، بارگاہ حضرت صاحب قرانی میں عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ اور میجر کرنک تمام سرداروں اور انگریزی فوج کے ساتھ کامگار خان کے تعاقب میں روانہ ہوئے کہ اس کو پکڑ کر گرفتار کریں۔

اور میر محمد قاسم خان اس خبر کے سننے کے بعد جس کا ذکر اوپر گزرا خاطر جمع ہوئے۔ اور مسلسل سفر کرکے ۲۶ رجب سنہ مذکور کو راجہ رام نرائن کے باغ کے قریب بیکنٹھ پور سے ایک میل کی دوری پر آکر ٹھہرے۔ راجہ راج بلب اور راجہ رام نرائن اور انگریز صاحبان، کئی منزل کامگار خان کے تعاقب میں گئے۔ مگر جنگل اور پہاڑ کی وجہ سے زیادہ نہ جاسکے، میر محمد قاسم خان کے نزدیک پہنچ جانے کی خبر سے راجگان مذکور استقبال کے لیے روانہ ہوئے۔ اور منزل مذکور میں پہنچ کر راجہ راج بلب فوج کے ساتھ ٹھیک سواری کے عالم میں قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ بارگاہ عالی کے مخصوصین میں لے

لیے گئے۔ راجہ رام نراین گورنر عظیم آباد کی آمد تک دریائے گنگا کے کنارے ٹھہرے رہے۔ قاسم علی خان نے اپنے خیمے میں داخل ہونے کے بعد راجہ رام نراین کو بلا بھیجا، اور یہ کہلایا کہ ہم تمہارے منتظر بیٹھے ہیں۔ انھوں نے صاحب کلاں کے آنے کے انتظار کا عذر پیش کیا۔ راقم الحروف کہ ان کی خدمت میں گستاخ تھا۔ یہ قطعہ پڑھا، قطعہ:

زبخت روئے ترش کردہ پیش یار عزیز — مرو کہ عیش بروئیز تلخ گردانی
بحا جتیکہ روی تازہ رو وخنداں رو — فرو مبند بکار کشادہ پیشانی

غرض اُن کے بلاوے پر نہ آئے، صاحب کلاں اور راجہ شتاب رائے کے عظیم آباد سے آنے کے بعد پہلے میر بارک کے گھر میں جو میر قاسم علی خان کے ہمراہ فوج کے ساتھ مرشد آباد سے آیا تھا۔ پھر میر قاسم علی خان سے ملنے کے لیے پہنچے۔ میر قاسم خان سانپ کی طرح بل کھاتے تھے کہ میں نے تمہارے لیے اتنی دور دراز راہ طے کی لیکن تم کو بیگانہ پایا۔

یکم شعبان سنہ مذکور کو جبکہ دھیرج نراین کے باغ میں داخل ہوئے۔ مہاراجہ رام نراین سے سخت قسم کا عہد و پیماں ایمان کی قسم کھا کر آپس میں کیا گیا، صادق علی خاں کی فوج کے سردار جواب تک راجہ راج بلب کے زیر فرمان تھے۔ ان کے سوالات و جوابات کا تعلق نوبت رائے نائب بخشی کے سپرد کیا گیا۔

مہاراجہ رام نراین جو کے شیوے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اپنے نفسانی تقاضوں اور شیطانی وسوسوں، سرکشی اور خود رائی کے ارادے کی بنا پر دو دنوں کے بعد قاسم علی خاں کے لشکر میں عظیم آباد کے صاحب کلاں کی جانب سے یہ پیغام بھیجدیا، اور رقعہ لکھا کہ دل آپکی ملاقات کا بہت مشتاق ہے۔ مگر آپ کی طلب کے بغیر اس جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا ہوں۔ صاحب کلاں نے رقعہ راجہ کی طلب پر قاسم علی خاں کے لیے لکھا اور چوبدار بھیج کر راجہ کو طلب کیا۔ قاسم علی خاں رقعہ کے پہنچتے ہی راجہ کی طرف سے بدظن ہو گئے۔ آدمی کو رخصت کر دیا۔ راجہ نے صاحب کلاں سے ملاقات کی۔ وہ رات اپنی قیام گاہ میں بسر کی اور دوسرے روز قاسم علی خاں کے سلام کو آئے۔ صاف دلی میں گزشتہ دنوں کی طرح نہ پایا۔ اس روز سے دوستی کے پھول جو گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح بادِ نسیم کی تحریک سے شگفتہ ہوتے تھے عداوت کی آندھی میں پراگندہ ہو گئے۔ ان میں کا ہر ایک ایک دوسرے کے مقابلے میں یہ شعر پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ بیت:

امیدوار بود آدمی بخیر کسان مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان

چونکہ قاسم علی خان کی نگاہ حضرت صاحب قرانی کی طرف لگی ہوئی تھی اس لیے راجہ کی طرف توجہ نہ تھی۔ قاسم علی خان سے کافی بحث و مباحثہ کے بعد انگریز صاحبان نے بارگاہِ شاہی میں یہ درخواست دی کہ ہم غلاموں کی کوٹھی میں جو قلعہ سے باہر ہے۔ حضور ظل سبحانی قدم رنجہ فرماکر شاہانہ عنایتوں کی نظر سے میر محمد قاسم خان کے معاملہ کی طرف توجہ فرمائیں اور ہم لوگوں کو قدم بوسی کی سعادت سے مشرف فرمائیں۔

چنانچہ چوتھی شعبان سنہ مذکور، جو نواب عالی جاہ سے ملاقات کا دن تھا۔ انگریزوں کی فوج نے کوٹھی کو سج میں کر لیا، اور حضرت ظل سبحانی چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح کوٹھی میں تشریف فرما ہوئے قاسم علی خان اپنی تمام فوج کے ساتھ پوری شان و شوکت کے ساتھ سواری پر سوار ہوکر خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا خلعت اور عالی جاہ کے خطاب سے سرفراز کیے گئے۔

کوٹھی کے دروازوں پر انگریزوں نے نگہبانی کا اتنا زبردست اہتمام کیا تھا، کہ عالی جاہ سے بھی تلوار کا علاقہ باقی نہیں رہا، لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کی پیشانی کا پسینہ زمین پر ٹپک رہا تھا۔ عالی جاہ نے ان رکاوٹوں کے متعلق جو دروازوں پر پیش آئی، گمان یہ کیا کہ یہ سب قید و بند راجہ رام نراین اور راجہ شتاب رائے نے کھڑی کی ہے اس لیے پہلے سے بھی بہت زیادہ ان کا دل ان لوگوں کی طرف سے گراں ہوگیا، اور ان سے بہت آزردہ خاطر ہوگئے۔ عالی جاہ کے جانے کے بعد حضرت ظل سبحانی دھیرج نراین کے باغ میں تشریف لاکر اپنے قدوم میمنت لزوم سے عالی جاہ کو سرفرازی بخشی۔

عالی جاہ نے ایک عظیم جشن کا انتظام کچھ اس طرح کیا کہ گوناگوں نعمتوں کی فراوانی کو دیکھ کر ایک دقیقہ شناس نگاہ بھی گمان کرتی کہ رضوان جنت نے یہ سامان فراہم کیے ہیں۔ کھانے پینے کی اتنی چیزیں مہیا کی تھیں کہ میزان امکان میں سما بھی نہیں سکتی تھیں۔ مگر انھوں نے فراہم کرلی تھیں۔

انگریزی فوجیں بھی عالی جاہ کے خیمے کے اردگرد اندر اور باہر چاند کے ہالے کی طرح کھڑی تھی۔

حضرت ظل سبحانی فتحمندی اور کامرانی کا جھنڈا بلند کیے ہوئے تمام روز اس باغ میں جشن و عیش میں شریک رہے لوگوں کی نذریں قبول کیں اور قلعہ مبارک میں تشریف لے گئے۔

یکم شوال سنہ مذکور میں عالی جاہ انگریزوں کے اصرار سے مسجد میں جاکر حضرت ظل سبحانی کے نام کا خطبہ پڑھا، اور اس طرح ان کی سربلندی کو مشتہر کیا۔

چوں کہ عالی جاہ کی خواہش یہ تھی کہ کچھ دنوں حضرت ظل سبحانی اس دیار میں ان کے اختیار میں رہیں لیکن انگریزوں نے اس طریقہ کار کو اپنی بدنامی کا سبب اور بدعہدی سمجھا اس لیے اس بات کو منظور نہیں کیا تو اس فکر میں ہوئے کہ اگر یہی صورت ہے تو جس قدر جلد ممکن ہو کسی اور سمت میں تشریف لے جائیں کہ اُن کے حق میں یہی بہتر ہوگا۔ اس لیے مرزا شمس الدین نے جو ان کے جاں نثار دوستوں میں نہایت مکار اور غدار شخص تھا، حویلی کے منتظم بہادر علی خان سے دوستی پیدا کی اور ایک روز دغابازی سے طعنہ کے طور پر بولا کہ، جس وقت حضرت ظل سبحانی خیریت کے ساتھ عظیم آباد کے قلعہ سے روانہ ہوں گے، اور انگریزوں کے دائرے سے باہر نکلیں گے۔ اب آگے ہم کیا کہیں؟ تو ہم اپنی دونوں جہاں کی سعادت سمجھیں گے۔ اس غلام کو جس کی وفاداری میں کوئی شبہہ نہیں مناسب حال یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرنگیوں کے قید و بند کے دائرے سے حضرت ولی نعمت کو کنارہ ہی کیجیے کیوں کہ تاخیر کرنے میں ہم غلاموں کی ذلت اور تنگی ہے۔

بہادر علی خان نے تردد اور وفاداری کی بنا پر مرزا موصوف کی باتیں گوش گزار کردیں اور خود روانگی کے انتظام میں مستعدی سے لگ گئے۔

دوسرے یہ کہ مبلغ دس ہزار روپے مرزا مذکور نے بہادر علی خان کو دیئے کہ میں نے عالی جاہ سے آپ کے لیے لیے ہیں۔ حضرت ظل سبحانی نے ان باتوں کے سننے کی وجہ سے بھی پختہ ارادہ فرمالیا۔ اور صوبہ الہ آباد کے ارادے سے آخر شوال سنہ مذکور میں عظیم آباد کے قلعہ سے باہر آکر مرلی دھر کے باغ میں باقی پور میں آکر فروکش ہوئے۔

نواب عالی جاہ نے بہترین نذرانے جیسے ہاتھی گھوڑے، خیمہ، تخت، چھتر، اور کچھ نقد رقم بھی پیش کیے۔ اور زیادہ سے زیادہ اس امر کے کوشاں رہے کہ حضرت ظل سبحانی جس قدر جلد تشریف لے جائیں وہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس کام کے لیے ہر روز مرزا شمس الدین خان کو شاہی لشکر میں وسوسہ ڈالنے کے لیے بھیجا کرتے تھے، اور مرلی دھر کے باغ میں مقیم ہی تھے کہ خود قلعہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور پھر قلعہ کے دروازے سے اپنے سامان اور اسباب کو واپس کروا دیا، اور یہ مشہور کیا کہ راجہ رام نراین اسباب کے قلعہ میں لے جانے سے روکتے ہیں۔ پھر حضرت ظل سبحانی کے روانہ ہونے کے بعد کہ انگریزان اُن کو رخصت کرنے کے لیے کرمناسہ تک گئے تھے اسی سنہ میں ذیقعدہ کے مہینے میں کرنیل کوٹھ جو صوبہ

عظیم آباد کے مدار المہام ہو کر کلکتہ سے آئے ہوئے تھے، نواب عالی جاہ شمس الدولہ گورنر کلکتہ کی مدد سے کرنیل مذکور کو کسی معاملے میں کوئی دخل نہیں دینے دیتے تھے۔ اس طرح طرفین کے دلوں پر رنج و ملال کا رنگ بیٹھ رہا تھا، اور دونوں فریق ایک دوسرے سے ڈر رہے تھے۔

جس زمانے میں عالی جاہ فوج کی تیاری میں حد سے زیادہ کوشش کر رہے تھے کہ دیسی بندوقوں سے ٹوپی دار بندوق کا کام لے رہے تھے، مہاراجہ رام نرائن لوگوں کے گھروں میں جاکر، عالیجاہ کے شبہہ کو دور کرنے میں مایوس ہو گئے اور کسی طرف سے کامیابی کی شکل نظر نہ آئی۔ تو حیلہ بازی کی فکر میں لگے۔ اور انگریزی سرکارے کو مرلی دھر کے واسطے سے ایک ہزار روپے کا لالچ دیکھ یہ تعلیم دی کہ کرنیل تک یہ بات پہنچا دے کہ عالی جاہ اپنی تیاری میں لگے ہوئے ہیں اور چند روز میں شب خوں مارنے کا ارادہ ہے۔

کرنیل اس خبر کو سننے کے بعد، صبح سویرے تیس چالیس سواروں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر عالی جاہ کے خیمہ کی طرف آئے۔ اور راجہ رام نراین نے چونکہ انتہائی وسوسہ ان کے دل میں ڈال دیا تھا اس لیے بری طرح غصے میں بھرے ہوئے تھے، کہ ایسا گمان ہوتا تھا کہ شاید پکڑ کر قید کر لیں گے۔ عالی جاہ ان حالات سے خبردار ہو کر باورچی خانہ کے خیمہ کی طرف جو محل سرا کے خیمے کی پشت پر تھا چھپ گئے۔ کرنیل کچھ دیر رک کر قلعہ میں چلے گئے۔

عالی جاہ نے اسی روز سے اپنے سرداروں کی بود و باش کو اپنی جان کی محافظت کے لیے نفیس باغ میں مقرر کر دیا۔ اور پہرہ داری اور پاسبانی کے لیے پوری پوری تاکید کر دی اور ایک خط گورنر کے پاس کرنیل کے حالات اور راجہ رام نراین کی مکاری کے متعلق تفصیل سے لکھ کر روانہ کیا۔ گورنر نے ایک نہایت غصے سے بھرا ہوا خط کرنیل کے نام سے لکھ کر کلکتہ طلب کیا۔

کرنیل کے کلکتہ جانے کے بعد، راجہ فتح سنگھ اور راجہ بنیاد سنگھ اور دوسرے زمینداروں اور صوبہ بہار کے عاملوں کو جو شہر میں تھے اور جن کی دولت سے ہزاروں کو فیض پہنچ رہا تھا۔ اور دوسرے شہر کے رئیسوں کو لشکر میں طلب کر کے قید کر لیا اور خزانہ کی طلبی کا بہانہ بنا کر سخت قسم کے گماشتے مقرر کیے۔ ان میں سے کتنے لوگ اس وقت تک نہیں چھوٹے جب تک انھوں نے اپنی جانیں ملک الموت کے سپرد نہیں کر دیں۔

اور خواجہ محمدی خان کو جو راجہ رام نراین کے معاملات کی اصلاح میں کوشاں تھے۔ اور

معاملات میں حق و صداقت سے آنکھ بند نہ کرتے تھے۔ نواب عالی جاہ نے حکومت کے بدخواہوں کے کہنے سے بد دماغی دکھاکر دربار میں آنے جانے سے منع کر دیا۔

راجہ رام نرائن نے اپنی ناداری کے اظہار میں اپنے گھر کے سامان و اسباب کو سپاہیوں کی تنخواہ کے مطالبے میں دے کر ملازمین کو ملازمت سے برخواست کرکے تین لاکھ روپے عظیم آباد کے گورنر کے لیے بطور رشوت منظور کرکے اپنی محافظت کے لیے تین انگریزی کمپنی سپاہ اپنے گھر پر بٹھلائی تھی۔ اور جسونت ناگر کے لڑکے کو پچاس ساٹھ سواروں کے ساتھ اپنے آگے چھوڑ رکھا کہ شاید ان لوگوں کی مدد سے کچھ کر سکیں۔ راقم الحروف نے جب ان لوگوں کے رکھنے کی وجہ و سبب کو دریافت کیا تو کہنے لگے بیت:

وقت ضرورت چو نماند گریز   دست بگیرد سر شمشیر تیز

ترجمہ: جب بھاگنے کا موقع نہیں ہوتا تو تلوار ہاتھ میں لینی پڑتی ہے۔

مہاراجہ رام نراین نے گورنر کو رشوت دینے کے لیے جو رقم منظور کی تھی اس سے کہیں زیادہ نقد رقم دیکر عالی جاہ نے ان کی حفاظتی چوکی کو ان کے مکان سے ہٹوا دیا۔ اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں راجہ رام نرائن کو قلعہ میں قید کرکے صوبہ کی نیابت راجہ راج بلّب کو تفویض کر دی۔

اسی سال ذی الحجہ کے آخر دنوں میں دھیرج نراین کے باغ سے نکل کر تمام دشمنوں سے بے فکر ہو کر عظیم آباد کے قلعہ میں داخل ہوئے۔

محرم ۱۱۷۵ھ میں خواجہ محمدی خان اور میر شرف الدین اور گوجر خاں اور میر داد علی پسر ضیا رالدین خان وغیرہ چند آدمیوں کو کرمناسہ ندی کے پار نکال دیا۔ اور راجہ دھیرج نراین اور ان کے داماد لبنست رائے کو بھی دولتمندی کے زمانے کی طرح قید کر دیا۔ اور راجہ موصوف کے سرداروں میں جسونت ناگر کے لڑکے، اور سکھ لال کو بھی قید کر دیا۔ اور مرلی دھر سرکارہ کو جو راجہ کے عقل کی کنجی تھا قید کرکے جہانگیر نگر بھیج دیا۔ جو انگریزوں کے غلبے اور عالیجاہ کی شکست کے بعد قید سے چھوٹا۔ اور اپنے قدیم عہدے پر سرفراز ہوا۔ شیخ محمد آفاق کوتوال کے ناخنوں میں کیل ٹھونک دی۔ چونکہ یہ نیک بخت اس وقت نہ مرا تھا، عالیجاہ کے بھاگ کھڑے ہونے کے بعد انگریزوں نے دوبارہ ان کو، ان کے عہدے پر مستقل کر دیا۔

محمد ایرج خان کے سگے بھائی مصطفیٰ علی خان کو رتی محال کے بقایہ میں جو ان کے ٹھیکے میں تھا، اور راجہ کی دوستی میں عالی جاہ سے عناد بھی رکھتا تھا، بلکہ ان تمام خرابیوں کا سبب بھی وہی تھا کہ بے تکلف

اپنے مکان میں بیٹھا ہوا، مجمع عام میں خصوصاً مرزا شمس الدین اور خواجہ میر اشرف کشمیری کی ملاقات کے وقت عالی جاہ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ تمام باتیں تفصیل سے اُن کے کان میں پہنچتی تھیں۔ اس کو مقید کر کے میر ستاری کے حوالہ کر دیا۔ اور جب قید کرنے پر بھی اُن سے روپے وصول نہ ہوئے تو ان کو تلنگیوں کے حوالہ کر دیا۔ اُن کے بال بچے شہر میں گدائی کر کے تھوڑا بہت ان کے لیے روٹی حاصل کرتے تھے۔ عالی جاہ کے نیپال کی تسخیر پر روانہ ہونے کے بعد مسلسل چار دنوں کے فاقے کے بعد انتقال کر گئے، ان کی بے گور و کفن لاش ایک دن ایک رات یوں ہی پڑی رہی۔ عالی جاہ کے چچا تراب علی خان نے بہت حجت حوالے کے بعد مبلغ پانچ روپے، اور علی قلی خان بھاگلپور کے فوجدار نے جو خود بھی قید تھے، رحم کر کے اپنی ٹوپی بارہ روپے میں اس مومن کی نعش کی تکفین کے لیے بیچی تب کہیں جا کر انھوں نے قبر کی صورت دیکھی۔

نواب عالی جاہ چونکہ جگت سیٹھ وغیرہ کی جانب سے مطمئن نہیں تھے اور ہر وقت اُن کی طرف سے پراگندہ ذہن رہا کرتے تھے اور ان لوگوں کی طلب کا پروانہ برابر بھیج رہے تھے۔

۱۱۷۵ھ کے اوائل میں انکے چھوٹے بھائی مہاراجہ رام سروپ چند اور رائے رایان امید رام اور دونوں قانون گو بنگالہ کے دفتر کے ساتھ اتفاقاً ساتھ ہی عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ عالی جاہ نے مہاراجہ سروپ چند کی ملاقات سے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور یہ خیال کیا کہ ان میں سے کوئی ایک ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔ مہاراجہ سروپ چند نے ان کا یہ قصد معلوم کر لیا، چند دنوں میں رخصت کی اجازت چاہی، عالی جاہ نے جانے کی اجازت دل نہ چاہتے ہوئے بھی دیدی۔ لیکن پہلے سے بھی زیادہ بدگمان ہو گئے۔ رائے رایان کو دونوں قانون گویوں کے ساتھ قید کر لیا۔ اور علی قلی خان بھاگلپور کے فوجدار کو بھی اپنے پاس بلا کر قید کر لیا۔ اسی اسیری کے زمانے میں علی قلی خان کی ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا، انھوں نے چاہا کہ تجہیز و تکفین کریں۔ خادموں نے اجازت نہیں دی۔ آخر بہت حجت حوالے اور خوشامد درآمد کے بعد جس مکان میں رہتے تھے وہیں دفن کر دیا۔

نواب عالی جاہ کی بھوجپور کی طرف لشکر کشی بعض آدمیوں کا قتل اور شہر بدر کرنا اور قلعہ رہتاس پر قبضہ

جب نواب عالیجاہ حضرت ظل سبحانی اور مہاراجہ رام نراین کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اسی سال ۱۱۷۵ھ میں اا ربیع الثانی کو بھوجپور کی تسخیر کے لیے عظیم آباد سے نکلے، اس سال کے نادر اتفاقات میں یہ ہے کہ نواب عالی جاہ نے پہلے ہی اپنی طرف سے میر فضل علی بخشی کو بھوجپور کے زمینداروں کی تنبیہ و تادیب کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ چند دنوں کے بعد جب حسب طلب خدمت میں حاضر ہوئے قدم بوسی کے لیے جس وقت کہ نواب عالی جاہ کے زانو پر سر جھکایا اچانک مرگ مفاجات

کاشکار ہوکر ملک عدم کو روانہ ہو گئے۔ اُن کے مرنے کے بعد نواب عالی جاہ نے میر روشن علی خان جو میر صادق علی خاں مبروق کے بخشی رہ چکے تھے ان کو انگریزی فوج اور تھوڑے توپ خانے کے ساتھ خود سے پہلے ہی بھوجپور روانہ کر دیا تھا، انہوں نے بھوجپور کے تینوں ہی قلعے پر قبضہ کر لیا، وہاں کے شریر زمینداروں کو نکال کر تمام ملک کو ظلم و تعدّی سے بے چراغ کر دیا تھا۔ اور وہاں کے باشندوں کی زندگی ایسی تلخ کر دی تھی کہ ایک سیر چاول کے لیے رعایا اپنے بچوں کو بیچ دیتی تھی اور ہزاروں آدمی میدان میں جمع ہوکر روٹی کی طلب میں جان دے دیتے تھے۔

اسی زمانے میں راجہ شتاب رائے جو عتاب میں پڑے ہوئے تھے، وقت کو غنیمت جان کر کلکتہ بھاگ گئے۔ اور اپنی رہائی کے لیے گورنر سے درخواست کی۔ اور شمس الدولہ کے حکم سے مسٹر لسن تمن عظیم آباد کے نائب گورنر نے اپنی نگہبانی میں لیکر صوبہ بہار کی سرحد سے پار کر دیا۔ عالی جاہ اس خبر کو سن کر غصے میں اپنے پشت دست کو چباتے تھے۔

اسی ۱۱۷۵ھ کے اوائل ماہ شعبان میں شاہ مل قلعہ دار سے قلعہ رہتاس بہت تجت والے کے بعد حاصل کر کے اپنے قبضہ میں لائے اور خود قلعہ کو دیکھنے کے لیے پہاڑ کی بلندی پر گئے۔

وہ نہایت مضبوط و مستحکم قلعہ ہے کہ جسکے نیچے دریائے سون اور ایک دوسری ندی پچھم اور دکھن کی طرف سے آئی ہے جو نیچے آکر دریائے سون سے مل جاتی ہے۔ قلعہ پہاڑ کی اونچی چوٹی پر ہے۔ اور اس کے بارہ مشہور راستے ہیں اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ چوراسی گھاٹیاں ہیں جو کٹھن کہی جاتی ہیں اور ہر طرف سے اوپر جانا ممکن ہے لیکن ایسی راہ کے اگر دو آدمی بیٹھ جائیں تو ہزاروں کے لیے رکاوٹ بن جائیں۔ اور اس کی فضا تقریباً بارہ کوس ہوگی۔ اور کئی جگہ پر انتہائی صاف ستھرے ٹھنڈے چشمے جاری ہیں۔ اور وہ میوہ جو وہاں نہایت کثرت سے ہوتا ہے وہ گنّا اور انار ہے۔

غرض کہ نواب عالی جاہ نے اپنے بال بچوں اور مال کے رکھنے کے لیے پسند کیا، اور ایک رات پہاڑ پر رہے بھی۔ اور دوسرے روز واپس ہوئے۔

اسی زمانے میں کہ نواب عالی جاہ بھوجپور کے زمینداروں کے استیصال کی طرف متوجہ تھے۔ اپنے چچا تراب علی خان کو معزول کر کے محمد سعید خان نامی ایک مغل کو مرشدآباد کی نیابت پر مقرر کیا۔ یہ مرشدآباد اگر ہر بڑے چھوٹے اہم امور پر متصرف ہوئے اور ان کے عرض بیگی کہ آقا یوسف نامی ایک شخص تھے۔

اور یوسف بجام سے کم نہ تھے ایسی نئی نئی باتیں انھوں نے شروع کیں کہ بیان سے باہر ہے۔ اور ان مظالم کا نام عدالت و انصاف رکھتے تھے۔

اسی سال چوتھی شوال کو شہر انو کے قیام کے درمیان، وہ ایک وہم جو عالی جاہ کے دل میں گزرا، سیتارام دیوان و شیخ عبداللہ بادہ دار اور چار نفر ہرکارہ کو جو معتبر تھا، قتل کر دیا۔ علی ابراہیم خان بہادر جو اصطبل کے داروغہ ہوئے تھے انتہائی دیانت دار اور امانت دار اور عالی جاہ سے محبت رکھتے تھے۔ اور صادق علی خان کے رسالہ داروں کے احوال سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں رکھتے تھے، اور شیخ ہدایت اللہ کہ سات سو سوار کے رسالہ دار تھے، اور صادق علی خان کے گھر پر ان کی بڑی آبرو تھی نواب عالی جاہ کی طرف سے کوئی عنایت و کرم اپنے حق میں نہیں دیکھا اس لیے جان کے خوف سے موقع پا کر دو ہاتھیوں پر ضروری اسباب بار کر کے شکار کے بہانے سے لشکر سے نکل کر تنہا بنارس کو روانہ ہوئے اور دریائے گنگا کہ دونوں صوبوں کے درمیان کی سرحد ہے، اس کو عبور کیا، اور پھر ہاتھی لینے کے لیے دریا کے اس طرف آئے کہ کل تمام ہاتھیوں کے ساتھ عبور کریں گے۔ رات کو مغل سرائے میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ وہ فوج جو ان کے تعاقب میں روانہ ہوئی تھی اُن تک پہنچ گئی۔ اور جیسے ہی اس نے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا ہے انتہائی غیرت کی وجہ سے خود کو خنجر سے ہلاک کر لیا۔ اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اسی طرح لطف علی خان اس مبروق صادق علی خاں کے رسالہ داروں میں تھے، بڑے سپاہی مرد تھے۔ قرابتمندوں اور نوجوان دوستوں کو اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے، کرمناسہ سے باہر نکال دیا۔ اسی طرح شیخ دین محمد کو نکال باہر کیا۔ یہ تمام سردار اپنی ذاتی جرأت اور اپنے اقربا کی وجہ سے عزت و آبرو کے ساتھ لشکر سے باہر نکل آئے۔ اسی طرح بال کشن ہزاری کہ قریب دو تین ہزار پیادوں کا سردار تھا، یہ سنکر کہ نواب عالی جاہ کی نظر عنایت اس کی طرف نہیں ہے اپنے لوگوں اور اسباب کے ساتھ بنارس بھاگ گیا، چونکہ ان دنوں میں کرمناسہ میں متعین تھا، سرحد کے قریب بیٹھا ہوا تھا جو فوج کہ اس کو قید کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی وہ وہاں نہیں پہنچ سکی۔

المختصر وہ چند روپے جو مختلف اشیا کی دیکھ بھال سے جمع ہوئے تھے وہ ان سرداروں کے چلے جانے کی وجہ سے عالی جاہ کو سخت نقصان ہی پہنچا گئے کہ کوئی شخص بھی قدیم سرداروں میں باقی نہیں رہا اور ہر کس و ناکس پر کہ شفقت کی نظر فرما کر رسالہ دار یا خوشحال بنایا، ان میں سرداری کی اہلیت نہ ہونے

کی وجہ سے اُن کے ساتھی اُن کے قبضے میں نہیں تھے۔ اور کام کے وقت یہ کام نہ آئے۔ جب غلام حسین خاں عرض بیگی شہسرالو کی منزل سے آخرت کی منزل کی طرف روانہ ہوگئے، تو اُن کے دو لڑکوں اور عورتوں کو سخت فضیحت کے ساتھ قید کر کے ان کے تمام گھر کو بحق سرکار ضبط کر لیا۔

خواجہ عبدالوفا کشمیری کہ زمانہ سابق میں لین دین کے معاملہ میں عالی جاہ سے بہت سخت گیری کرتے تھے۔ اور اُن کی طرف سے عالیجاہ کے دل میں کچھ خیال بھی تھا، اس زمانے میں خود غرض لوگوں نے کہدیا کہ چند ہزار اشرفی جو غلام حسین خان کی بھی عبدالوفا کے پاس ہے۔ مرشد آباد سے طلب کر کے حالات کی تفتیش کے بغیر انتہائی قید و بند و سختی کے بعد بھی جب ایک روپیہ بھی وصول نہیں ہوا تو قید میں ڈال دیا۔ میر جعفر منجم جو عبدالوفا کے ساتھ کاروبار میں شریک تھا، عزت و آبرو کے خیال سے موت کے قریب پہنچ گیا۔ راقم الحروف نے جب اس خوف و ہراس کا سبب پوچھا تو اس نے مذکورہ بالا واقعہ جو عبدالوفا کے ساتھ پیش آیا تھا۔ بیان کیا آخر اسی خوف میں چند دنوں کے بعد انتقال کر گیا۔ قطعہ:

آن شنیدی کہ صوفی میکوفت　　　زیر نعلین خویش میخی چند
آستینش گرفت سرہنگے　　　کہ بیا نعل بر ستورم بند

اس زمانے میں جس کسی پر بھی سرکشی کا گمان ان کے دل میں پیدا ہوتا، محض وہم و گمان پر اس کو قید کرتے یا قتل کر دیتے۔

تمام توپ خانے آرمینیوں کے اختیار میں دے کر اُن کو توپ اور بندوق کی مشاق کا حکم دیا۔ انگریزی توپخانوں کی طرح اپنا توپ خانہ بھی بنوایا۔ لیکن چونکہ آرمینیوں کو جنگ سے نہ کبھی کوئی سروکار رہا اور نہ ہے۔ ان کی معیشت کا ذریعہ محض پارچہ فروشی ہے کبھی میدان جنگ میں کامیاب نہیں ہوئے اُن سے بھی دو کاموں کی وجہ سے خود غرضوں کے کہنے کی وجہ سے بدگمان تھے جس کی وضاحت آئندہ کلام سے ہوجائے گی۔

مرزا داؤد شہزادہ جو صادق علی خان کا داماد تھا، اور نواب عالی جاہ سے ہمیشہ تشویش میں رہا کرتا تھا۔ اس زمانے میں جان کے خوف سے بھاگ کر قاسم بازار کی کوٹھی میں انگریزوں کی پناہ میں جا کر چھپ گیا تھا۔ عالی جاہ کے آدمیوں نے سخت فضیحت کے ساتھ وہاں سے لاکر قید کر کے مونگیر بھیجدیا۔ پھر وہاں سے عالی جاہ نے عظیم آباد کے قلعہ میں بھیج کر قید کر دیا۔

نواب عالی جاہ کی مونگیر کی طرف واپسی اور ملک کا بندوبست | ہوشمند با تدبیر اور نام آور سرداروں

کی خدمت عالی میں عرض ہے کہ شمس الدولہ گورنر یعنی کلکتہ کا بڑا لاٹ، نہایت ہوشیار اور چالباز آدمی تھا، ڈیڑھ سال کے عرصہ میں جو جو کام اس کے مدنظر تھا، مثلاً قتل، قید، شہر بدر وغیرہ یہ سب کام نواب عالی جاہ کے ہاتھوں سے لیتا رہا۔ اور جب یہ بات معلوم کرلی کہ اب ملک میں نواب عالی جاہ کے سوا کوئی سرکش نہیں رہا اور نہ ہے اور وہ وحشت کی وجہ سے مرشد آباد کی طرف لوٹ کر نہیں آرہا ہے۔ تو مسٹر ہسٹنگ جو چرب زبانی اور طلاقت لسانی میں یگانۂ روزگار تھا، عالی جاہ کی تسلی اور تشفی کے لیے شہسرالو بھیجا اور پیغام یہ دیا کہ مرشد آباد کی طرف آج کل آپ کا آنا عین مصلحت ہے۔ مسٹر ہسٹنگ لشکر میں آکر طرح طرح کی چرب زبانی اور خوش بیانی سے نواب عالی جاہ کو بنگالہ کی روانگی کے لیے تیار کرتے رہے عالی جاہ نے بھوجپور سے لوٹتے ہوئے روشن علی خان کو کچھ فوج کے ساتھ وہیں چھوڑ دیا تھا۔ اور راجہ راج بلب کو، جو صوبہ عظیم آباد کی نیابت پر سرفراز تھے۔ اپنے پاس بلا کر قید کر دیا۔ اور اس عہدے پر راجہ نوبت رائے سربلند کیے گئے۔ اور شہسرالو سے پرگنہ بہار کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں سے قصبہ مونگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مسٹر ہسٹنگ کو یہ عذر کر کے رخصت کیا کہ ابھی بتیا وغیرہ کی طرف سے حالات تشفی بخش پوری طرح نہیں ہوئے ہیں۔ مرشد آباد جانے سے معاف ہی رکھیں۔

اسی سال مونگیر کے قلعہ کے سکونت کے زمانے میں ذی الحجہ کے مہینے میں راجہ کشن داس ولد راجہ راج بلب، اور راجہ نیتیانند ولد رائے رایان امید رام، اور تمام پیشکار اور جملہ متصدیان کو نام بنام اور راجہ کشن چند زمیندار کشن نگر اور مظفر علی راجہ کھڑک پور کو مرشد آباد اور دوسرے محالات سے مونگیر طلب کیے گئے، اور ہر ایک کو جدا جدا قید کر کے شکنجے میں نہایت اذیت سے مار ڈالا، اس زمانے میں کسی شخص کی مجال نہیں تھی کہ دوستوں کی صحبت میں بیٹھے اور آپس میں ایک دوسرے کو سلام بھی کر سکے۔ کارندے بقدر ضرورت ہی اپنے عملوں سے باتیں کرتے تھے، اور مرشد آباد میں بجز نواب مظفر جنگ اور محمد ایرج خان کے کوئی ممتاز آدمی نہ تھا جو قید اور گرفتاری کی بلا میں مبتلا نہ ہو۔ اور یہ دونوں بھی ہر روز قتل یا قید کے حکم کا انتظار کر رہے تھے، خاص کر نواب مظفر جنگ جو نواب عالی جاہ کی جانشینی کے سال پرگنہ اسلام آباد کی فوجداری، جوان کو معزول کر کے انگریزوں کو دی گئی۔ بقیہ رقم کی گفتگو کے لیے کلکتہ گئے ہوئے تھے۔

نواب عالی جاہ کی بدگمانی کی انتہا یہ ہو گئی کہ یہ حکم دیدیا کہ کوئی شخص دعا یا دوسرے وظائف پڑھنے کے لیے مصلے پر نہ بیٹھے اور ہر وقت تسبیح اپنے ہاتھ میں نہ رکھے۔ چنانچہ اسی جان اور آبرو کے اندیشے

سے اسی زمانے میں ارسطوی زماں حکیم ہادی خاں انتقال کر گئے۔

اور اسی سال ۱۱۷۵ھ میں نواب عالی جاہ کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ جناب عالی کے چچا تراب علی خان اور ابو سعید خان نائب صوبۂ بنگالا نے کفن دفن کی جرأت نہیں کی۔ اور نواب عالی جاہ کو لکھ کر مطلع کیا۔ اجازت ملنے کے بعد کہ چار روز اسی قضیے میں لگ گئے، حکم کے مطابق سپرد خاک کیا۔

بہادر علی خان داروغہ توپ خانہ جنسی جن کو تبیا کی مہم پر بھیجا تھا، حاسدوں کے کہنے کی وجہ سے کہ وہ راجہ سے سازباز رکھتے ہیں۔ اپنی خدمت میں طلب کر کے قید کر دیا۔

۱۱۷۶ھ کے اوائل میں ابو تراب خان اور صاحبزادہ بلند اقبال کو بیگم اور محل کے تمام خادموں کے ساتھ مونگیر طلب کیا، اور شیخ بلند منجم جو محض وقت خوش کرنے کی غرض سے آیا تھا، سعد و نحس وغیرہ کے دیکھنے اور ملاحظہ کرنے کے بعد ۲۴ محرم کو صاحبزادہ کے ساتھ مونگیر روانہ کر دیا۔ صاحبزادہ کے مونگیر پہنچنے کے دو تین ماہ کے بعد جس زمانے میں نواب عالی جاہ کوہ مکوانی کی تسخیر کی طرف متوجہ تھے، صاحبزادہ کہ جس کی عمر ابھی تین سال کی تھی رحمت خداوندی سے جا ملا، اور تربیت کی کشمکش سے چھوٹ گیا۔ اور نواب اسد اللہ خان جو اس لڑکے کے معالج تھے، اُن پر عتاب نازل ہوا، اپنی عزت و آبرو کی بربادی کے خوف سے فقیرانہ لباس پہن کر ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔

کاروبار کے بند ہو جانے کے سبب سے جگت سیٹھ کی کوٹھی جو ان کے پاس تھی اور دوسرے مہاجنوں کی کوٹھیاں بند ہو گئیں۔ زمیندار اور دوسرے عملے، دس پندرہ روپیہ سود دے کر انگریزوں اور آرمینیوں کی کوٹھیوں سے معاملہ کرتے تھے، اور چونکہ سرکاری لگان کی سختی سے مطالبے کے وقت پناہ ان ہی دو کوٹھیوں سے ملتی تھی اس لیے واجبی سرکاری مال کے ادا کرنے میں میر جعفر خان کے زمانہ کی طرح کاہلی سے کام لیتے تھے اس بنیاد پر نواب عالی جاہ نے بنگالے کے تمام ملک کو چار ضلعوں میں کر کے اور اپنے عملے بھیج کر کہلا لیا کہ کوئی شخص انگریزوں کے ساتھ معاملہ نہ کرے۔ اس زمانے میں راقم الحروف مسٹر باٹسین قاسم بازار کے بڑے لاٹ کے واسطے سے پرگنہ لشکر پور کا ٹھیکہ لیے ہوئے تھا، ضلع داروں کی آمد کی وجہ سے موقوف ہوگیا، اور حساب و کتاب کے مخمصہ سے چھوٹ گیا۔

اسی سال ۱۱۷۶ھ کے ربیع الاول کے مہینے میں مونگیر سے ضلع داروں نے آکر یہ منادی تمام شہروں اور دیہاتوں میں کی کہ کوئی شخص انگریزوں سے معاملہ نہ کرے اور توت کی زراعت جو ریشم کے

کیڑوں کی غذا ہے نہ کرے۔ اور جہاں بھی اس کا درخت ہو اُکھاڑ دیا جائے۔ حال آنکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سونے کی کان ہے۔ ایک کیڑا دو پتے کھاتا ہے اور ابریشم تنتا ہے۔ جس سے رنگ برنگ کے لباس اور گوناگوں طرز کے کپڑے تیار ہوتے ہیں۔

ضلع جہانگیر نگر، جو مرزا محمد علی نامی ایک مغل کو ملا تھا، مرزا مذکور اس ضلع میں پہنچ کر صبح سے تین گھنٹے رات گئے تک زمینداروں اور عملوں کو اپنی لاٹھی کے نیچے ہی رکھتے تھے۔ اور ہرگز حق و ناحق کا خیال نہیں کرتے تھے، عقابین پر چڑھا کر طرح طرح کی اذیت دے کر شکنجے میں کستے تھے، اور طرح طرح کی مصیبت میں مبتلا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک وکیل ایک روز لاٹھی کی سخت ترین مار سے غش کھا کر زمین پر گر گیا، تو اس کے منہ اور لب کو جلا دیا کہ دیکھیں زندہ ہے یا مردہ ہے۔ غرض مرزا موصوف کی تعریف اس کے سوا کیا ہوگی کہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے قسم کا ایک شخص تھا۔ اس کے زمانے میں ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے لوگوں کو اٹھانے کے لیے کہار اور سواری نہیں ملتی تھی۔

راقم الحروف اپنی ایک ضرورت کی وجہ سے اس زمانے میں اس ملک میں گیا تھا۔ دو ماہ کے قیام میں ان بدعتوں اور نئی نئی دل آزاری اور اذیت رسانی کی باتوں کے سوا اور کچھ نہ دیکھا۔

مہاراجہ راج بلبھ کے گھر کے مال کی ضبطی کے لیے نواب عالی جاہ نے آقا رضا نامی ایک شخص کو مقرر کر کے بھیجا تھا۔ راجہ کے مکان کے ساتھ ہمسایوں اور اپنے پرایوں کے مکانوں پر بھی غارتگری اور بربادی کی وہ جھاڑو پھیری کہ آبادی کا کوئی اثر بھی اس سرزمین میں نہ چھوڑا، حتیٰ کہ مال و اسباب، زمین باغات جو کچھ بھی ان غریبوں کے معاش کا ذریعہ تھا، اپنی سرخ روئی کے لیے سب کو بحق سرکار ضبط کر لیا۔

بھدری نام کا ایک ہندو جو دیناج پور محال کی تحصیل داری پر مقرر ہوا تھا راجہ کے دیوان کے ناخنوں میں کیل ٹھونکی۔ اسی طرح دوسرے ضلع داروں کو بھی تصور کرنا چاہیئے۔ قطعہ

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی	بر آورند غلامانِ اُو درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ چو سلطان ستم روا دارد	زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

میر محمد جعفر خان کے بھائی میر محمد کاظم خان کو مونگیر بلا کر عظیم آباد بھیج کر قید کر دیا۔ اور مرزا دلیل بیگ داروغہ اصطبل نواب شہامت جنگ کو قید کر کے ان کے تمام گھر کو بحق سرکار ضبط کر دیا۔ یہاں تک کہ ہر بڑے چھوٹے کے نفرت کی آواز آسمان تک پہنچی۔ قطعہ:

اے زبر دست زیر دست آزار | گرم تا کے بماند ایں بازار
بچہ کار آیدت جہاں داری | مردنت بہ کہ مردم آزاری

نواب عالی جاہ کی کوہ مکوانی پر فوج کشی اور اس کا شکست خوردہ واپس ہونا

جب نواب عالی جاہ کا دل صوبہ بنگالا، اور صوبہ بہار کی طرف سے مطمئن ہوگیا، اور دولت یہاں کے لوگوں کے پاس باقی نہیں رہی بہادر خان افغان کو صوبۂ اڑلیسہ کی صوبہ داری کے لیے نامزد کیا۔ اور حکم دیا کہ وہ عیدگاہ جو مرشد آباد کے قلعہ سے دو کوس کی دوری پر ہے، وہاں میرے پہنچنے تک فوج کثیر کے ساتھ ٹھہرے رہو، اور وہ ان کی دولتمندی کے زمانے تک وہیں ٹھہرا رہا، ان کے بعد تھوڑی مدت میں نیابت صوبہ کی آرزو لیے ہوئے اپنے خدا سے جا ملا۔

نواب عالی جاہ کے آئینہ دل پر یہ مضمون یکایک چمک اٹھا کہ کوہ نیپال کو تسخیر کر کے اپنے قبضہ تصرف میں لائیں مصاحبین اور حکومت کے سربرآوردہ لوگوں نے بھی اس کی تائید کی راجہ سکھلال نے کان میں یہ بات بھی ڈالی کہ اس پہاڑ پر سونے کی کان ہے، فوج کا وہاں جانا اور اس پہاڑ پر چڑھنا بھی ممکن ہے۔ اور ایک شخص کو ان کے روبرو بھی لائے کہ یہ وہاں کے قدیم راجاؤں میں ہے۔ چنانچہ اسی سال ربیع الاوّل کے مہینے میں تین پلٹن تلنگہ اور کچھ سوار اور پیادے ایک ایک آرمینی سردار کی سرکردگی میں اس طرف روانہ کیا۔

وہ لوگ پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر اور اوپر جانے کی راہ کو نہایت پستی و بلندی میں پا کر پہلے حیران ہوئے اور سوچنے لگے۔ سچی بات بھی یہی ہے کہ اس راستے پر چلنے والے کے لیے پہاڑوں کی کثرت جنگل کے درختوں کی گنجانی، پہاڑی چوٹیوں کی بلندی اور ٹیلوں کی اونچائی سے گزرنا پل صراط پار کرنے والوں کی طرح بغیر رنج، تکلیف اور مشقت برداشت کیے ہوئے ممکن نہیں ہے۔ بیت:

زپست و بلند آں رہ بے کراں | بچشم آمدے ہمچو وضع جہاں

آخر اپنی جہالت سے تھوڑے ہی توقف کے بعد کہ دو عدد توپ لے کر آسمان فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ دوسرے روز گہرائیوں والے پہاڑ سے نکل آئے، ایسا نامعقول حکم اوپر جانے والوں کو کیا کہ بغیر تلوار اور نیزے کے کام میں لائے ہوئے سب کو گڈھے میں پہنچا دیا۔ تقریباً تین ہزار آدمی ایک دوسرے

کے ساتھ زمین کی گہرائی میں گر پڑے اور اپنی اس حماقت پر شرمندہ ہو رہے تھے۔

نواب عالی جاہ اس منحوس خبر کے سننے کی وجہ سے یا اس رکوع و سجود کا تماشا دیکھنے کی ہوس میں گرگین خان کو اپنی روانگی سے پیشتر روانہ کر کے اُسی سال جمادی الثانی کے مہینے میں خود اپنی ذات سے دریائے گنگا پار کر کے اس بچارہ نما مقام کو جس کی راہ سے گزرنا غیر معمولی دشوار اور نہایت تکلیف دہ ہے اپنے لیے مستخلص کر لیں لیکن ابھی تبیا کی سرحد بھی نہیں پار کی تھی خبر ملی کہ پہاڑوں کی دشواریوں کی وجہ سے گرگین خان بے سبب چند دوسرے آدمیوں کو مار کر ناکامی کے ساتھ واپس آگئے اور اس پہاڑ کی فضا کے حالات بعض لوگوں کی زبان سے اس طرح سننے میں آئے۔ بیت:

نمودے از آں راہ پر پیچ و خم   کواکب چو بر پشت ماہی درم

جب اس طرف کام نہ بنا، تو اپنے رعب کا اظہار کرنے کے لیے مونگیر واپس آئے۔ اور حکم دیا کہ قلعہ کے ارد گرد میں جو مکانات ہیں سب زمین کے برابر کر دیں تاکہ گولہ باری میں رکاوٹ نہ رہے۔ جو توپ خانے کے مرشد آباد میں رہ گئے تھے ان کو منگوا کر مونگیر میں نصب کیا۔ اور حکم دیا کہ اُودہ گاؤں کے نالے پر جو دو کوس کی دوری پر پورب کی طرف راج محل کے سمت میں جاری ہے دریا کے کنارے سے پہاڑ کی چوٹی تک جو ایک کوس سے زیادہ ہوگا۔ دکھن اور اتر کی سمت میں ایک مضبوط اور مستحکم دیوار پناہ گاہ کی طرح بنائیں اور قلعہ کو درست کریں۔

شمس الدولہ گورنر اس خبر کو سننے کے بعد خود مونگیر آیا اور عالی جاہ کو ایک دوسرا ہی آدمی پا کر وقت پر قابو نہ پاتے ہوئے حسب خواہش اور عالی جاہ کی مرضی کے موافق شرائط منظور کر کے رخصت ہو کر کلکتہ چلا گیا۔

اور فوراً ہی عالی جاہ کا فرمان واجب العمل آب حیات کے مانند ضلع داروں کی شریانی نالیوں میں جاری ہو گیا کہ سب کا محصول یکسر معاف، اور انگریزی کوٹھیاں یکقلم موقوف کر دی گئیں۔ اور جہاں بھی ان کے گماشتوں کو پائیں قید کر لیں۔ اسی سال شعبان کے آخر میں محمد تقی خان کوزہ کلانی حکم کے مطابق بیر بھوم کے محال سے آکر بغیر کسی اطلاع کے منصور گنج کی حویلی میں داخل ہو کر نگرانی کرنے لگے۔ اور شیخ ہیبت اللہ کشن نگر کے عامل بھی حکم کے مطابق لوگوں کو نوکر رکھنے لگے۔ اسی سال ۱۲ رمضان کو الاتوں آرمینی چار کمپنی تلنگہ اور دو سو سوار مونگیر سے بے خبر دے ہوئے آکر محمد تقی خاں کے پہلو میں ٹھہر گئے۔

اور ۱۵ر رمضان المبارک کو صبح سویرے جگت سیٹھ صاحب کے مکان کا محاصرہ کر کے دونوں بھائیوں کو کہ یہ بنگالا کے چشم و چراغ تھے ایک ہی پالکی میں ڈال کر الاتون نے مونگیر روانہ کر دیا۔

عالی جاہ نے ملاقات کے ساتھ ہی بہت تشفی اور دلداری کرتے ہوئے دونوں بھائیوں کے ہاتھ جو ملاقات کے وقت وہ باندھے ہوئے تھے اپنے ہاتھ سے کھول کر بغل گیر ہوئے اور اپنے پہلو میں جگہ دیکر حد سے زیادہ نوازشیں کیں اور طرح طرح سے ان کی دلجوئی کرتے رہے اور مونگیر میں کوٹھی بنانے کی فہمائش کی اور ان کی عزت و مرتبہ کے لحاظ میں کوئی ایک معمولی دقیقہ بھی نہ چھوڑا۔ اور ______ دیوان عام کے باہر ان کے چند دنوں کے قیام کے لیے خیمہ کھڑا کیا۔ اور حفاظت کے لیے تلنگوں کی چوکی بھی تھی۔ راقم الحروف چونکہ ان کی دولت سے بہت رعایتیں ملی تھیں، ان کا رفیق سفر تھا۔ اور دوسرے ہمسفروں میں شیخ روشن علی تھے اور بس۔

دو تین دنوں کے بعد جب فقیر کی کشتی پہنچی اور ان دو دولتمندوں کے سونے کے لیے کوئی بستر نہ تھا، چار تخت بہت ہی اچھا خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد جبکہ سکون خاطر حاصل ہو گیا۔ رخصت ہو کر مرشدآباد روانہ ہوئے۔ ان دونوں بھائیوں کی دوست پروری تحریر و بیان سے باہر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے یہاں کا سو روپیہ کا ملازم ہزار روپیہ خرچ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ دونوں بھائی اللہ پر بھروسہ کر کے فرماں برداری کرتے ہوئے عالی جاہ کی دل جمعی کے لیے اپنے دو چھوٹے بیٹوں گلاب چند اور مہر چند کو مونگیر طلب کیا اور کوٹھی بنوانے میں مشغول کر دیا۔ اسی سال شوال کے مہینے میں عالم خان ہزار سواروں کے ساتھ بیربھوم کی راہ سے بردوان میں داخل ہوئے۔

انگریزی کونسل کا سوال و جواب کے لیے مونگیر جانا اور مرشدآباد لوٹنا۔ انگریزی فوج کا عظیم آباد کے قلعہ پر حملہ کر کے قبضہ کرنا، پھر اپنی نادانی سے چھوڑ کر فرار ہونا اور کچھ حالات

جب شمس الدولہ گورنر یعنی بڑا لاٹ جیسا کہ اوپر بیان ہوا مونگیر سے واپس ہوا تو دوسری کونسل نے، ان شرطوں کو جو عالم پریشانی میں عالیجاہ سے ہوئی تھیں، قبول نہیں کیا تو مسٹر امیتھ چھوٹا لاٹ، اور مسٹر ہیر چند کونسلیوں کے ساتھ دوسری مرتبہ شوال ۱۱۷۶ھ میں مونگیر روانہ ہوئے اور ایک ماہ کامل بحث و مباحثہ کر کے بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں مسٹر ہیر کو بعض گفتگو کے لیے مونگیر چھوڑ کر کلکتہ روانہ ہو گئے، اور جس زمانے میں نواب عالی جاہ تمام اطراف

میں حکم بھیج رہے تھے کہ کوئی بھی انگریزوں سے معاملہ نہ کرے راجہ نوبت رائے کو صوبہ بہار کی نیابت سے معزول کر کے، مرزا مہدی علی خان کو مقرر کیا، اور سخت تاکید کی کہ انگریزوں اور اُن کے نوکروں کو قلعہ کی آمدورفت سے بالکل روک دیں مرزا موصوف نے اس حکم پر عمل درآمد کی اتنی زبردست کوشش کی کہ سوا ایک ڈاکٹر کے جس کا مفہوم جراح ہوتا ہے کسی دوسرے کو آنے جانے کی مجال نہ تھی۔ یہاں تک کہ اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں ڈاکٹر موصوف نے کہ اس کا قیام قلعہ ہی میں تھا، اپنے مکان کی حفاظت کے بہانے سے، مہدی علی خان کی اجازت سے چند تلنگیوں کو اپنی حویلی میں داخل کر لیا۔ اور بجائے چھ سات آدمیوں کے تقریباً سو آدمی جمع کر لیے۔ ایک رات دو گھڑی رات رہتے ہوئے اپنے گھر کے تلنگیوں کو قلعہ والوں کی شکل وصورت میں تبدیل کر کے کوٹھی کے دروازے کی طرف بھیجا، وہ لوگ کوٹھی کے دروازے پر پہنچکر خود کو قلعہ والوں کی شکل میں ظاہر کر کے کہ ہم تمہاری ڈیوٹی پر آئے ہیں۔ قلعہ کے خادموں نے مقررہ ضابطہ کے مطابق اپنی جگہ چھوڑ دی اور ڈیوٹی ان لوگوں کے سپرد کر دی اور احکامات بتا کر اپنی جماعت میں چلے آئے۔ اور ان دغابازوں نے قلعہ کے دروازے کو کھول دیا، انگریزی فوج جو قلعہ کے دروازے کے پیچھے وقت کی منتظر بیٹھی تھی۔ منہ اندھیرے صبح کے ابتدائی وقت میں قلعہ میں داخل ہو کر قلعہ کے چند دوسرے نگہبانوں پر جو اس دروازے پر تھے یکبارگی اُن پر کئی بندوقیں سر کر دیں۔ اس کے بعد پیہم دروازے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس دروازے کو بھی اپنے قبضے میں کر کے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مہدی علی خان اس خبر کو سننے کے بعد اپنے آدمیوں کو جمع کیے بغیر چند آدمیوں کے ساتھ گویا استقبال کے لیے روانہ ہوئے۔ قلعہ کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک اٹھی مہدی علی خان کہ چند آدمیوں کے ساتھ بے فائدہ جنگ کی کوشش کر رہے تھے، انگریزوں کے پاس ایک عدد توپ بھی موجود تھی مقابلے کی تاب نہ لا کر ٹھہرنے پر بھاگنے کو اور لڑائی پر ذاتی بچاؤ کو اختیار کر کے قلعہ میں بھاگ گئے۔ اور ٹھہرنے کا موقع نہ پاکر وہ دروازہ جو دریا کی طرف تھا اس سے باہر ہو گئے۔ انگریز عظیم آباد کے حصار پر قابض ہو کر اپنے تمام اختیارات سیاہ و سفید کو انہیں فصیلوں پر رکھ کر غرور کی راہ سے مطمئن ہو گئے۔ ایک قدیم ہزاری کہ جو چار سو آدمیوں کے ساتھ صوبہ دار کے مکانوں کی حفاظت کے لیے مقرر تھا، اور اتنے مختصر آدمیوں کی کوئی اہمیت بھی نہ تھی۔ حویلیوں سے نکل کر، دیواروں اور چھتوں پر چڑھ کر راہ کی رکاوٹ بن کر انگریزی فوج کے مقابلے میں اس طرح سرگرم تھا کہ دن کے تیسرے پہر تک انگریزی قوم کے کسی شخص کو بھی ان مکانوں میں داخل ہونے کی قدرت حاصل نہیں ہوئی۔ اور محمد امین خان

داروغہ خاص بردار کہ پانچ سو برق اندازوں کے ساتھ چہل ستون میں رہتے تھے۔ وہ بھی دشمن سے لڑنے میں مشغول تھے۔

انگریزوں کو حصار پر قبضہ کرنے اور لوگوں کو دروازوں پر جمع کرنے میں دوپہر ہو گئی۔ قلعہ اور چہل ستون کے لینے کی کوشش نہ کرکے حصار پر قبضہ کرنے میں کوشاں رہے۔ اپنے قاعدے کے خلاف فوج کو بے سردار کے مستقل چھوڑ دیا، اور دن کا کھانا کھانے کے لیے اسی ڈاکٹر کی کوٹھی میں چلے گئے اور انگریزی افواج کر لوٹے ہوئے مال سے مفت کی شرابیں حاصل کی تھیں اور کوئی نظم و ضبط رکھنے والا سردار بھی اپنی جماعت میں نہ پایا۔ اس قدر پی گئے کہ بیکار ہو گئے۔ اور اکثر ایک دوسرے سے جدا ہو کر لوگوں کے مال پر دست درازی کرنے لگے۔

اور مارکاٹ آرمینی کہ چار پلٹن تلنگہ اور ہزار سوار کے ساتھ عالیجاہ کے حکم کے بموجب عظیم آباد روانہ کیا گیا تھا۔ بیکنٹھ پور پہنچ کر مہدی علیخان کی شکست اور انگریزوں کے قلعہ پر قبضے کی خبر سن کر وہاں ٹھہرا نہ رہا بہت جلد روانہ ہوا۔ اور جعفر خان سواروں کے ساتھ مارکاٹ سے پہلے آندھی کی طرح قلعہ کی طرف روانہ ہوئے ہر چند کہ ان کی یہ حرکت اچھی نہ تھی کیونکہ سوار کچھ نہیں کھول سکتے تھے، اور فوج کے آنے سے خبردار بھی ہو رہے تھے، لیکن چونکہ مشیت کو انگریزی قوم کی تادیب اور تنبیہ منظور تھی۔ اتفاقاً ٹھیک اسوقت جبکہ انگریز صاحبان کھانے اور گردش جام کے تماشے میں مست شراب ہو رہے تھے۔ کسی کی رکاوٹ کے بغیر قلعہ میں داخل ہو کر بہادرانہ آستین چڑھا کر کتنوں کو اپنی بے پناہ تلوار کا لقمہ بنایا۔ انگریزی فوج کیا گورے اور کیا کالے سب نے اپنے کو دیوار کی بلندی سے نیچے گرا دیا۔ بغیر اسلحے کا استعمال کیے بھاگ کھڑے ہوئے اور تمام حصار ایک گھنٹے سے کم ہی میں ان کے وجود سے خالی ہو گیا۔ دو گھڑی کے بعد جبکہ مارکاٹ تلنگیوں اور توپ خانے کے ساتھ پہنچا۔ سنتری دروازوں پر متعین کیے۔ چاروں طرف سے حصار کو مضبوط کر کے مطمئن ہوا۔ اور انگریز صاحبان اپنی فوج کے ساتھ حصار کے سامنے اپنی غفلت پر کف افسوس مل رہے تھے۔ اور مارکاتھ نے اپنے آدمیوں میں لڑائی کی طاقت نہیں پائی اس لیے کہ فوجی پندرہ کوس کی مسافت طے کر کے آئے تھے، اس لیے اس رات کو ہوشیاری اور خودداری سے بسر کرنا ہی غنیمت جان کر یہ طے کیا کہ کل انگریزوں کو کوٹھی سے بھی نکال دیں گے۔

مسٹر السع بڑا لاٹ، اور مسٹر لسن ٹین چھوٹا لاٹ، اور دوسرے سرداران، تمام اسباب

کو کشتیوں پر لاد کر اور فوج کو ناؤں پر سوار کر کے غازی پور کی طرف روانہ ہو گئے۔

مار کاتھ جب دوسری صبح کو جنگ کے لیے تیار ہوئے اور کسی کو بھی کوٹھی میں نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ سب غازی پور کی طرف روانہ ہو گئے تو سمرو ن جو بکسر میں تھا اس کو تاکیدی خط لکھا کہ جس طرح بھی مناسب سمجھیں ان کو قید کر لیں اور اس کا موقع نہ دیں کہ ہماری سرحد سے باہر ہو جائیں۔ اور یہی مضمون ندی زمیندار کو بھی لکھا۔ اور عالیجاہ کی بارگاہ سے بھی اسی مضمون کا پروانہ ان دونوں کے نام سے پہنچا اور یہ با وفا، خیر اندیش خدمت گذار، فرمان کی تکمیل میں ایک زبان اور ایک دل ہو کر، بھاگنے والوں کی راہوں اور گزر گاہوں کے لیے رکاوٹ بن گئے انگریزوں نے اپنی کشتیوں کو دریائے گنگا پار کر کے دریائے گنڈک میں ڈال دیا۔ اور کشتیوں کے مال کی حفاظت کے لیے سرداران فوج کے ساتھ ساحل پر اتر آئے۔ تاکہ کشتیوں کے دریا پار کر لینے کے بعد وہ اسباب کہ جس کو سروں پہ لے جانا چاہیئے اس کو خود پار کریں۔

اسی اثنا میں ندی زمیندار کی ان سے مڈبھیڑ ہو گئی اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی مگر بہت ہی جلد انگریزوں کے گولے بارود ختم ہو گئے۔ اور سامان جنگ سب کشتیوں میں رہ گیا۔ مجبور ہو کر سب نے بندوق ہاتھ سے پھینکی اور خود جنگل میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ تمام انگریز سرداران قسمت کے مارے گرفتار ہو گئے۔ انگریز صاحبان کی سواری کی کشتیوں پر ندی اور سمرون کے لوگ بیٹھ گئے۔ غلے کی کشتیاں جو دریا کے پار ہو چکی تھیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ سچی بات یہ ہے کہ انگریزوں سے جنگ کرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ان جگہوں میں جہاں کسی خاص شخص کی جان لینی مقصود نہیں ہوتی۔ وہاں توپ کے گولے موت کا پیغام پہنچاتے ہیں لیکن توپ خانے کا سامان اس حد تک بھاری ہے کہ بغیر کشتی کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ممکن نہیں ہے۔ اور اگر اسکے قانون میں ذرہ برابر بھی فرق آجائے تو پھر علاج پذیر نہیں ہے۔

الغرض بارہویں ذی الحجہ کو اسی سنہ میں جبکہ عالیجاہ انگریزوں کے حالات کی نگرانی کر رہے تھے کہ ندی زمیندار اور سمرون کا عریضہ فتح کی خوش خبری اور سات سو انگریز قوم کے افراد کی اسیری کی خبر پہنچی۔ قیدیوں کے مونگیر پہنچنے کے بعد، عالی جاہ نے عمدہ سرداروں کو مقید کر دیا، اور بقیہ کو فوج اور عاملوں پر تقسیم کر دیا کہ قتل کر دیے جائیں اور یہ بھی خیال رہے کہ انگریز بھی قتل اور قید ہوں۔

جب مسٹر امیتھ اور دوسرے انگریزوں کے رخصت کے روز ان کے کلکتہ روانہ ہونے کے بعد عالیجاہ کو قلعہ کے انگریزوں کے قبضہ میں چلے جانے کی خبر پہنچی۔ غصے سے بھرا ہوا پروانہ محمد تقی خان اور محمد سعید خان کے نام سے تعاقب

کے لیے بھیجا کہ مسٹر ایمیتھ اور دوسرے انگریزان رخصت ہو کر کلکتہ جا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ باہر نکل جائے۔

اور اسی سال ماہ ذی الحجہ میں موتی جھیل کے باغ میں نامور پٹھانوں کا ایک دستہ قائم کیا اور تمام گذرگاہوں پر آدمی مقرر کیے۔ انگریز گردش زمانہ سے بے خبر ننگے بدن کشتیوں پر بیٹھے تھے۔ جوں ہی قلعہ کے سامنے آئے توپ کا گولہ ان کی کشتیوں پر گرا، اور جب لعل باغ پہنچے تو شہسوار بیگ رسالہ دار نے جو وہاں مستعد بیٹھا ہوا تھا۔ چند بندوقیں اس سمت میں خالی کر دیں کہ مسٹر ایمیتھ مارے گئے اور کئی انگریز زخمی ہوئے اور قید کیے گئے۔

مسٹر ایمیتھ سے جبکہ وہ عظیم آباد کے گورنر تھے راقم الحروف سے بہت دوستی تھی۔ اور اکثر فارسی الفاظ کی تحقیقات کرتے رہتے تھے۔

محمد تقی خان قیدیوں کو طوق و زنجیر میں جکڑ کر مقتولین کے سروں پر مونگیر میں گھماتے رہتے تھے، افغانی دستوں نے دوسرے روز قاسم بازار کی کوٹھی کو بھی برباد کر دیا۔ مال کے ضبط کرنے میں باہم جھگڑا کرنے لگے۔ انگریز قوم کے چند افراد جو کوٹھی میں رہتے تھے، ولندیز کی حمایت میں آکر جان بچا سکے۔ مسٹر ہیر کہ بعض خاص گفتگو کے لیے مونگیر میں رہ گئے تھے وہ بھی قیدیوں میں داخل کیے گئے۔

عالی جاہ نے باوجود اتنی کھلی فتح کے اپنے سامان اور اہل و عیال کو راجہ نوبت رائے کے ہمراہ رہتاس کے قلعہ میں روانہ کر دیا۔ اور جگت سیٹھ کے تمام بال بچوں کو مرشد آباد سے طلب کر لیا۔ اور مارکاٹ کو عظیم آباد سے طلب کر کے، الاتوں اور ایک بہتر فوجی دستے کے ساتھ بنگالہ روانہ کر دیا۔ اور سمرون کو بھی فوج کے ساتھ مونگیر طلب کیا، اور عالم خان کو کہ تین مہینے سے آٹھ ہزار سوار کے ساتھ حکلہ بردوان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شیخ ہیبت اللہ کشن نگر کے عامل اور محمد تقی خان کو خط لکھا کہ انگریز جو بردوان پر قابض ہیں ان کے اس قبضے کو ختم کرنا چاہیئے۔

مرزا محمد علی جہانگیر نگر کے عامل کو برابر اور پے در پے یہ حکم پہنچ رہا تھا کہ انگریزوں کے گماشتوں کو جہانگیر نگر سے دفع کریں۔ مرزا موصوف نے حکم کی تعمیل میں کہ گماشتوں اور انگریزوں کے پیشکاروں کا قلع قمع کر دیا جائے اتنے مبالغے سے کام لیا کہ انگریز عاجز آ گئے۔ اس لیے اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں سو سپاہی ایک ایک ضرب توپ کے ساتھ مرزا ندکور کو گرفتار کرنے کے لیے نکلے مرزا نے دو دنوں تک بہادری دکھائی لیکن اُن کے ساتھ کی دو ہزار کی جمعیت بھی مقابلے کی تاب نہ لا سکی تو مرزا محمد علیخان

تنہا انگریزی کوٹھی میں معذرت کے لیے گئے اور وہاں سے قید کرکے کلکتہ بھیج دیے گئے۔

عالی جاہ اس خبر کے سننے کے بعد جہانگیر نگر کے قلعہ دار جسارت خاں کو مونگیر بلایا۔ اور قید کر دیا کہ کیوں تم نے مرزا محمد علی کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی۔

عالی جاہ پر انگریزوں کی لشکر کشی، عالی جاہ کا فرار ہونا اور میر جعفر خاں کے ہاتھ میں حکومت کا دوبارہ آنا

اہل دانش سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہئیے کہ شمس الدولہ گورنر ایسی شکستوں کے باوجود جو عظیم آباد اور مرشد آباد میں ہوئی۔ بدحواس نہیں ہوا، فتح و کامرانی کا علم بلند کرتا ہوا، میجر آدم اور میجر کرنک اور کپتان نکس کو سات سو گورے اور تین پلٹن تلنگا کے ساتھ عالی جاہ سے جنگ کے لیے بھیجا اور جنگ کا سامان اس قدر ساتھ کر دیا کہ اگر دو سال بھی جنگ ہوتی رہتی تو سامان کی محتاجی نہ ہوتی۔ اور میر جعفر خان اور مہاراجہ بلب رام کو بھی صوبہ داری اور دیوانی کا لالچ دے کر فوج کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ ان دو آدمیوں کے ساتھ بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ وہ چند آدمی جو عالی جاہ کے ظلم کی وجہ سے تنگ آ گئے ہیں۔ ان کو پرانا رئیس سمجھ کر ان سے شاید مل جائیں۔ اور اس طرح عالی جاہ کی جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے ورنہ "کر مگس پہ خفتہ چہ بیدار" اور اس معاملے میں گورنر کی مراد کا نقش تختہ کامیابی پر بالکل درست اترا۔ کیونکہ عالی جاہ میر محمد جعفر خان کا نام سنتے ہی اپنی تمام فوج سے بدگماں ہو گئے۔ بلکہ اکثر لوگوں کے حق میں انکی زبان پر یہ جملہ بھی آیا کہ تمہارے قدیم دوست میر محمد جعفر خاں کا آنا تم کو مبارک ہو۔ نیز شمس الدولہ گورنر نے خواجہ پدروس آرمینی گرگین خان کے بھائی کو قید کرکے فوج کے ہمراہ بھیج دیا۔ عالی جاہ کو جو طمانیت کہ آرمینیوں کی وجہ سے حاصل تھی خواجہ پدروس کے آنے کی خبر سنکر بالکل جاتی رہی۔ اور انہیں دو وہموں کی وجہ سے لڑائی کے میدان میں نہ آئے۔ اور گرگین خان کو بھی جنگ میں نہ بھیجا۔ نیز شمس الدولہ کپتان سول تین کو جو سلہٹ کی راہ سے کوکی اور کچھار کی تسخیر میں لگا ہوا تھا واپس بلا لیا۔ اور وہ جہانگیر نگر کے لوگوں کی تھوڑی گوشمالی کے بعد اُودھ میں آ کر اپنی فوج سے مل گیا۔ اور میجر آدم وغیرہ سرداران اپنی فوج کے ساتھ جس وقت کہ چکلہ بردوان میں میر جعفر خاں کے آنے کا انتظار کر رہے تھے اور امین چند کے باغ میں اپنے لشکر کا دائرہ بنائے ہوئے تھے، عالم خان اور شیخ ہیبت اللہ نے غرور کی بنیاد پر کہ یہ کھلی فتح کسی دوسرے کے نام سے مشہور نہ ہو باغ مذکور کا محاصرہ کر لیا۔ محمد تقی خان نے کہ بارہا جنگ کر چکے تھے، نادانی کی راہ سے انگریزی توپ خانے کے مقابلے میں سوار و پیادہ سے فوج تیار کرکے، اپنے غلام فرامرز کی

سرداری میں دریا کے اس پار ان دونا سردار فوج کی مدد کے لیے بھیجا۔

انگریزوں نے استقامت کے ساتھ بہادری سے آستین چڑھا کر اس بے سروپا گروہ کی طرف رخ کر کے ان کو توپ کی چمکتی آگ سے جلا ڈالا، اور ایک جماعت کو دریائے بھاگ رتی میں ڈبو دیا۔ عالم خان اور شیخ ہیبت اللہ انگریزی توپ کے مقابلے کی تاب نہ لا کر منگل کوٹ کی طرف فرار ہو گئے اور فرامرز چند آدمیوں کے ساتھ دریا پار کر کے اپنے آقا کے پاس واپس آگیا۔ انگریزوں نے میدان کو خالی اور دشمن کو بدحالی میں دیکھا تو بغیر کسی روک ٹوک کے اگر دیپ کی طرف سے دریا کو پار کر کے، جنگ کو اور بھی تیز کر دیا۔ اور محمد تقی خان انگریزی افواج کی خبر سنکر کٹار کتوہ سے اُٹھ کر مقابلے کے لیے دوڑے، اور ایک تالاب کے کنارے جس طرف دشمن تھے انگریزی تلنگے نمودار ہوئے، تو یہ ان پر حملہ آور ہوئے۔ اور وہ جنگ سے گریز کرتے رہے۔ اور نتیجے سے بے خبر غفلت میں اُن کا پیچھا کرتے رہے۔ انگریزوں کی ایک جماعت جو دھان کے کھیت میں کیچڑ اور پانی میں چھپی ہوئی تھی۔ سردار کو چند آدمیوں کے ساتھ اکیلا پا کر بارش کے قطروں کی طرح بندوق کی گولیوں کا مینھ برسا دیا کہ سردار نے اپنی عارضی جان ملک الموت کے سپرد کر دی، اس مصیبت سے بچ کر اپنے خدا کے پاس پہنچ گیا۔ آقا رضی اور مرزا جانی اور شیخ چراغ الدین باوجود کے انکے پاس فوج تھی۔ لیکن محمد تقی خان کی ہمراہی کی ہمت نہ پا کر جنگ کے مقابلے میں بھاگ جانے کو ترجیح دے کر فرار ہو گئے۔ میر محمد سعید نے محمد تقی خان کے مارے جانے کے بعد مرشد آباد کے لوگوں کے ساتھ شہر سے آکر لعل باغ میں پناہ گاہ تیار کی۔ اور شب عاشورہ میں انگریزوں کے مقابل میں آکر شب بیداری کرتے رہے۔ صبح سویرے زیارت عاشورہ پڑھنے کے لیے حیرانی اور پریشانی کی وادی میں بد قسمتی کی نذر ہو گئے۔ شکست کھائی اپنے بال بچوں کو حاجی باقر کتاب خان کے حوالہ کیا۔ میر محمد جعفر خان سید الشہدا کے ماتم کے روز شہر میں داخل ہو کر، مسند حکومت و خلافت پہ جلوہ افروز ہوئے۔ اور انگریزی فوج نصف میجر آدم کی سرداری میں شہر میں داخل ہوئی۔ اور نصف میجر کرنک کی سرکردگی میں دریا کے اسی طرف سے چرگہ اور بلکتھ کی راہ سے پہلے روانہ ہو گئی۔ میر محمد جعفر خان، محمد ایرج خان کو اپنی نیابت میں مرشد آباد اور نواب مظفر جنگ کو جہانگیر نگر کی نیابت پر مقرر کر کے اور احمد علی خان کو بخشی اوّل، اور ابو محمد خان کو بخشی دوم، اور مرزا شیر علی خاں کو داروغہ توپ خانہ دستی اور مظفر علی خاں کو عرض بیگی، اور رجب علی بیگ کو داروغہ داغ اور تصحیحہ، اور میر مست یار خاں کو بخشی ملازمان بنا کر ۱۲ محرم ۱۱۷۷ھ

میں صادق باغ میں داخل ہوئے۔ راقم الحروف بھی ہمرکاب تھا، غرض یہ تھی کہ ان کے ہمراہ جگت سیٹھ وغیرہ تک پہنچوں اور جہاں تک ہوسکے ان سے اخلاص کا رشتہ جوڑوں۔

میر محمد جعفر خان دوسرے روز باغ سے پہلے ہی روانہ ہوگئے اور مار کاٹ اور الاتوں اور جعفر خان اور عالم خان، شیر علی خان فوجدار پورنیہ جو عالی جاہ سے رخصت ہوچکے تھے سوتی کے مقام میں جب پہنچے اور محمد تقی خان کے مارے جانے اور محمد سعید خان کے شکست کی خبر سنی تو اسی جگہ پر جنگ کے لیے پناہ گاہ تیار کی اور سرگزرگاہ کو بند کرکے لڑائی کے لیے آمادہ ہوکر بیٹھ گئے۔

میجر آدم نے جب گزرنے کی راہ نہ پائی تو بے راہ راستہ طے کرکے میجر کرنک کے پاس پہنچ گیا۔ تینوں سردار اسی سال محرم کی درمیانی تاریخوں میں اس کم چوڑی ندی کے کنارے جو اس طرف جاری ہے۔ جڑی ہوئی کشتیوں سے جنگ کرتے ہوئے۔ دریا عبور کرکے زانو بھر پانی اور کیچڑ میں کھڑے ہوکر جنگ کی آگ بھڑکاتے رہے۔

میر محمد جعفر خان کو دو انگریز اور ایک کمپنی تلنگہ فوج کے ساتھ کشتی پر سوار کرکے دریا کے اسی طرف چھوڑ دیا تاکہ بارود کا دھواں اُن کے دماغ میں نہ پہنچے۔ دونوں جانب سے اس طرح جنگ و جدال کی آگ بھڑکی کہ دوزخی شعلے اور بجلی کی طرح آگ برسانے والی توپوں کے بارود کے دھوئیں سے آسمان سیاہ اور زمین کے اجزا تباہ ہوگئے۔ بیت:

چہ گویم ازاں توپہائے گراں — کزاں سرمہ شد کوہ را استخواں
درآں دم کہ با خصم شد روبرو — شدہ عاشق جنگ و معشوق اُو

غرض اس روز انگریزی فوج پناہ گاہ پر قابو پانے اور مخالفوں کو پیچھے ڈھکیلنے کے لیے اس طرح کوشش کررہی تھی کہ دیکھنے کے لائق اور سننے کے قابل ہے اور آرمینی بھی اپنی کوشش میں کمی کرنے پر راضی نہ تھے اپنی بہادری اور مردانگی کا سکہ بٹھا رہے تھے۔ دو گھنٹے کامل بھاری بھرکم توپوں سے جنگ میں سرگرم رہے پھر ایک گھنٹہ کامل بندوقوں سے گولیاں برساتے رہے۔ جب موقع یہ آگیا تھا کہ انگریزوں کا سامان تمام ہو جائے، آرمینی مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور انگریزوں کو ان کا شاہد مقصود جس کی جھلک بھی ان کے آئینہ دل میں نہ تھی یکایک جلوہ گر ہوگیا۔ انگریزی سرداروں میں سے ایک نے کام کو مکمل کردینے کی کوشش میں اتنی جانفشانی کی کہ سانس چڑھنے کی وجہ سے مرگیا۔

دوسرے روز آفتاب نکلنے کے بعد انگریز اور میر محمد جعفر خان پہلے ہی روانہ ہو گئے، اور اسی روز مرشدآباد سے دیوان نندکمار کے آنے کے بعد نواب مظفر جنگ جہانگیر نگر روانہ ہو گئے، ایک ہاتھی دو اونٹ اور پچاس ہزار روپے نقد میر جعفر خان کی خدمت میں نذر پیش کیے۔

آرمینی سونتھی کے مقام سے بھاگ کر اودوھ کے محاذ جنگ پر آئے اور اس کو خوب مضبوط کر کے دوبارہ جنگ کے لیے تیار ہوئے۔

نواب عالی جاہ جب محمد تقی خان اور محمد سعید خان کے حال سے واقف ہوئے، ۷ ار محرم ۱۱۷۷ھ مذکور کو مونگیر کے قلعہ سے نکل کر بہادروں کی ایک جماعت بیجھا کرنے اور آرمینیوں کی مدد کے لیے مقرر کیا۔

انگریز پہلے روز جب محاذ جنگ کے قریب اوددھ میں پہنچے تو توپ کے کئی گولے پناہ گاہ کی طرف خالی کر دیے۔ حصار کے اوپر سے بھی سو گولے دشمن کے جواب میں پھینکے گئے۔

انگریزوں نے حصار کے اوپر توپ کا حال معلوم کر لیا، اور ان کی طاقت کا بھی اندازہ کر لیا۔ اور توپ داغنے کی غرض بھی یہی تھی۔ گولہ رس کے قریب خیمہ لگا کر۔ قلعہ گیری کے سامانوں کو کشتی سے اتار لائے۔ چونکہ پناہ گاہ کے دکھن سے پہاڑ کے دامن تک، پانی اور کیچڑ کی زیادتی کی وجہ سے خندق کا عبور کرنا ناممکن تھا، اس لیے دریا کے اتر جانب کے کنارے کو پسند کر کے خندق کے کھودنے اور پناہ گاہ کے قبضہ میں لانے میں مشغول ہو گئے۔ اور بدقسمت دشمنوں کے اندھا بنانے اور ان کے گھیرنے کے لیے کیڑوں کی طرح اس مقام پر دوڑ رہے تھے۔ ان فرہاد فنون نے زمین کو کھود کر پانی تک پہنچا دیا اور انکو منزل فنا میں پہنچا دیا۔ پھاوڑے کی ضرب سے گاو زمین کی پشت اور زمین کی مچھلی کا سینہ بھی زخمی ہو گیا۔ ان چند دنوں میں عجیب و غریب ہنگامہ تھا کہ باوجود کہ بط کی طرح سینہ تک پانی میں بیٹھے ہوئے تھے اور مچھلی کی طرح پانی میں تیر رہے تھے۔ اسی حال میں اپنی آتش دستی دکھا رہے تھے۔ اور پھاوڑے اور گینتے کے قدموں سے فتح و نصرت کی راہ طے کر رہے تھے، اسی قلعہ گیری کے زمانے میں کپتان سول تین کہ تین کمپنی سے زیادہ ان کے پاس نہ تھی۔ نہایت شان و شوکت سے لشکر میں داخل ہو کر پناہ گاہ پر قبضہ کرنے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ اگرچہ انگریزان بڑی توپوں کا نشانہ حصار پر باندھے ہوئے تھے۔ لیکن دیوار کی چوڑائی کی زیادتی کی وجہ سے توپ مارنے کا کوئی اثر مترتب نہیں ہو رہا تھا پھر بھی دونوں جانب سے صبح سے شام اور اندھیرے سے اجالے تک گولوں کی بارش مینھ کے قطروں کی طرح ہوتی رہی۔

نواب عالی جاہ کہ بلاؤں کے نزول کے حالات معلوم کرنے کے بعد، اور اسباب و اہل و عیال کو قلعہ رہتاس کی طرف میر سلیمان خان خانساماں کے ساتھ روانہ کرنے کے بعد، جگت سیٹھ کہ اب تک بظاہر قید نہیں تھے قید کر دیا۔ اور قیدیوں کے سات آدمی جیسے رائے رایان امید رام کہ اپنی دس سالہ خالصہ کی دیوانی کے زمانے میں کسی ایک شخص کو بھی رنجیدہ نہیں کیا تھا، اور کسی ایک کو بھی اُن کے زمانے میں کوئی نقصان نہ پہنچا۔ کوئی زمیندار یا عامل بے آبرو نہیں ہوا۔ اور دوسرے ان کے لڑکے نتیانند کہ جوانی کے زمانے میں بزرگوں کی بزرگی کا لحاظ رکھتے تھے۔ دوسرے راجہ رام نراین تھے کہ ہمیشہ علما و صلحا کے ساتھ زندگی بسر کرتے، اور اِن کی تعظیم و تکریم میں کوئی معمولی دقیقہ بھی فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ ان دنوں میں جب یہ عالی جاہ سے امیدوار تھے ایک روز راقم الحروف کو اپنے کاموں کی اصلاح و درستی کے لیے علی ابراہیم خاں اور غلام علی خان کی خدمت میں بھیجا۔ جب یہ فقیر وہاں سے واپس آیا تو یہ قطعہ ان کے روبرو پڑھا۔ قطعہ:

مبر حاجت بہ نزدیک ترش روی | کہ از خوی بدش فرسودہ گردی
اگر گوئی غم دل با کسے گوی | کہ از رویش بہ نقد آسودہ گردی

سوال و جواب کو ان لوگوں سے موقوف کر کے مسٹر کرکین کے حوالہ اپنے معاملات کو کر دیا

اس وقت میرے اس قطعہ کے جواب میں یہ شعر پڑھا۔ بیت:

اے فلک اے کجرو دون پرور نامرد کیش | گر تو گیری دست من عارم بود برخاستن

دوسرے راجہ راج بلبھ ہیں کہ ہر سال لاکھ ہا روپے فقرا اور مساکین کو دیتے تھے۔ جب محرر اوراق نے ایک جگہ کی عہدہ داری کے لیے درخواست کی تو اپنے پیشکاروں کو حکم دیا کہ ان کے واسطے کوئی جگہ مقرر کرنی چاہیئے کہ پیادہ ان کے گھر نہ جائے۔ اور سنگار گا نو عنایت فرمایا اور اکثر لوگوں کے ساتھ رعایت کیا کرتے تھے۔ اور دوسرے ان کے بیٹے راجہ کشن داس تھے۔ ان کو بھی شریفوں کا خیال و لحاظ بہت تھا۔ دوسرے راجہ فتح سنگھ اور ان کے بھائی راجہ بنیاد سنگھ ہیں کہ ہمیشہ ہزاروں شریفوں اور نجیبوں کی خبرداری کرتے ہیں۔ ان سب کو دریا میں غرق کر دیا اور باقی ماندہ قیدیوں کو جو انگریز، ہندو، مسلمان سب ہی تھے۔ قید کے لیے عظیم آباد بھیجدیا۔ اور ان کے پیچھے ایک جماعت سپاہیوں کی آرمینیوں کی مدد کے لیے مقرر کی۔ اور اسی سال ۲۴ محرم کو خود بھی مونگیر سے روانہ ہو کر چمپانگر کے نالے پر قیام پذیر ہوئے۔ کرکین خان میر آتش (منتظم توپ خانہ) جو ایک بارعب سردار تھا۔ اور اپنے اسی روز کے لیے کروڑوں روپیہ خرچ کر کے ان کو تیار کیا تھا

باوجود درخواست اور التجا کے اُن کو فرصت نہ دی، کیونکہ گرگین خان جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ شروع ہی سے اپنے اقتدار کی وجہ سے لوگوں کی نگاہ پر چڑھے ہوئے تھے۔ نتیجے سے غافل لوگ ان کے حق میں ایسی بات سوچنے لگے، اور عالی جاہ سے کہا بھی کہ بیت:

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

ترجمہ: بھیڑیے کا بچہ بھی بھیڑیا ہوتا ہے اگرچہ آدمیوں میں رہ کر سمجھدار ہو جائے۔

اور عالی جاہ کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ گرگین خان کے بھائی خواجہ پدروس لشکر میں موجود ہیں۔ موصوف (گرگین) کو فرصت دینی کسی وجہ سے بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ توپ خانے کے سامان تمام تلنگیوں، اور آرمینیوں کے ساتھ انگریزوں سے مل جائے قریب بارہ ہزار تلنگے اور چودہ پندرہ ہزار سوار اور پیادے اور دوسرے افراد جو توپ خانے سے تعلق رکھتے تھے، اور اودھ کے حصار کی حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ اور ان کے درمیان کوئی افسر اعلیٰ نہ تھا، کوئی کسی کے سامنے جھکنے والا نہ تھا۔ اور ہر شخص اپنی رائے کے موافق کام کر رہا تھا۔ چنانچہ سمرون وغیرہ آرمینی دریا کے کنارے پر قبضہ کر کے انگریزوں کے محاذ جنگ کے مقابل پوری کوشش سے مقابلہ کر رہے تھے۔ ایک روز زوال کے وقت حصار سے نکل کر انگریزی پناہ گاہ پر یلغار کر دی۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اپنے آدمیوں کے ساتھ حصار میں داخل ہو گئے۔ دوسرے روز بھی شام کے وقت پہلے روز کی طرح حصار سے باہر آئے اور لڑ بھڑ کر واپس گئے۔ ایک روز چند مردوں کو آگ میں ڈال کر ان مردوں کی طرف متوجہ ہوئے جو انگریزوں کے بارود سے جل کر مرے تھے۔ سپہ گری کے فن میں کوئی کمی نہیں کی۔ سختی اور دشمنی بڑھاتے ہی رہے، اور پناہ گاہ کے لیے پہاڑ کی طرف، کہ ہندستانی سردار اور نام آور جوان اپنے قبضے میں تھے، خیمہ لگا کر اطمینان سے سو گئے کیونکہ پہاڑ کی طرف جیسا کہ مذکور ہوا۔ سراسر برسات کا پانی بھرا ہوا تھا اور انگریز بھی اس طرف متوجہ نہیں تھے۔ بلکہ اس طرف سے غافل بنے رہے باوجود کہ دونوں طرف سے گولے اولے کی طرح برس رہے تھے، اور یہ موتی کے قطرے بکھیرنے والے گنج قاروں کی طرح زمین کے طبقات کو بھی نگل جانے پہ ناز کر رہے تھے۔ لیکن انگریز روزانہ جنگل سے لکڑی اور گھاس کاٹ کر لاتے اور رات کو خندق کھودتے اور اسی لکڑی اور گھانس سے کمین گاہ بنا کر خندق سے کچھ آگے بیٹھتے۔

چونکہ اودھ کا وسیع حصار پہاڑی مٹیالے ٹیلوں کی طرح نہایت موٹا اور مستحکم تھا، اور ایسی

خندق سے جو سمندر ہی میں ہو سکتی ہے گھرا ہوا تھا پناہ گاہ کے انتہائی کنارے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک گہرا سمندر ہے کہ انگریز دانشمندوں کے عقل کی کشتی حیرت و استعجاب کے بھنور میں پڑ جاتی تھی کہ کیا اس بے ساحل سمندر سے بندوق کی نالیوں سے گولیاں برسانے کے باوجود بھی کسی عنوان سے اس کا عبور کرنا ممکن ہے؟ کئی مرتبہ انگریزوں نے شب خوں مارنے کا ارادہ کیا مگر قابو نہ پا سکے۔ نیز فوج کی کمی کی وجہ سے بھی جنگ کی طرف قدم نہیں بڑھا رہے تھے۔

جب ایک مہینہ اسی طرح گزر گیا تو مرزا نجف خان جو عالی جاہ کی خدمت سے نئے نئے بھیجے ہوئے آئے تھے، ارادہ کیا کہ پہاڑ کے دامن سے نکل کر انگریزی لشکر پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں۔ اور یہ نہ سوچا کہ اگر چاروں طرف سے بھاگنے کی راہ بند کر دیں گے تو مجبور ہو کر وہ جوش و خروش میں آ کر مرنے پر تل جائیں گے۔ غرض حصار کی فوج بالکل ان کے ساتھ نہ ہوئی، لیکن الاتون عالی جاہ کے حکم کے مطابق دو عدد توپ کے ساتھ بیدلی سے ساتھ ہو گیا۔

انگریزوں کو جب اطلاع ہوئی تو میر محمد جعفر خان کہ ۱۴-۱۵ آدمیوں کے ساتھ الگ ٹھہرے ہوئے تھے اپنے پناہ گاہ میں داخل کر لیا۔ میر محمد جعفر خان کہ کشتی میں سوار تھے دریا کے پانی کی غیر معمولی روانی نے ان کی کشتی کو دریا کے دوسری طرف ڈال دیا۔ اور الاتون نے اپنی کمبختی یا حرامزدگی کی وجہ سے انگریزی فوج کے بائیں بازو پر جو برساتی پانی کی طرف تھا دو ضرب توپ کے ساتھ آ کر آگ برسانے لگا۔ بارود اور گولے کو توپوں کے مخالف سمت میں پا کر، تین ہم وزن گولے کہ اپنے ساتھ لایا تھا، لشکر کی طرف پھینک کر اپنے مورچہ پر روانہ ہو گیا۔ اور نجف خان پہاڑی سیلاب کی طرح پہاڑ کے غاروں سے نکل کر صحرا کے دامن میں پہنچ گئے اور دو ہزار سواروں کے ساتھ انگریزی لشکر کی پشت پر حملہ آور ہوئے اور چونکہ لوگ متفرق تھے اور انھوں نے اپنے ساتھ کسی کو رکھا نہیں تھا۔ نیز یہ قاعدہ بھی نہیں ہے کہ پناہ گاہوں کے توپ خانوں پر بے وجہ و بے سبب حملہ آور ہو کر فتح حاصل کی جائے ان تمام تباحتوں کے باوجود تن تنہا اپنے ساتھیوں پر بازی لے جانے کی کوشش کرتے رہے۔ ناچار لوٹ کر اپنے حصار میں داخل ہو گئے۔

انگریزوں نے اب تک یہ راہ کھولی نہیں تھی۔ اس راہ کی حفاظت کے لیے اسی رات میں ایک پلٹن کھڑی کر دی۔ اور جب حصار والوں نے کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی تو دوسری رات کو چند گورے اور ایک پلٹن کالے، اور دو ضرب توپ کے ساتھ پہاڑ کے دامن سے پار کر کے تینوں سرداروں نے بیکدفعہ

شب خوں مارنے کا ارادہ کیا۔ اور پہاڑ کی اس چوٹی کی طرف متوجہ ہوئے جس کے اوپر بخشی سواروں کی جماعت کے ساتھ بستر استراحت پر سویا ہوا تھا۔ جس وقت یہ خواب غفلت میں پڑے ہوئے نیند سے بیدار ہوئے اس مقام پر رہنے والوں کی ایک بہت بڑی جماعت، بخشی سمیت نیستی کے تکیہ پر سر رکھ کر فنا کی نیند سو چکی تھی۔ چونکہ پناہ گاہ میں کوئی باضابطہ سردار موجود نہ تھا صرف لوگوں کے مارے جانے کی وجہ سے چند آدمیوں نے حصار کو مذاق سے ہلایا۔ قلعہ کے نازنینوں کے دل غیر آدمیوں کو دیکھ کر لرزنے لگے اور ان کے قدم اکھڑ گئے اور ان کے مستحکم برجوں میں اژدہا صفت توپوں کے آگ اگلنے کی وجہ سے درد ہونے لگا۔ بیت:

زبانگ تفنگ حشر گشت آشکار　　شد از خواب بیدار چشم حصار

قلعہ کے برجوں پر بیٹھے ہوئے لوگ ستاروں کے بروج کے مانند چکر کھانے لگے اور آہنی جنگ کی تکلیف اٹھائے بغیر خستہ متحیرہ کی طرح حیران ہو گئے۔ اور تمام لشکر میں قیامت برپا ہو گئی۔ اور جس شخص کی بھی نیند ٹوٹی۔ حقیقت حال معلوم نہ کر کے بھاگنے لگا اور صبح ہوتے ہوتے حصار اپنی تمام عظمت سے کہ آدمیوں سے بھرا ہوا تھا خالی ہو گیا۔ بجز اُن چند آدمیوں کے جو بے سروپا توپ کے آتشیں سیلاب کی زد میں آ گئے۔ کوئی دوسرا ہلاک نہیں ہوا۔ اور کسی کو بھی انگریزی توپ اور بندوق سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ بیت:

نہ کردہ ہمہ جنگ بگریختند　　از ایشاں دو باہم نیامیختند

غرض انگریزوں کے اقبال کی کنجی سے وہ مستحکم قلعہ بغیر کسی وجہ و سبب اور جانفشانی کے فتح ہو گیا بہت زیادہ چیزیں اور سامان دو سو ضرب توپ کے ساتھ نصاریٰ کے ہاتھ لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس وقت انگریز پہاڑ کی چوٹی پر جا رہے تھے۔ بندوق کا شعلہ پہاڑ کے دامن میں بجلی کی طرح چمک رہا تھا۔ اور دریا کی طرف دونوں طرف کے مورچے سے کڑکے کی طرح کڑک رہی تھی۔ اور دونوں طرف کے گولے چاند سورج کی طرح صحرا کو روشن کر رہے تھے۔ اور راقم الحروف اطمینان کے ساتھ دور سے تماشا دیکھ رہا تھا، اپنی تمام عمر میں ایسی اچھی آتش بازی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور اس فتح کی تاریخ راقم الحروف کے خیال میں یہ آئی کہ "جہانے خراب شد" (۱۱۷۶ھ)۔

قریب چار ہزار سوار اپنے بھاگنے کے دوران میں اس اندھیری رات میں پہاڑ کے دامن میں جہاں کہیں انکو خشکی ملی وہاں کھڑے ہوئے تھے اور دوسرے سر چہار طرف راستے کو بند پاتے ہوئے مجبوراً میر محمد جعفر خان سے ملتجی ہوئے تاکہ پناہ پائیں میر محمد جعفر نے انگریزوں کی اجازت کے بغیر میر خرم علی نامی ایک شخص کو ان لوگوں کو بلانے کے لیے

کھینچ دیا۔ جب حصار کی راہ کے سوا کوئی راہ نہ تھی وہ بد قسمت افراد اپنے رہبر کے ہمراہ چلے اور انگریزوں نے ایک فوج کو حصار کی طرف متوجہ دیکھ کر دشمن سمجھ کر لڑنے کے لیے تیار ہوئے اور جیسے ہی معلوم ہوا کہ خرم علی ان کے ساتھ ہے اور میر جعفر خان کے بلانے پر آئے ہیں۔ مطمئن ہو کر تمام ان لوگوں کو بندوقوں کے گھیرے میں لے کر گھوڑے اور اسلحہ کو چھین کر ننگے سر اور ننگے پاؤں میر جعفر خان کے پاس بھیجدیا۔ اور خرم علی جسطرح بھی ممکن ہوسکا۔ میر محمد جعفر خان کے پاس پہنچا اور ان کے پلنگ کے نیچے چھپ گیا۔ ان میں سے ایک انگریز کہ پیچھا کرتا ہوا تلاش میں آیا تھا۔ میر محمد جعفر خان نے بہت بہت معذرت کرکے اس کو واپس کیا کہ اس کی تقصیر نہیں ہے میرے حکم سے گیا تھا۔ دوسرے روز انگریز راج محل اور میر محمد جعفر خان کیسر باغ کی حویلی میں جو عالی جاہ کی بنائی ہوئی تھی اترے اور انگریز گھوڑے اور اجناس کو اپنا محصول بناکر دو روز کے بعد آگے بڑھے۔ اور میجر کرنک اسی جگہ سے کلکتہ لوٹ گئے۔

میر محمد جعفر خان نے ہاتھی گھوڑے اور اونٹ عاریتہً لیکر جگت سیٹھ کے لڑکوں کو مرشدآباد جانے کے لیے روانہ کردیا۔ اور حسن علی خان کو راج محل کی فوجداری دیکر انگریزوں کے روانہ ہونے کے بعد روانہ کیا۔ برسات کا موسم ہونے کی وجہ سے اس راہ میں حد سے زیادہ دشواری پیش آئی۔ آخر ماہ صفر میں اودھ کی شکست اور انگریزوں کے غلبہ کی خبر پاکر عالی جاہ نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ چمپانگر کے نالے سے اٹھ کر مونگیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اور چوتھی ربیع الاول سنہ مذکور میں مونگیر سے عظیم آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ انگریزوں نے بغیر کسی جنگ و جدال کے مونگیر پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ چونکہ عالی جاہ کے نظم و نسق کا حال درہم برہم ہورہا تھا۔ اکثر آدمی اسی راہ سے اُن سے جدا ہو گئے۔ میر محمد جعفر خان سے مل گئے۔ میر محمد جعفر خان نے بھاگلپور کی فوجداری میر مقصود علی کو عنایت کی۔ اور عرب علی خان نام کا ایک شخص جو مونگیر کے قلعہ میں تھا۔ جان کے خوف سے دو روز حرکت مذبوحی کی طرح جنگ کرکے، جان بخشی کے بعد بغیر اسلحہ اور اسباب کے لوگوں کے ساتھ قلعہ سے باہر آگیا۔ اور جان بخشی ہی کو غنیمت جانا۔

چونکہ عالی جاہ آرمینیوں سے مطمئن نہ تھے اس لیے رہوہ کے نالے سے دو میل کی دوری پر رام پورہ کی منزل میں سمرون کی وساطت سے پندرہ ربیع الاول سنہ مذکور میں جعفر خان کے ایک ترک سوار کے ہاتھ سے گرگین خان کو ہلاک کروادیا۔ مارکاٹ اور آلاتوں کو قید کرکے سمرون کے حوالہ کیا۔ اور جب پرگنہ باڑہ میں خیمہ زن ہوئے اور عالی جاہ کو مونگیر کے قلعہ کی شکست کی خبر ملی۔ جگت سیٹھ کو جو بنگالہ کے چشم و چراغ

تھے۔ اور چاند سورج کی طرح لوگوں کے سروں پر سایہ افگن تھے، خاص و عام کو اپنی دولت کے نور سے فکر و تنگدستی کی تاریکیوں سے نجات دلواتے تھے۔ سمرون کے مشورے سے قتل کر دیا۔ اور سمرون کی صواب دید کے مطابق ان دو بھائیوں کی لاش کو شورے کے ذخیرے کے نیچے چھپا دیا۔ اور ان کے لڑکوں کو تبدیل کھنڈ تک اپنے ساتھ لے گئے۔ باقی احوال ان دو دولتمند زادوں کا آئندہ بیانات میں وضاحت سے آئے گا۔

اسی سال ربیع الثانی کی ابتدائی تاریخوں میں عظیم آباد سے اپنے ارادے سے پہلے ہی روانہ ہو گئے۔ قریب دو تین سو انگریز جو قلعہ میں قید تھے، انتہائی دلی غصّے اور جلن کی وجہ سے اُن کے قتل کا حکم دیا۔ اور سمرون شام کے وقت بیگم گنج سے قلعہ میں آکر حاجی احمد صاحب کی حویلی میں انگریز قیدیوں کے پاس جاکر مسٹر ایلس صاحب عظیم آباد کے بڑے لاٹ اور مسٹر لسن تین چھوٹے لاٹ کو ایک کام کے بہانے سے باہر بلایا۔ اور ان کی جماعت سے الگ کر کے ہلاک کروا دیا۔ اور تمام دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی یہی چاہا کہ جدا جدا ہر ایک کی شمع حیات کو خاموش کر دے مگر یہ بات کسی طرح ممکن نہ ہو سکی۔ مجبور ہو کر بندوق مار دینے کا حکم دیا۔ اور انگریز باوجود اس کے کہ پابہ زنجیر تھے اور مطلق کوئی حربہ ان کے پاس نہ تھا انتہائی عاجزی اور عذر خواہی کے بعد جو کچھ بھی لکڑی پتھر ان کے ہاتھ میں آیا وہ لوگوں کے منہ پر مارتے رہے۔ فریاد اور چیخ پکار آسمان تک پہنچا رہے تھے۔ اور سمرون نے سب کی صبح حیات کو موت کی شام میں تبدیل کر دیا۔ اور سب کی لاش کو اسی حویلی کے کوئیں میں یک جا ڈال دیا۔ تین پہر رات گئے ان کاموں سے فرصت کر کے عالی جاہ کے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔

انگریزوں کو مونگیر کے قلعہ کو فتح کرنے کے بعد قلعہ کے سامانوں میں بہت تلاش اور جستجو کے بعد ایک بوسیدہ خیمہ اور ٹوٹا ہوا بوریہ ہاتھ لگا۔ دو روز آرام کرنے کے بعد فوج عظیم آباد روانہ ہوئی۔ عظیم آباد کے قلعے کو عالی جاہ کے لوگوں نے مضبوط اور مستحکم کر لیا تھا اور جنگ کے لیے مستعد بیٹھے تھے۔ فوج نے آکر محاصرہ کر لیا۔ دریا کے سمت کی دیوار جو گچ سے بنی ہوئی تھی توپ کے گولوں سے زمین کے برابر کر دی پانچ چھ دنوں کی تلاش کے بعد دو گھڑی رات باقی تھی کہ حصار کے اوپر آ گئے۔ قلعہ کے لوگوں نے مقابلے کی طاقت نہ پاکر بھاگنا شروع کیا۔ اس قدر خوف و ہراس ان لوگوں کے دلوں پر غالب ہو گیا تھا کہ میر روشن علی اور ابو علی خان، اور مرزا یار علی جو قلعہ والوں کی مدد کو آئے تھے، شکست کا نام سنتے ہی اس طرح فرار ہوئے کہ ان میں کے اکثر آدمی پانی اور کیچڑ میں غرق ہو گئے ۔ ہزیمت اٹھانے اور کسی کی دستگیری

کے سوا بہادری کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔

عالی جاہ نے عظیم آباد کی شکست کے بعد حکومت سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور ٹھہرنے کی گنجائش نہ دیکھ کر مسلسل چلتے ہوئے اور کسی جگہ نہ رکتے ہوئے تیئس ربیع الثانی کو اسی سنہ میں کرم ناسہ پار کرگئے اور راجہ بینی بہادر صوبہ لکھنؤ، اودھ اور الہ آباد کے عامل نواب وزیر کی طرف سے سرحد تک آئے تھے۔ نواب عالی جاہ اُن کے خیمے میں سترہ جمادی الاول سنہ مذکور کو گئے اور ملاقات کی اس کے بعد راجہ مذکور بھی ایک مرتبہ بازدید کو گئے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوچکی اور جدا ہوگئے۔ تو عالی جاہ نے میر سلیمان خانساماں کو پوشیدہ طور پر نواب وزیر کی خدمت میں بھیجا، اور بینی بہادر کی شکایت کی۔ نواب وزیر نے اپنے دو اچھے سرداروں کو ان کی خاطرداری اور دلجوئی کے لیے اس خلعت کے ساتھ کہ جو احمد شاہ ابدالی نے ان کو دیا تھا۔ میر سلیمان کے معرفت بھیجا اور انتہائی شوق ملاقات کے اظہار کے ساتھ ملاقات کے لیے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ اور یہ بات اور بھی بینی بہادر کی کدورت کا سبب بنی۔ اسی سال جمادی الثانی کی ابتدائی تاریخوں میں نواب عالی جاہ نواب وزیر کی ملاقات کے ارادے سے بندیل کھنڈ روانہ ہوئے۔ عالی جاہ کے پہنچنے کے وقت حضرت ظل سبحانی نواب وزیر نے اپنے پورے تزک و احتشام، بیرق و پرچم، اور فوج دریاموج کے ساتھ ان کا استقبال کر کے ملاقات کی اور اپنی پیشگاہ خلافت میں لے جاکر خاص شاہی خلعت سے سرفراز کیا۔

عالی جاہ کے حکومت کی مدت تین سال چار مہینے قمری ہے اور تین ماہ کی لڑائی بھڑائی کہ یہ جہالت کا زمانہ تھا۔ میر جعفر خان کی خلافت کے دنوں میں داخل ہوگیا ہے۔

میر محمد جعفر خان کی دوسری مرتبہ خلافت | دسویں ربیع الثانی ۱۱۷۷ھ میں میر محمد جعفر خان جس طرح کہ ذکر ہوا مسند خلافت پر جانشین ہوئے اور عظیم آباد تک پہنچ کر جیسا کہ بیان کیا گیا اپنے چھوٹے بھائی میر محمد کاظم خان کو جو عالی جاہ کی قید میں تھے اور فرار ہوکر قید سے نجات پائی تھی صوبہ کا نائب بنا کر، راجہ دھیرج نراین کو ان کی دیوانی پر لوٹا کر، انگریزوں کے ساتھ کرمناسہ روانہ ہوگئے۔ اور دریائے درگاوتی کے کنارے تقریباً چار ماہ شاہی خزانے کے سوال و جواب کے سلسلے میں مختلف مقامات پر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ ہر چند کہ انگریز پیشکش اور نذریں لیتے ہیں۔ نواب شجاع الدولہ کہ جن کے سر میں بنگالہ کی تسخیر کا سودا تھا، کسی طرح راضی نہیں ہوتے تھے۔

نواب عالی جاہ کو نواب وزیر نے بینی بہادر کے ساتھ لڑائی کے لیے بندیل کھنڈ روانہ کر دیا۔ کہ وہاں سے تمہارے لوٹنے کے بعد آپس کے اتفاق سے بنگالہ روانہ ہوں گے۔ اسی بندیل کھنڈ کی راہ میں جگت سیٹھ کے بیٹے کو عالی جاہ کے ہاتھ سے نجات ملی اور مبلغ نو لاکھ روپیہ پیش کر کے اپنے گھر روانہ ہوا۔ جس وقت کے درگاوتی ندی کے کنارے ٹھہرے ہوئے تھے راجہ شتاب رائے حضرت ظل سبحانی کی جانب سے میر محمد جعفر خان اور مسٹر آدم کے لیے خلعت خاص لائے۔ اور حضرت ظل سبحانی کی طرف سے انگریزوں کو اطمینان دلایا۔ خلعت پہننے کے بعد میجر آدم میر محمد جعفر خان سے رخصت ہو کر کلکتہ گئے۔ اور یہ راقم الحروف بھی میر محمد جعفر خان سے رخصت حاصل کر کے میجر موصوف کے ساتھ مرشد آباد روانہ ہوا، اور میجر موصوف کلکتہ یا مرشد آباد پہنچ کر کسی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ اور انہیں دنوں میں میجر نکس اسہال کی بیماری میں درگاوتی ندی پر قضا کر گئے۔ پھر میجر کرنک فوج کے سپہ سالار مقرر ہو کر درگاوتی روانہ ہوئے۔ اور ان کے پہنچنے تک انگریزوں کو خود اپنی گوری کالی پلٹن سے فتح کی انعامی رقم کے لیے الجھاؤ رہا کیونکہ میر محمد جعفر خان نے انعام کے وعدے میں تین لاکھ روپے میں سے ایک لاکھ روپے جو انگریز سرداروں کو دیے تھے وہ انگریز سرداروں نے فوج کو نہیں دیے تھے۔ ایک مرتبہ تمام فوج اختیار سے باہر ہو کر جنگ و جدال پر آمادہ ہو گئی اسی وجہ سے سرداروں نے دو دستہ فوج، توپ اور توپ خانہ تیار کر کے اور ایک لاکھ روپیہ ساتھ لیکر میر محمد جعفر خان کا محاصرہ کر لیا اور انعام کی بقیہ رقم کا مطالبہ کیا، دوپہر تک چیخ پکار کر کے اپنی بقیہ رقم وصول کر کے اپنے خیمے کی طرف گئے۔ اور ہر ایک کے حصے کے مطابق تقسیم کر دیا۔ اور بعض شرارت پیشہ صوبہ داروں اور افسروں کو توپ میں باندھ کر ان کو منزل فنا میں پہنچا دیا۔

نواب عالی جاہ بندیل کھنڈ سے واپس آنے کے بعد نواب وزیر کے دل پر یہ بات جما دی کہ انگریز گوری کالی فوج ملا کر چار ہزار سے زیادہ نہیں ہیں اس وقت کوئی ان کی مدد کو بھی نہیں پہنچ سکتا ہے اگر اس ملک سے ان کے باہر کرنے کا مصمم ارادہ فرمائیں تو یقینی کامیابی ہو سکتی ہے۔ اور صوبہ عظیم آباد میں آپ کی نذر کر دوں گا۔ نیز بادشاہ اور وزیر کے لیے ایک بڑی رقم روزینہ مقرر کر کے ملک و مال کا فریضہ ادا کریں گے۔

نواب وزیر بغیر بادشاہ کی مرضی معلوم کیے ہوئے، تمام سرزمین ہندوستان کو برباد کرنے کے لیے اپنی عیاش طبیعت اور بدمعاش و اوباش فوج کے ساتھ انگریزوں سے جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اور حضرت ظل سبحانی کو بھی ہمراہ چلنے کی تکلیف دی اور ایک کثیر جماعت بڑی بھیڑ بھاڑ اور بے انتہا افراد اور بڑے بڑے

ہاتھیوں کے ساتھ جنت البلاد بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے۔

انگریز اس خبر کو سننے کے بعد درگاوتی جو ایک مسطح مقام تھا وہاں سے اٹھ کر بکسر کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس جگہ کو بھی بہتر نہ سمجھ کر عظیم آباد آ کر قلعہ سے باہر جنوبی دروازے کی طرف حصار بنا کر جنگ کے لیے تیار ہوئے۔

نواب وزیر نے اسی مہینے کی انیسویں کو داؤد نگر کے مقام سے دو ہزار سوار بطور قراول اپنی روانگی سے پہلے روانہ کیا۔

انگریزوں نے حصار سے باہر آ کر سرائے بکرم کو مقابلے اور جنگ کے لیے بطور قراول فوج بھیجی لیکن تھوڑی ہی تلاش و جستجو اور جانے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا کہ جنگ کے میدان کے اخراجات کم ہیں۔ اس لیے اپنی پناہ گاہ میں واپس آ گئے۔ قراولوں نے ہر چند کوشش کی کہ انگریزی لشکر کے کسی آدمی پر دست رس حاصل کریں یہ بات ممکن نہ ہوئی۔

میر محمد جعفر خان جو انگریزوں کی دروغگوئی اور بدعہدی کا مشاہدہ کرتے رہے تھے۔ برابر صلح کے لیے عریضے بھیجتے رہے۔ وہ صوبہ عظیم آباد کو بھی ان کو دینے کے لیے تیار تھے بشرطیکہ نظم و نسق میرے ہی ہاتھ میں رہے۔ ہزار عنوان سے اُن کو کہتے رہے کہ انگریزوں سے الجھنا مناسب نہیں ہے۔ مگر نواب وزیر اپنی مغلوبیت کسی شکل میں بھی قبول کرنے کو راضی نہ ہوئے۔ روز پنجشنبہ یکم ذیقعدہ ۱۱۷۷ھ کہ انگریز شہر کے دکھن طرف مورچہ اور خندق بنا کر لڑائی کے لیے آمادہ تھے، جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور پہر دن کے بعد توپ خانہ کی جنگ شروع ہو گئی۔ نواب وزیر اپنی فوج کی کثرت اور اپنے بازو کی طاقت پر نازاں تھے سرداری اور سمجھداری سے کام نہ لیا۔ انگریزوں کے حصار کو انھوں نے اپنے ملک کے زمینداروں کا قلعہ سمجھا۔ انگریزی مورچہ جس کی دیوار بظاہر کچی مٹی کی نظر آتی تھی ۔ مگر اندر سے سختی اور گرمی میں جہنم کی دیوار تھی تین مرتبہ خود اپنی ذات سے شہر کے ہجوم کی طرف سے حملہ کیا جبکہ جوانان ہر چہار طرف سے پوری قوت اور مردانگی کے ساتھ حملہ کر رہے تھے۔ شیخ دین محمد نے اپنے بیٹے کے ساتھ ملک عدم کی راہ لی۔ کوئی کام نہ بن سکا۔ بندوق کی گرم گرم گولیاں جو اپنی گرمی میں جہنم کی چنگاریاں تھیں رکاوٹ ڈال رہی تھیں آخر بے نیل و مرام ناکام لوٹ گئے۔ دکھن اور پورب کے گوشے پر تقریباً تین میل کے فاصلے پر عالی جاہ کھڑے ہوئے تھے، سمرو نے اپنے مورچے کو حصار کے قریب پہنچا دیا۔ اور ریجا پہاڑی

کی طرف سے بندوق کی زد میں پہنچ گیا۔ عصر کے وقت نواب وزیر کی فوج کا ایک دستہ رعایا کے مکانوں کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کی پناہ میں انگریزی مورچے کی طرف پہنچا۔ انگریز بھی تلنگہ کی ایک پلٹن لیکر مورچے سے باہر نکلے اور ایسی زوردار، آتشبار جنگ کی کہ نواب وزیر مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ اور شام کے وقت رفع نزاع کا درمیانی واسطہ آنے والی رات بن گئی اور یہی دونوں متخاصمین کو ایک دوسرے سے جدا کرنے میں مددگار ہوئی۔ تیسری ذیقعدہ سنہ مذکور میں کوچ کر کے شہر سے تقریباً تین کوس کے فاصلہ پر پورب اور دکھن کے گوشے کی طرف پن پن ندی کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ اور اکیس تاریخ اسی ماہ ذیقعدہ میں شہر کے اطراف سے ہٹ کر الٹے پاؤں لوٹتے ہوئے دو کوس پر دکھن کی طرف خیمہ زن ہوئے بائیسویں[۲۲] کو اور بھی دو کوس پیچھے جا کر ٹھہرے، پچیسویں[۲۵] کو پھلواری میں اور وہاں سے بکسر روانہ ہوئے اور کچھ روز وہاں قیام پذیر رہے کہ اگر انگریز میدان میں آئیں تو ان سے مقابلہ کیا جا سکے۔ بکسر کے قیام میں روزبروز زینہ اخراجات کا بہانہ بنا کر نواب عالی جاہ سے مخالفت کی صورت پیدا کی اور ان کو مقید کر کے ان کے تمام اسباب، مال نقد و جنس سب کو ضبط کر کے تھوڑا نام کے لیے استعمال کیا ہوا مال حضرت بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ مثنوی:

شنیدم گوسفندے را بزرگے	رہانیداز دہان و دست گرگے
شبانگہ کارد بر حلقش بمالید	روان گوسفند ازوی بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودی	چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

ترجمہ: میں نے سنا کہ ایک بزرگ نے بھیڑیے کے چنگل سے ایک بکری کو چھڑایا اور رات کے وقت اُسی بکری کی گردن پر چھری پھیر دی۔ بکری کی جان چیخ پکار کر رہی تھی کہ بھیڑیے کے چنگل سے مجھ کو چھڑایا، اور اب پتہ لگا کہ تو خود ہی بھیڑیا ہے۔

باوجود اس ناممکن خیال کے، کہ انگریز سے مقابلہ کریں گے، کبھی اس بات کی فکر نہیں کی کہ سپاہیوں کے درمیان جو اختلافات ہیں اس کو دور کریں، توپ اور توپ خانے کا انتظام کریں۔ عیش و عشرت شگفتگی اور خوش دلی میں وقت گزارتے رہے۔ شہسواری کے بدلے صدق علی وغیرہ کے ساتھ بیٹھ کر چوسر کھیلتے رہے۔ اور اب تک کہ دس سال اس واقعہ کو گزر چکے ہیں۔ سوائے چوسر بازی مرغبازی اور کبوتر بازی کے، کسی دوسری چیز کی فکر نہیں ہے کہ کوئی نام آوری کا کام کریں۔ بس یہی زندگی رہ گئی ہے۔ بیت:

مرد مردہ بزیر سنگ اندر　　　　بہ کہ زندہ بزیر سنگ اندر

اور اسی بربادی کے زمانے میں علی ابراہیم خان بہادر، اور میر سلیمان خان بہادر اور سمرون سپہ سالار جو نواب عالی جاہ کے جانی دوست تھے ان کی خدمت سے جدا ہوئے حالانکہ پوری پوری رعایت ان لوگوں کو عالی جاہ کی طرف سے ملتی رہتی تھی۔

میر سلیمان خان نے مغلوں کے سبب سے نواب وزیر علی کے دربار میں اور علی ابراہیم خان نے اپنے علم کی بلندی اور پیشکاری کی صلاحیت کی وجہ سے راجہ بینی بہادر کے دربار میں بہت عزت حاصل کی۔

کچھ دنوں کے بعد وہاں سے بھی روپوش ہو کر مرشد آباد پہنچے۔ عالی جاہ کے بقیہ احوال آئندہ گفتگو میں وضاحت کے ساتھ آئیں گے۔

ان تمام باتوں کو انگریزوں کی بیوفائی پر محمول کرنا غلطی ہے بلکہ نواب عالی جاہ کی بے توجہی اور بے عنایتی کو تصور کرنا چاہیئے، کیونکہ وفا اس شخص کے ساتھ ممکن ہے کہ اس سے کسی طرح کی توقع ہو، ورنہ حکام کی خدمت میں حاضر باشی تو اس وجہ سے ہے کہ جب شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے

امیدوار بود آدمی بخیر کسان　　　　مرا بخیر تو امید نیست شر مرساں

ترجمہ: انسان کسی سے بھلائی کا امیدوار ہوتا ہے۔ مجھ کو آپ سے بھلائی کی امید نہیں ہے۔ براہ کرم تکلیف بھی مت پہنچایئے۔

منقول ہے کہ میر محمد جعفر خان نے اس فتح کی نذر قبول نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ کیسی فتح اور کیسی نذر، تھوڑی بہت جو آبرو باقی تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔ انتیسویں محرم ۱۱۷۸ھ میں عین برسات کے موسم میں شمس الدولہ گورنر کی طلب پر مرشد آباد چلے گئے۔ اور صفر کے آخری مہینے میں کلکتہ گئے۔

میجر منرو کا نواب وزیر کے سر پر مسلط ہونا، نواب وزیر کی شکست اور میر محمد جعفر خان کے پیمانۂ عمر کا لبریز ہونا

اس عالم ہست و بود کا بچشم عبرت نظارہ کرنے والوں سے، جن کے دل بلادت و نادانی سے پاک اور دانائی کے نور سے روشن ہیں۔ یہ امر پوشیدہ نہ رہنا چاہیئے کہ نواب وزیر کے شکست کھانے کے بعد، شمس الدولہ نے میجر منرو کو لشکر کا سالار بنا کر عظیم آباد روانہ کیا، میجر منرو اس تھوڑی فوج کے ساتھ غنیم کے لشکر کی زیادتی کی پروا نہ کرتے ہوئے۔ مقابلہ اور جنگ کے لیے بکسر روانہ ہوگئے جب دریائے سون کے قریب پہنچے تو نواب وزیر کی وہ فوج جو دہ منیر میں چھوڑ گئے تھے، دریا عبور کرنے

سے روکنے کے لیے آگے بڑھی تاکہ انگریزی فوج دریا عبور نہ کرسکے۔ لیکن اژدہا پیکر توپوں کے صدمے کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور نواب وزیر سے جاملی۔

نواب وزیر جنگ کے روز توپ اور توپخانہ کے سامان کے فکر میں لگے، صفیں درست کیں، بکسر کے قلعہ کو لوگوں سے خالی کردیا۔

میجر منرو، جو مقابل میں کھڑے توپ سے کام لے رہے تھے، اور فتح و کامیابی کی راہ طے کررہے تھے۔ نواب وزیر خود مغل فوج کے ایک دستے کے ساتھ انگریزی فوج کی پشت پر اس خیال سے آئے کہ ان کے بھاگنے کی راہ بند کردیں، لیکن میجر منرو جو ایک شعلہ کی طرح ہیں کہ جس کا آگا پیچھا بالکل یکساں ہے ہر سمت سے شافی جواب دینے کے لیے تیار تھے، میدان سے اسباب اور سامان کی کشتی کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اطمینان کلی حاصل رہے۔

دریا کے سمت کا مورچہ جو بینی بہادر اور ان کے لوگوں کے ہاتھ میں تھا، انگریزی آگ کے گولوں کی تاب نہ لاکر اچانک بھاگنے لگا۔ اور انگریزی فوج قوی دل ہوکر اسی راہ سے جو دریا کے کنارے تھی بکسر کے قلعہ میں داخل ہوئی۔ اور فصیل پر چڑھ کر اطمینان کے ساتھ گولے پھینکنے اور نشانہ بازی کرنے میں مشغول ہوئی۔

بیت: دمیدند آتش بدان سان کہ دود   سیہ کرد خرگاہ چرخ کبود

یہ تمام فوج جو اس کاروائی سے غافل تھی کھڑی تھی بلا کو اپنے سر پہ سوار دیکھ کر پریشان اور حیران ہو کر، اسباب کے خیمہ کو چھوڑ کر نواب وزیر کے چکلہ کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور مغل فوج نواب وزیر کی ہمراہی چھوڑ کر خود اپنے آقا کے مال و اسباب کو لوٹنے میں مشغول ہوئی۔ اور کافی دولت لوٹ کر روانہ ہو گئی۔ اور یہ تمام فوج خوف و ہراس کی وجہ سے کہیں نہ رکتے ہوئے دریائے گنگا کو پار کرکے کچھ بنارس کی طرف اور ایک بڑی جماعت فیض آباد چلی گئی۔ اور حضرت ظل سبحانی ایک زبردست فوج کے ساتھ الگ میدان میں کھڑے تھے، انگریزوں کو جب خبر ہوئی ملاقات کے لیے دوڑے، اور نواب وزیر کے پیچھے پیچھے بنارس میں بارگاہ صاحب قرانی میں داخل ہوئے۔ نواب وزیر مال و دولت اور حکومت سے ہاتھ اٹھا کر افغانیوں اور مرہٹوں سے مدد مانگنے کی امید میں اُن کی طرف روانہ ہوئے اور عالی جاہ فرصت پاکر بال بچوں کے ساتھ روہیلوں کی سرپرستی میں اتر جھنڈی، اور خادم حسن خاں فرخ آباد کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت ظل سبحانی انگریزوں کی آتش بار فوج کے ساتھ صوبہ الہ آباد میں داخل ہوئے اور اس دیار کے باشندوں کے سروں پر

عدل وانصاف کے ساتھ سایہ افگن ہوئے۔

نواب وزیر دوسری مرتبہ پھر مرہٹوں کی مدد سے جنگ کے لیے آمادہ ہوئے لیکن جب کسی طرح کامیابی نظر نہ آئی، اور زبردست شکست ہوئی تو انگریزوں کی خواہش کے مطابق اور دانشمند ارباب سلطنت کے مشورہ سے انگریزوں سے ملاقات کی۔ اور انگریزوں نے فتنہ وفساد کو دبانے کے لیے مصلحتہً اپنے وعدے کو پورا کیا اور ان کے ہاتھ سے نکلے ہوئے ملک کو راقم الحروف کے خیال میں عاریت کے طور پر اُن کو عنایت کر دیا، اور کپتان باربر کو ایک تلنگہ فوج کے ساتھ ان کے ساتھ مقرر کر دیا۔ صوبہ اودھ اور لکھنؤ کا سارا نظم ونسق نواب وزیر کو، اور صوبہ الہ آباد بادشاہی عاملوں کو دیا اور چھبیس لاکھ روپیہ سالانہ بنگال وبہار سے حضرت ظل سبحانی کے اخراجات کے لیے مقرر کیا۔

نواب وزیر نے ملک پر تسلط حاصل کرنے کے بعد حاسدوں کے کہنے کے مطابق بینی بہادر کو پہلے قید کیا اور آخر میں قتل کر دیا۔ اور قریب چار ہزار مغل کہ چالیس سال سے اُن کے آبا واجداد کے نوکر تھے۔ سب کو برطرف کر کے ملک بدر کر دیا۔

راقم الحروف کو چونکہ حاکمان بنگالہ کے احوال ان اوراق میں لکھنے ہیں اس لیے پھر اپنے مقصد کی طرف آرہا ہے۔

میر محمد جعفر خان جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کلکتہ جا کر گورنر اور ممبران کونسل سے بہت قیل وقال کے بعد راجہ دلب رام کو ملک کے کاروبار میں دخل انداز نہ کر کے اس عہدے پر نند کمار رائے کو خالصہ شریف کی دیوانی عنایت کی۔ اور نجم الدولہ کو اپنے سے پہلے مرشد آباد روانہ کر دیا اور خود میر محمد قاسم خان کے برسر حکومت آنے کے روز سے کہ اب تک اپنے سر پر پگڑی اور جسم پر جامہ شاہی نہ پہنا تھا، انگریزوں کے کہنے سے پہلے کی طرح بدستور آراستہ کیا۔ شمس الدولہ کے اپنے وطن جانے کے بعد اسی سنہ میں جمادی الثانی کے مہینے میں بنگالہ میں رونق افروز ہوئے۔ اور انگریزوں کی طرف سے بہار وبنگال کے جملہ نظم ونسق اور سب بڑے چھوٹے تمام امور کی انجام دہی کے لیے مسٹر مڈلٹن مقرر ہوئے اور مراد باغ میں مقیم ہوئے۔

میر محمد جعفر خان نند کمار رائے اور بعض دوسرے لوگوں کے کہنے سے نواب مظفر جنگ سے بدگمان ہو گئے تھے عظیم آباد سے لوٹنے کے زمانے میں جہانگیر نگر سے طلب کر کے کلکتہ جانے کے وقت اس بدظنی کی وجہ سے جو مرشد آباد میں پیش آئی تھی جہانگیر نگر کے تمام محالات پر ان کے دخل کلی کے باوجود جبکہ اُن کو انگریزوں کی حمایت بھی حاصل تھی۔ کلکتہ کے واپسی کے ساتھ ہی چند روز ناخوشی کا اظہار کرتے رہے، پھر ایک روز مراد علی نام کے ایک شخص کو بھیج کر ان کے گھر سے قلعہ میں طلب کر کے نہایت ناشائستہ اور نامناسب طریقے سے تلنگیوں کے حوالہ کر دیا۔ اس نامناسب حرکت کی وجہ سے قاسم بازار کے افسر اعلیٰ نے رنجیدہ ہو کر نہایت تہدیدی خط ان کی رہائی کے لیے لکھا، میر محمد جعفر خان نے خط کو غور سے پڑھنے

کے بعد مجبور ہو کر اس سرچشمۂ جود و احسان کو اُن کے دولت خانہ کی طرف رخصت کر دیا۔ پھر دو تین دنوں کے بعد انگریزوں کے حکم سے اس ہادی راہ ہدایت کے گھر جا کر ان کو خلعت پہنا کر جہانگیر نگر رخصت کیا۔

اسی سنہ میں شعبان کی ابتدائی تاریخوں میں ہوس پرستی اور غلبۂ شہوت کی وجہ سے کہ مارالمہام خوب پیا کرتے تھے، بیمار پڑ کر کمزور و ناتواں ہو کر بستر علالت پر پڑ گئے۔ ذات الجنب (بدترین نمونیا) میں مبتلا ہو گئے۔ جب اطبا ان کے علاج سے عاجز آ گئے اور یقین ہو گیا کہ اب موت کے سوا چارہ نہیں ہے تو نجم الدولہ کو ولی عہد بنا کر اپنے زمانۂ حیات ہی میں مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ اور ۱۴ شعبان ۱۱۷۸ھ میں آغوش لحد میں جا سوئے۔ دوسری مرتبہ انکی خلافت کی مدت ایک سال ستائیس مہینے تھی۔

نواب نجم الدولہ کی حکومت اور نواب مظفر جنگ کی نیابت | اس چند روزہ سرائے کے لیل و نہار کی عجیب البیان داستان جس کا تعلق اس زمانے سے اس طرح ہے کہ جب میر محمد جعفر خان کا نام صفحہ ہستی سے مٹ گیا، اور حکومت ان کے بیٹے نواب نجم الدولہ کے ہاتھ آئی۔ تو انگریزوں نے کلکتہ سے نجم الدولہ کو خط لکھا کہ جہانگیر نگر سے نواب مظفر جنگ کو بلا کر نیابت کے لیے مقرر کرنا چاہیئے اور خود بھی ایک پروانہ طلبی کے لیے مظفر جنگ کے پاس بھیجکر مرشدآباد بلایا۔ اور مسٹر جان سین وغیرہ چند آدمی حکومت کے کاموں کی تنظیم کے لیے کلکتہ سے مرشدآباد آئے۔

مرشدآباد میں نواب مظفر جنگ کے آنے کے بعد خدا کی قدرت کاملہ کا تماشا نظر آیا۔ وہ یہ کہ نجم الدولہ، نند کمار رائے کے سکھلانے پر انگریزوں کی خواہش کے خلاف ہر چند بہت چیخ پکار کرتے رہے۔ مگر انگریزوں نے ایک نہ سنی۔

ہر زندہ ہستی پر جس طرح کہ اللہ کی عنایت رہتی ہے اسی عنایت کے زیر اثر رہتی ہے مدار المہامی کا جلیل القدر منصب واقف علوم، ماہر قواعد و رسوم، حسب و نسب میں مجمع البحرین علوم الٰہیہ کے ماہر خاندان حضرت سید المرسلین کے چشم و چراغ مبارز الملک معین الدولہ سید محمد رضا خان بہادر مظفر جنگ کو نیابت کا منصب تفویض ہوا۔ اور ان کو حکومت کے تمام امور ملکی و مالی نظامت، اور دیوانی پر مختار مطلق بنا دیا اور ایک عہدنامہ بھی نجم الدولہ سے لکھوا کر محفوظ کر لیا لیکن جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے۔ قطعہ:

اہل زمانہ کے پئے یاری قدم زنند　　گرد جہاں فسردہ گراز تہ دم زنند
چون سنگ آہن آتش سوزاں بر دہند　　ایں بوسۂ نفاق کہ بر روئے ہم زنند

نند کمار رائے وغیرہ لوگوں کو للہ فاللہ ان سے دشمنی ہو گئی اور عداوت کے تمام طریقے اپنانے لگے، بغض و عناد بڑھانے کی ہر کوشش کرتے تھے۔ اس وجہ سے والاجاہ (مظفر جنگ) اپنے دلی حالات کو اس قسم کے لوگوں سے طرح طرح کا الاپ دیکر چھپاتے تھے۔ نفاق کو خاندانوں کی بربادی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس بات کو پوری طرح سمجھتے ہوئے مسٹر جان سین پر تمام حالات منکشف کر دیئے اور نند کمار کو قائم بیگ کمیدان کے ساتھ کلکتہ روانہ کر دیا۔ اور نند کمار ایسا کہ اس نے رحمت کو زحمت اور دعا کو دغا سمجھا اور اس خیال کی صحت پر دو گواہ ہیں ایک تو آنکھ کہ انتہائی حیرت میں آنکھ کے حلقے سے نکل پڑی اور دوسرے چیخ پکار کہ جسکی وجہ سے سننے والوں کے سر میں درد ہو گیا۔ غرض ان دو خلل انداز وں کے چلے جانے کے بعد نواب فلک

جناب نے اپنی ذاتی دانشمندی سے لطف و فسق جو ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ سکنجبین کی طرح دوستی کا لباس پہنا دیا۔ دوست اور دشمن کے ساتھ اس کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق سلوک کیا۔ ابھی نظم و انتظام کے کاموں میں رونق بھی نہیں پیدا ہوئی تھی کہ لارڈ کلیپ کے کلکتہ پہنچنے کی خبر ملی۔ نواب نجم الدولہ اور ان کے ہواخواہوں نے اس بنیاد پر کہ میر محمد جعفر خان نے لارڈ ندکور کو اپنا بیٹا کہا تھا، نواب والا جاہ کے بارے میں امیدوار ہوئے کہ ان کے ساتھ ہماری خواہش کے مطابق کچھ کرے گا۔ اس لیے ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخوں میں ۱۱۷۸ھ میں نجم الدولہ کلکتہ روانہ ہو گئے۔ اور نواب فلک جناب مظفر جنگ نے اپنی روانگی سے پہلے مہاراجہ مہا سنگھ کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دیا تھا۔

لاڈ کلیپ کو جب حالات معلوم ہوئے تو انھوں نے نواب والاجاہ کو بھی کلکتہ طلب کیا اور ظاہری دلداری کے لیے نواب نجم الدولہ کو بھی لکھ بھیجا کہ اپنے ساتھ نواب مظفر جنگ کو بھی بلا کر لائے۔ لیکن چوں کہ نجم الدولہ کا مظفر جنگ کی طرف سے دل صاف نہ تھا۔ اس لیے ان کے بلاوے میں تساہل سے کام لیا۔ اور خود بہت جلد لارڈ کلیپ ثابت جنگ کے پاس پہنچے۔ اور مظفر جنگ کی خوب شکایتیں کر کے نند کمار رائے کے لیے دیوانی دلوانے کی کوشش کرنے لگے۔

مظفر جنگ طلبی کا پروانہ ملتے ہی اپنے دولت خانہ سے روانہ ہو کر موتی جھیل میں رونق افروز ہوئے۔ دوسرے روز کہ بعض ضروری کاموں کی وجہ سے رُک جانا پڑا تو بعض ایسے لوگوں نے جو اپنے فائدے کے لیے فتنے کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں تمام توپ خانوں کے رسالہ داروں کے ساتھ بقیہ تنخواہ کی وصولی کے لیے ہجوم و ہنگامہ برپا کر دیا۔ جب کسی طرح راضی نہ ہوئے تو نواب فلک جناب نے نصف سے زیادہ آدمیوں کو برطرف کر دیا۔ اور تنخواہ کے بارے میں یہ حکم دیا کہ خالصہ شریفہ کے مال و اسباب کو دیکھنے کے بعد ادا کر دی جائے گی۔ اس طرح شورش کو تسکین دے کر کلکتہ روانہ ہوئے۔ اس وقت پانچ لاکھ روپے تنخواہ ماہانہ سپاہیوں وغیرہ پر صرف ہو رہی تھی۔ یہ سپاہی اپنی بدبختی اور نااتفاقی کے سبب سے آہستہ آہستہ خاک میں مل گئے۔

نواب والاجاہ کے کلکتہ پہنچنے کے بعد بغیر کسی دوستی اور اخلاص کے لارڈ کلیپ نے نواب والا جاہ کو اور بھی مضبوط و مستحکم کر دیا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نواب والاجاہ نے اثنائے گفتگو میں مسٹر ساکس کو جو لارڈ کلیپ کے ساتھ ولایت سے نئے نئے آئے تھے اور شہر کے لوگوں سے ان کا کوئی رابطہ اور

تعلق بھی نہ تھا، ہندی زبان بھی نہ سمجھتے تھے۔ اپنے سوال وجواب کے لیے مقرر کرلیا۔ جب نواب ثابت جنگ (لارڈ کلیپ) نے اپنے مدعا کے مطابق شافی جواب پایا، اور نائب و منیب کے درمیان عداوت وخوف کا اندازہ بھی کرلیا، تو نواب والاجاہ سے بہت خوش ہوئے، خاص کر اس وجہ سے کہ نواب والاجاہ نے بدگویوں کے خوف سے یہ بات بھی ظاہر کردی تھی کہ میں جس وقت یہاں آرہا تھا، اس وقت مرشدآباد کے سپاہیوں نے تنخواہ کے مطالبے میں ایک ہنگامہ کھڑا کردیا، اور آمد میں رکاوٹ بن گئے، مجبوراً بعض آدمیوں کو برطرف کرکے میں نے فتنے کی آگ بجھائی۔ کیونکہ حکام کی طاقت ایک وقت صاحبان انگریزیہ کے لیے تردد کا سبب ہوجاتی ہے اور کمپنی کے خسارے کا ذریعہ بنتی ہے۔

نواب ثابت جنگ (گورنر) نے اس پسندیدہ خدمت کی وجہ سے نیابت کے جلیل القدر منصب پر از سرنو سرفراز کردیا۔ اور دوسرے معاملات کو دوسرے وقت پر اُٹھار کھا۔ مسٹر سائکس کو ہمراہ کردیا کہ ہر چھوٹے بڑے امور میں مصلحت اندیشی سے کام لیں۔ آخر ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور میں نواب نجم الدولہ کے رخصت ہونے کے بعد، نواب والاجاہ کو بھی رخصت ہونے کی اجازت دے دی۔

نواب فلک جناب نے مسٹر ہیسٹنگز کی حویلی جو کونسل کے قریب ہی واقع تھی ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے میں خریدلی اور پہلی محرم سنہ ۱۱۷۹ھ میں دولت خانہ مبارک میں داخل ہوکر حکومت کے عاملوں کے ساتھ ایک پہر دن اٹھے سے تین پہر شب تک ممالک محروسہ کے نظم ونسق بڑے چھوٹے معاملات کی تفصیلات میں مشغول رہے، اور خاص وعام ان کے گلشن مصلحت سے عنایتوں کے پھول چنتے رہے۔ راقم الحروف بھی اس روز سے خدمت گذاروں کے زمرے میں منسلک ہے۔ بارہویں محرم کو اسی ۱۱۷۹ھ میں لارڈ کلیپ کے استقبال کے لیے اگر دیپ تک تشریف لے گئے ایک دوسرے کی ملاقات سے پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ مسرور اور خوش ہوئے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ خاطر مدارات اور جشن وسرور کے بعد، ملک کے کاموں کو تمام کاموں پر مقدم رکھ کر ناظم کی تنخواہ مقرر کردینے کا ارادہ کیا، تاکہ ناظم وقت کو سوائے اپنی مقرری کے، ملک کے اور کسی امر، مال، بحالی و برطرفی، نوکری دینے یا نوکری سے برخواست کرنے، وغیرہ سے کوئی واسطہ نہ رہے۔ لارڈ کلیپ نے مظفر جنگ کے مشورے سے دوستی کے پیرایہ میں پوشیدہ نجم الدولہ سے کہا کہ مظفر جنگ تمہارے بہلے کے کل اخراجات کی اتنی رقم لکھتے ہیں کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے ان کی سچائی یا جھوٹ کو معلوم کرنے کے لیے چاہتا ہوں کہ سرکاری بہلہ کا خرچ معلوم کروں۔

وہ بات کی تہ کو نہ پہنچے، مظفر جنگ سے جو نفاق تھا اس کی بنا پر یہ سمجھے کہ یقینی کوئی شکایت ہوئی ہے، اس لیے مختصر ہی لکھنا چاہیے تاکہ خیانت ثابت ہو جائے۔ اسی خیال سے دور از کار پچاس ہزار روپیہ ماہانہ اپنے بہلے کا خرچ لکھ کر ثابت جنگ کو دیا، اور ثابت جنگ نے اس کو اپنا دست آویز بنا کر پچاس ہزار روپیہ درماہہ بہلہ کے لیے اور سات ہزار روپیہ ماہانہ گھریلو اخراجات گھوڑے ہاتھی وغیرہ اور باورچی خانہ کے لیے مقرر کر کے ناظم کے ہاتھ کو ہر طرف سے تنگ کر دیا۔ اسی سال آخر محرم میں لارڈ کلیپ نے فوج شاہی میں جانے کا ارادہ کیا، نواب فلک جناب نے مرزا محمد کاظم خان کو ایلچی کی طرح ساتھ لے لیا، ان سے سفر میں ایسی ایسی خدمتیں انجام پائیں کہ لارڈ کلیپ کو نواب والاجاہ کا اس حد تک مشتاق بنا دیا کہ لارڈ کلیپ نے نواب والاجاہ کے لیے دربار شاہی سے ماہی مراتب، نوبت، اور جاگیر حاصل کی۔

المختصر لارڈ کلیپ کے اردوئے معلی (فوج شاہی) سے چلے جانے کے بعد، مہاراجہ مہا سنگھ بالقابہ ــــ ــــ جو بہت خوبیوں کے مالک اور رموز مملکت سے کافی آشنا تھے پسند آئے، قدیم دیوان رام سنگھ کو ان کی جگہ سے ہٹا کر راجہ مہا سنگھ کو راجگی کا خطاب عطا کر کے دیوانی کی خدمت پر سرفراز کیا، جہانگیر نگر کے محالوں کو خود اپنے اجارے میں رکھے ہوئے تھے۔ اس کی تحصیل اور بندوبست کے لیے ان کو روانہ کر دیا۔ اور مہا سنگھ کا بیٹے امرت جو چودہ سال کا تھا انہیں بہت پسند آیا اس کو راجگی کا خطاب عطا کر کے اپنے یہاں کی دیوانی کے لیے مقرر کیا۔ دوسرے خدمت گذاروں کے مقابلے میں امتیاز کا لباس جسم پر اور فخر کا تاج سر پر رکھ کر اس کو روز بروز احسانات سے نوازتے رہے۔ اور مرتبہ بلند کرتے رہے نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کی نظر پر چڑھ گیا۔ قطعہ :

ہر کہ سلطان مرید اُو باشد　　　گر ہمہ بد کند نکو باشد
و آنکہ را بادشہ بیندازد　　　کش از خیل خانہ نہ نوازد

آغا رضی پرگنہ ندیا کی حکومت پر اور مرزا ربیع جو میر محمد جعفر خان کے لشکر میں وکالت پر مامور تھے ان کو محال خاص تفویض ہوا۔ اور احمد علی خان بخشی کو بہ چبوترہ کی داروغگی اور حسن علی خان کو راج محل کی فوجداری اور میر روح الدین حسین خان کو پورنیہ کی فوجداری سپرد ہوئی۔ اور اکثر لوگوں کو ان کی اپنی جگہ پر بحال و برقرار رکھا گیا اور محمد امان اللہ جو سراج الدولہ کے زمانہ میں حاجب کے منصب پر تھے اور نجم الدولہ نے ان کو بدل کر مہر برداری کی خدمت پر مامور کر دیا تھا، ان کو نظارت کے عہدے پر سرفرازی بخشی گئی۔ اور اُن کے چھوٹے بھائی

نورالزماں کو اپنے بڑے بھائی کا نائب بنایا گیا۔ اس زمانے میں خالصہ شریفہ کے تمام اہم معاملات انہیں دونوں بھائیوں کی سنہری رائے سے طے پاتے تھے۔

نجم الدولہ نے نعمت کو اپنے فیل خانے کی داروغگی عنایت فرمائی باوجودیکہ راجہ دلبھ رام کے بیٹے راجہ راج بلب کو انگریزی کونسل نے خالصہ شریفہ کی دیوانی پر مقرر کر دیا تھا، رائے ہرلال پیشکار جو اہم امور کے نظم و انتظام میں پورا پورا دخل رکھتا تھا، ان کو کسی گنتی میں نہیں گنتا تھا، اور عسکر علی خان کو دیناج پور کا محال اور بھدری زنار دار کو راج شاہی کا پرگنہ عنایت کیا گیا اور مولوی محمد شاکر خان کو قاضی القضاۃ بنا کر عدالت کی داروغگی عطا کی، عدالت کے مولوی صاحبان امام ابوحنیفہ کے اصول کو جاری کر کے بنی عباس اور بنی امیہ کے زمانے کی طرح فتویٰ دیکر عدالت کو ظالم مشہور کر رہے تھے۔ قطعہ:

عالم آن کس بود کہ بد نہ کند　　نہ بگوید بخلق و خود نہ کند

ترک دنیا بہ مردم آموزد　　خویشتن سیم دغلہ اندوزد

نواب والاجاہ ہر چندان لوگوں کو ملامت کرتے تھے، کہ کیوں دین اسلام کو غیروں کی نظر میں ذلیل و خوار کرتے ہو، لیکن مولوی صاحبان جو باریک جبہ و دستار، اور سواری ترک بھرک اور اپنے امور کے نفاذ کے قید خانے میں قید ہو چکے تھے مطلق ان کی باتوں پر کان نہیں دھرتے تھے اس طرح اپنے آپ کو خاین اور غاصب قرار دے رہے تھے۔ آخر اعتبار کی نظر سے گر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بنگالی انگریزوں کی طرف جھک کر تسلیمات و کورنشات بجالانے لگا۔ قطعہ:

گفت عالم بگوش جاں بشنو　　ورنہ ماندبہ گفتنش کردار

باطل است آنچہ مدعی گوید　　خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　ور نوشتہ است پند بر دیوار

ہر مفسد شرارت پیشہ کہ شہر میں تھا، رشوت ستانی کا بازار گرم دیکھ کر جھوٹی گواہی سے عالم کے عزت و ناموس کو برباد کر رہا تھا۔ اس جماعت میں ایک ہی شخصیت مولوی حسینی کی ہے جس کو امتیاز حاصل ہے کہ باوجود اس کے کہ کوئی ظاہری فضیلت ان کو حاصل نہیں ہے مگر مولوی شاکر خان صاحب بھی یہ کہتے سنے گئے کہ طرار ہے، معاملہ کی تہ کو پہنچتا ہے، کسی انسان کی اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ ان کے مقابل میں معاملے کو سمجھ سکے۔ قطعہ:

نہ بیند مدعی جز خویشتن را | کہ دارد پردۂ پندار در پیش
گرت چشم خدا بینی بہ بخشد | نہ بیند ہیچکس عاجز تراز خویش

چونکہ اس زمانہ میں اس دیار کے لوگ حیدری اور نعمت اللٰہی ہو رہے تھے توپ خانہ دستی کے داروغہ مرزا شیر علی کے رسالے کے لوگوں نے آپس میں خانہ جنگی کر کے فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ نواب فلک قدر توپ خانہ جنسی کے داروغہ بہادر علی خان بھی اس کام میں شریک ہو کر مرزا شیر علی کے ولولے کی تسکین کا سبب بنے اور بعض آدمیوں کی شقاوت نفس کی وجہ سے بہت سے لوگ بے روزی ہو گئے۔ اور تقریبًا پچاس ساٹھ ہزار روپیہ تنخواہ ماہانہ جو لوگوں پر صرف ہوتا تھا، اس سے برطرف کر دیے جانے کی وجہ سے لوگ محروم ہو گئے چونکہ بقایہ تنخواہ کے کاغذات میں برطرف شدہ اور غیر برطرف شدہ ملازمین کی تنخواہ میں مہاراجہ دلب رام کے عملوں اور پیشکاروں کی خیانت اور غبن خوب ظاہر ہو رہا تھا۔ اس لیے مجمع کمالات، معاملے کی تہ کو پہنچنے والے علی ابراہیم خان بہادر امینی کے منصب پر سرفراز کیے گئے کہ جو لوگ ایک سال سے برطرف ہوئے ہیں اُن کے بقائے کو دیکھ کر کاغذ درست کر کے، حال اور سابق کی فوتی قراری کو منہا کر کے باقیات کی اطلاع سررشتہ کو دیں، اور تمام سررشتہ کو نئے سرے سے مطلع کر دیں کہ کسی بھی فرد انسان کو اس کی خوبی یا خرابی کی بنا پر حکام بالادست امتیاز بخشیں تو حق شناسی کے تقاضے سے جہاں تک ممکن ہو مالیات کو ضبط کر کے اس کے مطالبات کے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ان میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو عقل و دانش کی راہنمائی سے معاملے کے مشکل ہونے کے باوجود سپاہی اور رعیت سے ایسا سلوک کرتے ہیں کہ عام لوگ ان سے راضی اور خوش رہتے ہیں۔ اور بعض لوگ غیر معمولی سخت گیری کو مخلوق پر روا رکھتے ہیں اور اس کا نام نظم و نسق رکھتے ہیں۔ حال آنکہ عدل و انصاف کے ترازو کی ڈنڈی درشتی اور نرمی برتنے ہی سے سیدھی رہتی ہے۔ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔

علی ابراہیم خان نے سپاہیوں اور سرداروں کے ساتھ نرمی کا طریقہ نہ اختیار کر کے اکثر لوگوں کو ذرا سے ناک نقشے کے تفاوت سے موجودہ لوگوں میں نہ سمجھا حال آنکہ انھوں نے صریحی غبن کیا تھا، چھوٹ گئے اور نقصان لوگوں کو پہنچا۔ سررشتہ کے درست کرنے میں ایک سال اور لگ گیا اور لوگوں کو ایک پیسہ بھی نہ ملا۔ بہتیرے لوگ حیران و پریشان ہو گئے۔ کاغذ درست ہونے کے بعد بقائے کی وصولی اکثر و بیشتر آدمیوں کی نہ ہوئی، کیونکہ چھ آنے مسٹر ساکس کی رشوت میں وضع ہوئے۔ اکثر لوگوں کو کوڑی چھدام بھی نہ ملا۔

ان کی حالت بیان سے باہر ہے۔ اور سرکار کو بھی کچھ نہ بچا، کیونکہ کچھ تو صاحبان انگریز کے گھر گیا۔ کچھ پیشکاروں اور جماعۃ داروں رسالہ داروں کے خورد برد میں گیا۔ اور یہ رسم بنگالے میں چل پڑی کہ ہر طرف لوگوں سے ایک رقم لیتے ہیں۔ اور ان کو برباد کرتے ہیں اور کچھ بھی نہیں دیتے ہیں کہ آیندہ گفتگو میں دوسری جلد میں انشاء اللہ وضاحت سے آئے گا۔

لارڈ کلیپ ثابت جنگ جب حضرت صاحب قرانی کے لشکر سے واپس ہونے لگے تو بہار و بنگال کی دیوانی کی سند التمغا کمپنی کے نام اور ماہی مراتب اور نوبت نواب والاجاہ کے نام حاصل کر کے مرشدآباد پہنچے۔ اور نواب والاجاہ کو ان مراتب والا سے سرفراز کیا۔

مرزا محمد کاظم خان کی ملکی خدمات لپسندآئیں اس صلے میں ہوگلی، اور ہجلی اور بعض پرگنے اور محالات نمک کی فوجداری تفویض ہوئی۔

چونکہ میر محمد جعفر خان کے بھائی میر محمد کاظم خان کی شکایت ثابت جنگ نے کی تھی اور راجہ شتاب رائے بھی ساتھ تھے اور کوشاں بھی تھے کہ میر محمد کاظم خان کو بدل کر راجہ دھیرج کو ان کی جگہ نائب صوبہ بنایا جائے اس لیے راجہ دھیرج نراین کو صوبہ کا نائب مقرر کیا گیا۔ نواب والاجاہ نے محمد کاظم خان کے سالانہ خرچ کے لیے ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا۔ راجہ دھیرج نراین کو نائب صوبہ دار اور راجہ شتاب رائے کو ان کا پیشکار مقرر کر دیا۔ روح الدین حسین خان کو چونکہ قدح کا قدح اڑا جانے کے عادی تھے اور کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ملکی کام انجام نہیں پاتا تھا۔ پانچ ہزار روپیہ ماہانہ مقرر کر کے سچیت رائے کو پورنیہ کی فوجداری سپرد کی۔ جب لارڈ کلیپ ثابت جنگ ملک کی طرف جو اس سال کرنا چاہتے تھے، اس کو کر کے مطمئن ہو گئے۔ اور سررشتہ کو اپنے سے اچھوں کے ہاتھ میں دیکھا تو انگریزی فوج کے روزینہ اور تنخواہ میں کمی کر دی۔ کرنیل بھلچر نے دوسرے کرنیلوں اور میجروں کے ساتھ مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ نوکری سے استعفا دے دینا چاہیے۔ تاکہ مجبور ہو کر ہماری مقرری بحال رکھیں۔

ثابت جنگ اس خبر کو سننے کے بعد اسی سال ذیقعدہ کی ابتدائی تاریخوں میں کلکتہ سے عظیم آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ نجم الدولہ اور مظفر جنگ نے موضع تیلی تک ان کا استقبال کیا وہاں ایک شیر جو چند دنوں سے جال میں پھنسا ہوا تھا اس کا شکار کیا۔ نواب نجم الدولہ جو نشانہ بازی میں چیونٹی کی نگاہ کو بھی احول کی آنکھ کی طرح ڈھیرا کر سکتے ہیں انھوں نے نہایت چابک دستی دکھائی کہ تیر پھینک کر سوکھی لکڑی

سے میوہ کھایا یعنی تین تیر میں وہ شیر ببر بے جان ہوگیا۔ ثابت جنگ نے اسقدر تیر اندازی پر نجم الدولہ کا ہاتھ چوم لیا۔ چونکہ پونیاں کا تہوار تھا اور جشن کا سامان تیار تھا، اس لیے ضرورتاً چند روز ٹھہر گئے۔ اور اس سے فرصت کر کے اسی سنہ میں ذیقعدہ کی آخر تاریخوں میں نہایت تیزی سے آندھی طوفان کی طرح قرض لیکر مذکورہ بالا امور کے نظم و انتظام کے لیے روانہ ہو گئے۔ نجم الدولہ اور نواب معین الدولہ صادق باغ تک رخصت کرنے کے لیے ساتھ آئے۔ دونوں نظامت کے لوگوں پر اپنے اختیار کے لیے درخواست کر رہے تھے اور اپنے خواہش کے موافق بحث و مباحثہ بھی کر رہے تھے۔ لارڈ کلیپ اس بحث و مباحثہ کو مہمل سمجھتے ہوئے اور نجم الدولہ سے اختیار سپرد کر دینے کا وعدہ کر کے آگے روانہ ہو گئے۔ نجم الدولہ مذکورہ بالا باغ میں اور نواب مظفر جنگ گلاب باغ میں اس رات عیش و سرور میں مصروف رہے۔

نواب فلک جناب نے ناظر محمد امان کو خانی کے خطاب سے سرفراز کر کے راستے کے نظم و انتظام کے لیے ثابت جنگ کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اور اسی طرح نور الزماں کو خانی کے خطاب سے سرفراز کیا۔

نجم الدولہ نے دعوتی کھانوں کے بعد خربوزہ اور آم بہت کھالیا تھا تمام شب باغ میں درد سے بے قرار ہوتے رہے۔ صبح سویرے علاج کے لیے شہر آئے۔ نواب فلک جناب جب دوسرے روز شام کو شہر آئے تو ان کی بیقراری کی خبر ملی۔ مصلحتہً شب کے وقت عیادت کے لیے نہ گئے۔ دوسرے روز صبح سویرے تشریف لے گئے دیکھا کہ کام معالجہ کی حد سے نکل چکا ہے۔ تھوڑی جان باقی ہے چند ساعت کی بقیہ زندگی پوری کر کے تیس ذیقعدہ کو اسی مذکورہ سنہ میں انتقال کر گئے۔

نجم الدولہ ۱۹ برس کا نوجوان نہایت نیک نفس بہادر، دوست نواز، دوستوں کی تقصیر پر بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا تھا۔ اور دشمنوں پر ان کی چاپلوسی کی وجہ سے اعتماد نہیں کرتا تھا، ان حکومت کی مدت ایک سال اور تین مہینے قمری ہوئی۔

کسے بدیدۂ انکار گر نگاہ کند | نشان صورت یوسف دہد بنا خوبی
دگر بہ چشم ارادت نگہ کنی در دیو | فرشتہ ات بنماید بچشم کرّوبی

نجم الدولہ کے بھائی نواب سیف الدولہ کی حکومت کا ذکر لارڈ کلیپ ثابت جنگ کو جب نواب نجم الدولہ کے انتقال کی خبر ملی تو مسٹر سائکس اور نواب مظفر جنگ کو خط لکھا کہ ان کے چھوٹے بھائی سیف الدولہ کو حکومت کی مسند پر بٹھائیں۔ یہ دونوں صاحبان نویں ذی الحجہ ۱۱۷۹ھ میں کہ سیف الدولہ کی شروع جوانی تھی مسند حکومت پر بٹھایا۔ اور ان کے بھائی کی طرح ایک عہد نامہ بھی ان سے لکھوالیا گیا۔

نواب فلک جناب نے جملہ سامان و اجناس و گھر کے جواہرات کو دیکھ کر لوگوں کے خورد برد کے ہاتھ کو کوتاہ کر کے دوبارہ تحویل دار کے سپرد کر دیا۔ میر امید علی اور لاہوری بیگ وغیرہ جو نجم الدولہ کے مزاج میں دخل انداز ہو چکے تھے۔ ان کو نوکری سے برطرف کر دیا۔ اور نعمت جو فیل خانے کا داروغہ تھا اس کو سیف الدولہ کی خدمت میں آنے جانے سے روک دیا۔ وہ نور الزماں خان کی مدد سے نواب فلک جناب کی بارگاہ میں حاضر ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ چند ہی دنوں میں سیف الدولہ کے حال چال کی اطلاع دیتے رہنے کی وجہ سے خاص خدمت گاروں میں منسلک ہو گیا، اور نمایاں خدمتوں کی وجہ سے اسمٰعیل علی خان عرض بیگی کا منظور نظر ہو گیا۔ بیت :

در برابر چو گوسپند سلیم　　　در قفا ہمچو گرگ مردم در

سیف الدولہ کی تعلیم کے لیے میر عبد العلی اور چند دوسرے لوگ مقرر کیے گئے۔ منی بیگم، نجم الدولہ کی والدہ کو اپنے گھر بلا کر اتنی تسلی اور تشفی کی کہ بیٹے کا غم مٹ گیا۔

نواب ثابت جنگ نے مونگیر پہنچ کر، انگریز سرداروں، مثلاً تمام کرنیل سب کے سب میجر اور کپتانوں کو جنہوں نے استعفا کا ارادہ کیا تھا۔ کام سے موقوف کر کے ان کے ماتحتوں کو انکی جگہ پر ترقی دے دی۔ اور سرداری کا مقام عطا کر دیا۔ اس طرح ان کو مسرور اور خوش کر دیا۔ اور اسی اصول سے تمام جنگی سرداروں کو ادنی مرتبہ سے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا دیا۔ اور اس کام سے مطمئن ہو کر عظیم آباد روانہ ہو گئے۔ اور وہاں کے حالات کو معلوم کر کے نواب وزیر کی ملاقات کے لیے چران چھپرا روانہ ہو گئے۔ جب عظیم آباد کے کاروبار کی بے رونقی کی خبر لی اور راجہ دھیرج نراین کے ملکی معاملات میں دلچسپی نہ لینے کی شکایت سنی تو نواب والاجاہ کو خط لکھا کہ آپ جلد سے جلد عظیم آباد پہنچیے، اور حسب دلخواہ وہاں کا بھی نظم و انتظام کیجیے۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے۔ قطعہ :

ہر کہ سیمائے داستاں دارد　　　سر خدمت بر آستاں دارد

مہتری در قبول فرمان است　　　ترک فرمان دلیل حرمان است

نواب عالی جاہ ۳۰ محرم ۱۱۸۰ھ میں برسات کی ابتدا میں دریا کی راہ سے اللہ کی تائید کی ضمانت اور اس کی مدد کی پناہ میں عظیم آباد روانہ ہوئے۔ راقم الحروف اور خادم علی خاں و علی نقی خاں، نور اللہ بیگ خاں سید محمد علی خاں و اسمٰعیل علی خان عرض بیگی، مہاراجہ امرت سنگھ، نور الزماں خان، نعمت، انکنو سنگھ

ہرکارہ کہ اس زمانے میں معزول تھا، یہ سب لوگ سفر میں ساتھ لیے گئے۔ جب راج محل کے قریب پہنچے اور میر مرتضیٰ کی بے تمیزی کی خبر ملی جو اس نے نواب سیف الدولہ کے مقابلے میں کی تھی اس کو نوکری سے برطرف کر کے شہر بدر کر دینے کا حکم دیا۔ اور راج محل پہنچ کر حسن علی خان فوجدار کو خزانہ روانہ کرنے کی بہت شدید تاکید کی۔ اب دریا میں طغیانی تشویشناک حد تک بڑھ چکی تھی اس لیے خشکی کی راہ اختیار کر کے آگے روانہ ہوئے۔ جب بھاگلپور میں قیام پذیر ہوئے تو میر وارث علی فوجدار کو سرکاری مال کی ادائیگی کے لیے قدرے چشم نمائی کر کے اور قدرے نقد وصول کر کے، گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کیا۔ اور خشکی کی راہ کی ان منزلوں میں انکو سنگھ ہرکارہ بھی اپنے کام پر دوبارہ بحال کر دیا گیا۔ چونکہ خشکی کی راہ بھی پانی اور کیچڑ کی وجہ سے انتہائی تکلیف دہ ہو رہی تھی، اس لیے تنگ آ کر پھر دریا کی راہ اختیار کی۔ جب مونگیر سے ایک منزل آگے ایک جگہ لنگر انداز ہوئے تو لارڈ کلیپ کے واپس لوٹنے کی خبر ملی۔ اور وہ تین پہر شب کو نواب فلک جناب کی کشتیوں کے سامنے سے مونگیر کے قلعہ میں داخل ہوئے اس بنا پر نواب فلک جناب بھی لوٹ کر ملاقات کے لیے مونگیر تشریف لائے ملاقات کی اور اس دانائے روزگار کے خیالات معلوم کیے۔ اور شام کے وقت بہت ہی خوش و خرم واپس آئے اور پندرہویں ماہ صفر کو اسی سال اس دریائے بے پایاں سے اللہ کے فضل و کرم سے عظیم آباد کے ساحل پر رونق افروز ہوئے۔ راجہ دھیرج نرائن اور راجہ شتاب رائے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ملاقات سے سرفراز ہوئے۔ نواب فلک جناب وہاں سے بھی بغیر کسی تاخیر و تعویق کے فوراً ہی اقبال و کامرانی کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر آئے اور صوبہ بہار مسند کی زینت بنے۔ مسٹر ہدلٹیں بڑے لارڈ اور دیگر انگریز صاحبان استقبال کے لیے دوڑ پڑے اور ملاقات سے سرفراز ہوئے اور دونوں ہی ملاقات سے بہت مسرور ہوئے۔

چونکہ کمپنی سرکار کے مال کو جمع کرنے، اسباب کے اکٹھا کرنے اور اشیائے مملوکہ سرکار کو محفوظ رکھنے میں کاہلی اور غفلت کو کفر کے برابر سمجھتی تھی۔ اس لیے اپنے حواس اور اپنے قویٰ کو مال کی ترقی اور کفایت شعاری پر ہر وقت آمادہ رکھتے تھے، عمر گرامی کے تمام اوقات اسی شغل میں مشغول رکھے اور آرام و آسایش اپنے لیے حرام کر رکھی تھی۔ انتہائی تلاش اور کوشش کے بعد جو کفایت شعاریاں کی ہیں وہ حد تشریح سے باہر ہے۔

راجہ دھیرج نرائن جنھوں نے اپنے بھائی سے دوعملی اور چالاکی سیکھی تھی۔ کاغذوں کے دینے اور سرکاری واجب مال کے دینے میں وہی ناپسندیدہ شیوہ اختیار کر رکھا تھا۔ اس لیے محالات کے بندوبست کے بعد صوبہ کی نیابت سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ پر حسن خدمت کے صلے میں مہاراجہ شتاب رائے کو اس بلند منصب صوبہ بہار کی نیابت پر سرفراز کیا۔

جب ذرا سکون ملا، تو جشن کی محفل آراستہ کی اور تمام کونسل کے ممبروں، کمپنی کے افراد، جنگی سرداروں کو مدعو کیا۔ اس رات عجیب ہنگامہ رہا۔ کہ جب انگریزوں کو شراب کا زور دار نشہ چڑھا تو نواب والاجاہ کے منصب کا ادب بھی باقی نہیں رہا۔

پھر مہاراجہ شتاب رائے نے ان بے نہایت عنایتوں کے شکریہ میں محفل جشن کا انعقاد کیا اور نواب والاجاہ سے شرکت کی درخواست کی اور صبح سے دوپہر تک خدمت میں کمربستہ رہے اور شرائط بندگی پوری طرح ادا کی۔

جب عظیم آباد کے بندوبست سے فرصت ملی اور واپسی کا ارادہ کیا تو انگریزوں نے اپنی فوج کے تماشے اور اپنے جنگی قواعد وضوابط کے ملاحظہ کے لیے دعوت دی۔ اسی سال چھٹی ربیع الثانی کو کروانگی کا دن تھا، نواب فلک جناب انگریزوں کی خاطرداری میں صبح سویرے باقی پور تشریف لے گئے۔

جنرل اسمتھ اور کرنیل ہار کر خود حاضر ہوئے اور نہایت چستی و چالاکی کے ساتھ جنگ کے روز فوجوں کے کھڑا کرنے اور انکی واپسی کا منظر پیش کیا، بہت تعریف کی انگریزوں کی دلجوئی کے بعد پہروں اُٹھتے پر وہاں سے واپس ہوئے اور دریا کے راستے سے زرنگار حسین وخوش نما کشتیوں کے ذریعہ مرشدآباد روانہ ہوئے۔ مہاراجہ شتاب رائے کو بیکنٹھ پور سے خلعت اور موتیوں کا ہار گلے میں ڈال کر جس کا مطلب قلادہ بندگی (غلامی کا پٹہ) ہے، جیسا کہ چاہئے بندوبست کو ٹھیک رکھنے کی تاکید اور جس طرح ممکن ہوسکے لوگوں کو خوش رکھنے کی تاکید کر کے رخصت فرمایا۔ اور خود بدولت واقبال نویں ربیع الثانی ۱۱۸۰ھ کو نہایت کامیابی کے ساتھ صوبہ بنگالہ میں داخل ہوئے۔ مسٹر سائکس ملاقات اور صوبہ بہار کے حالات اور بندوبست کے کاغذات کو دیکھنے کے بعد بہت مسرور اور خوش ہوئے۔ اور ان دو مہینے کی عدم موجودگی میں خالصہ شریف کی جو خدمات انجام دی تھیں اس کا اظہار کیا۔ اور اسی عدم موجودگی کے زمانے میں بڑے بھائی ناظر محمد امان خاں دیناج پور کے تحصیل دار محمد عسکر علی خان پر امین مقرر ہوئے خان موصوف کو بے دخل کر کے تمام کاموں کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اسی عدم موجودگی کے زمانے میں علی ابراہیم خاں برطرف شدہ لوگوں کی داد وفریاد کی وجہ سے مسٹر سائکس سے سوال وجواب کر رہے تھے، ایک حبہ بھی کسی کو نہ دیا تھا مورد عتاب ہوئے۔

اسی سال سترہ ربیع الثانی کو نواب فلک جناب، نواب ثابت جنگ کی طلب پر تیس لاکھ روپیہ جو خزانے میں موجود تھا لیکر کلکتہ روانہ ہوئے۔ نواب ثابت جنگ ملاقات کے بعد بہت مسرور ہوئے۔

اور انگریزوں کے دستور کے خلاف بہادری کی راہ سے رات ہی کے وقت سلامی کی توپ داغنے کا حکم دیا۔ مہمان داری اور جشن و سرور کے اختتام کے بعد صوبہ بہار اور بنگال کے بندوبست کے ملاحظے کے بعد اس وقت تک کہ خالصہ شریف کی نیابت کے رسوم جو چھوٹے ہوئے تھے، اور مقرری کی رسم تحریری رقم جو گماشتوں کے تصرف میں تھی۔ موقوف اور ضبط کر کے نو لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا۔ اور تحریری رقم موقوف ہونے کی وجہ یہ تھی کہ مظفر جنگ سرکار کمپنی کے مال میں کفایت چاہتے تھے کہ سرکاری مال پر کسی خائن کا ہاتھ نہ پڑے۔ خالصہ کے پیشکار و قانون گو، خزانچی اور داروغہ سب کی تحریر یک قلم موقوف کر کے مقرر یہ کر دیا کہ اپنے رسومات نقد خزانہ سے لیا کریں اور زمینداروں اور رعایا کے کاموں کو رسوم کی طمع میں موقوف نہ رکھیں اور زر رسوم کو جمع کر کے سرکاری واجبی مال کے ساتھ جمع کر دیں تاکہ یکجا تحصیل ہو، اور جب اس رقم میں پوری کفایت ہوئی تو نیابت کے رسوم کی رقم بھی موقوف ہو گئی۔ جب وہ رقم جو خود اس اثنا میں نواب عالی قدر پر واجب الادا ہوئی تھی۔ نواب عالی قدر جو خیانت سے خود پاک ہیں اپنا نقصان اٹھا کر جو کچھ اس ڈیڑھ سال میں ہوئی تھی اس کا اظہار فرمایا۔ اور اب تک کہ سپاہیوں کی تنخواہ مقرر نہ تھی اور ہر مہینہ کم و بیش ہوا کرتی تھی۔ اس کو موقوف کر کے ایک لاکھ چالیس ہزار روپے فوج اور اعزہ شہر کے لیے مقرر کیا۔ غرض کہ اس سال حاکم، نائب اور دوسرے لوگوں کے لیے مبلغ بیالیس لاکھ روپے مقرر ہوئے۔ اور دوسری تمام تحصیلات بہار بنگال اور بعض پرگنوں کی کمپنی بہادر کی سرکار میں داخل کی گئی۔

اس سفر کے جملہ عطایا میں ایک اہم یہ ہے کہ نواب والا جاہ نے لارڈ کلیپ کو موتیوں کی مالا، لعل کے بندوں اور ہیرے کی ڈگڈگی کے ساتھ عطا فرمایا۔ اللہ کرے کہ ہمیشہ اس یگانہ آفاق کے احسان کا بادل اللہ کے فضل و الطاف کے بے پایاں دریا سے بھرا رہے۔ اور جب تک اس خاندان کی گرد بھی باقی ہے دنیا والوں پر موتی بکھیرتا رہے، بے مبالغہ اگر شاہان قاآنی کے تمام بخشیدہ دیناروں کو ان انمول موتیوں کے مقابلے میں ترازو کے پلوں پر تولا جائے تو اُن کی بخششوں کی حیثیت پہاڑ کے مقابلے میں تنکے سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور اسی طرح اُن کی تمام بخششوں کا ان کی بخششوں سے مقابلہ کریں تو آفتاب کے مقابلے میں ستارہ ٹھہریں گی۔
کلکتہ کے قیام کے زمانے میں حاجی محمد بیگ تحصیل دار پرگنہ محمود شاہی خالصہ کے پیشکاروں کی زیادہ طلبی کی وجہ سے تنگ آ کر مرشد آباد سے بھاگ کر ہوگلی میں مرزا محمد کاظم خان کی پناہ میں آ گیا تھا، اور مرزا مذکور جتھہ کی کثرت اور شان و شوکت کی زیادتی کی وجہ سے جو ان کو تمام عمال پر حاصل تھی نخوت و غرور کی ہوا، ان کے دماغ کے محل میں

سما گئی تھی حاجی موصوف کی حمایت میں نواب عالی قدر کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کر کے ایسی باتیں جو آقا اور نوکر کے مقابلے میں درست نہیں ہیں کہی تھیں اور نواب والاجاہ ان سے کبیدہ خاطر تھے، اس کے باوجود اپنی بزرگی کا لحاظ کر کے ان کی باتوں کے جواب کو بروقت نظر انداز کیا اور دوسرے وقت کے لیے اُٹھا رکھا۔ قطعہ:

سفلہ چو جاہ آمد و سیم و زرش　　　سیلئ خواہد بضرورت سرش

آن نہ شنیدی کہ فلاطون چہ گفت　　　مور ہماں بہ کہ نباشد پرش

نواب ثابت جنگ نے بندوبست سے فرصت کے بعد نواب عالی قدر کو کمپنی کی جانب سے خلعت عنایت کیا، اور پورے استقلال کے ساتھ رخصت کر دیا۔

نواب والاجاہ مرشد آباد سے روانہ ہونے کے وقت تین لاکھ روپے جو میر جعفر خان کی حویلی میں امانت رکھے ہوئے تھے اپنے ہمراہ لیکر ثابت جنگ کے کہنے کے مطابق فرانسیس اور ولندیز کی ملاقات کے لیے ہوگلی میں ٹھہرے۔ اس قیام ہوگلی کے زمانے میں مرزا کاظم خان نے ضیافت اور مہمانداری کا پورا حق ادا کیا۔ اور بہت عنایتوں سے نوازے گئے۔ نواب کی دریا دلی اور سخاوت کی وجہ سے سیپیاں موتی گوہر پاشی کے لیے عاشقوں کے دل کی طرح بیتاب، معدن کے دل کیسہ برداروں کے خوف سے دریا کی طرح پر آب رہتے تھے کہ کہیں ہم اس زر بخشی میں چھوٹ نہ جائیں۔ نواب والاجاہ نے مرزا کاظم خان کو گھوڑے، ہاتھی، خلعت اور موتی کی مالا، کلغی زرین، دستار اور تلوار سے نوازا۔

ہوگلی سے اگر دیپ تک پانی کی راہ سے اور اگر دیپ سے دولتخانہ تک خشکی کی راہ سے مسافت سفر طے کی۔ اور ایک مبارک گھڑی میں اپنے دولتخانہ میں داخل ہوئے۔ اور تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار روپے تک کے نوکروں کو رکھ کر بقیہ نوکروں کو برخواست کر دیا۔ راقم الحروف کی تنخواہ میں سو روپے اور خادم علی خان کی تنخواہ میں دو سو روپے کا اضافہ کیا۔

چونکہ اس سفر میں محنت و مشقت بہت اُٹھانی پڑی تھی اس لیے طبیعت ناساز ہو گئی اور مسہل کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ طرح طرح کے جسمانی عوارض رونما ہو گئے تھے۔ حکمت و حذاقت کی بنیاد، اپنے دور کے جالینوس جناب میر محمد حسین خانصاحب قبلہ، جنہوں نے دانشمندوں کے فیض صحبت سے تجربات حاصل کئے ہیں بھائی کے معالجہ میں مشغول ہوئے۔

اسی بیماری کے زمانے میں ذلیل رائے ایک فقیر کو ہاتھ اور گردن میں ڈوری باندھ کر کپڑے میں

لپٹے ہوئے چند انسانی کھوپڑیوں کے ساتھ لائے اور خدمت عالی میں پیش کیا۔

اس فقیر نے بیان کیا کہ خالصہ شریف کے خزانچی بختاور سنگھ اور سیف الدولہ کے خانہ سامانی کا افسر پران ناتھ کے کہنے سے نواب مظفر جنگ کے ہلاک نے کی میں کوشش کر رہا تھا۔ اُن کھوپڑیوں اور دوسری اشیا کو سحر کے آلات بتائے۔

نواب فلک جناب نے کہ اس امر کی تحقیق واجب و ضروری تھی چند دنوں کے بعد اہل شہر کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور انگریز کو بھی سچائی اور جھوٹ کی تحقیق کے لیے بلالیا۔ تمام حالات کو معلوم کرنے کے بعد ثابت یہ ہوا کہ اس کا علم جھوٹ ہے، لیکن اپنی دانست میں اس نے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اس فقیر کو پران ناتھ کے ساتھ شہر بدر کر دیا، مگر خزانچی کو اپنی جگہ پر بحال رکھا۔

پانچ چھ جلاب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اسی سال شعبان کی درمیانی تاریخوں میں بند کمرے میں چوب چینی کا استعمال شروع کیا۔ چونکہ راگ رنگ، ناچ گانے اور شوخ و شنگ عورتوں سے کبھی انہیں رغبت نہیں رہی تھی (اور اس طریقہ علاج میں مریض کو ہر وقت ہشاش بشاش رہنا چاہیئے اسلیے) چند خاص افراد کے ساتھ جس میں راقم الحروف بھی داخل تھا، چالیس دنوں تک عیش و عشرت میں مشغول رہے لیکن اس علالت کے زمانے میں بھی انسانی طاقت سے بالاتر خدمات ملک کی انجام دیتے رہے۔

انہیں روزوں میں جبکہ مسٹر ساکس موتی جھیل کے قیام سے دل شکستہ ہو رہے تھے اور مدالپور میں سکونت اختیار کر لی تھی اس کے قرب و جوار میں نشاط باغ کی تیاری کے لیے اکثر کہا کرتے تھے۔ باغ کی تیاری کا اہتمام نور الزماں خاں اور شیخ خیر الدین کے سپرد ہوا۔

اسی زمانے میں نواب ثابت جنگ لارڈ کلیپ آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے جسمانی عوارض میں مبتلا ہو گئے تھے اس لیے مسٹر ہرولیس کو ان کے مرتبہ سے بلند کر کے اُن کو گورنر بنا کر خود وطن روانہ ہو گئے۔ جب پونیاں کا تہوار قریب آیا تو نواب فلک جناب نے چوب چینی کے استعمال سے فراغت کے بعد، کوشش بلیغ کر کے اس سال کی بقیہ رقم وصول کی۔ گورنر کے مرشد آباد پہنچنے کے بعد آخر ذی الحجہ میں پونیاں کا جشن منایا۔ اس تہوار کا اصول یہ ہے کہ زمیندار، عمال، کارندے، جو سرکاری واجبی مال کو ادا کر دیتے ہیں، اور خالصہ شریف کے پیشکار اور بعض دوسرے افراد عنایات اور سرفرازی کے امیدوار رہتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے مرتبہ کے موافق خلعت، ہاتھی گھوڑے اور جواہرات سے سرفراز

کیاجاتاہے۔ جلوس کا جملہ سامان موجود ہوتا ہے۔ان لوگوں میں جس شخص کو اس روز خلعت نہیں ملتا ہے وہ اپنے کام میں پوری محنت اور کامیابی کی کوشش کرتاہے تاکہ وہ بھی حاصل کر سکے۔اس پونیاں کے تہوار میں دلیل رائے کو اس خدمت کے صلے میں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ پرگنہ بھتوریہ کی عالمی عنایت ہوئی۔مرزا کاظم خان نے جو ہوگلی اور ہجلی کے فوجدار تھے اور بڑا اونچا مرتبہ رکھتے تھے۔نمک کی تجارت کے سوال و جواب میں مسٹر ساکس سے بہت غصے کا طریقہ اختیار کیا اور یہ کہ دیا کہ صاحب معاملے کو سمجھتے نہیں ہیں۔یہ بات مسٹر ساکس کو ناگوار گزری کاظم خان کو مجلس سے باہر کر دیا۔اور نواب عالی قدر کہ ان کی گفتگو کے انداز سے خود بھی متنفر تھے، ان کو، ان کے تمام کاموں سے موقوف کر کے محمد علی خان فوجدار سلہٹ کو ہوگلی کی فوجداری بھی دے دی۔ اور ہجلی اور پرگنہ بھساول کی فوج داری حکیم زین العابدین کو تفویض کی۔ اور معزول شدہ مرزا کاظم کو دربار میں آنے جانے سے منع کر دیا۔ اور حساب کے کاغذات کو سمجھانے کے لیے محاسب کے پہلو میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ آخر میں ان کے کاغذات علی ابراہیم خان کے پاس بھیج دیے گئے۔ ان لوگوں کے درمیان جو دوستی تھی وہ عداوت میں تبدیل ہوگئی۔ قطعہ:

چند گوئی کہ بد اندیش حسود	عیب جویان منِ مسکین اند
کہ بخوں ریختنت برخیزند	کہ بہ بد خواستنت بنشینند
نیک باشی و بدت گوید خلق	بہ کہ بد باشی و نیکت گویند

اور حسن علی خان کو بھی راج محل کی فوجداری سے موقوف کر کے ان کی جگہ پر امید رام رائے رایان کے داماد بسنت رام اس خدمت پر مقرر ہوئے۔خان موصوف اپنی سابق خدمات پر نظر کر کے موجودگی اور عدم موجودگی میں اس قطعہ کے مضمون کو ادا کیا کرتے ہیں۔قطعہ:

چہ جرم دید خداوند سابق الانعام	کہ بندہ در نظر خویش خوار میدارد
خدائے راست مسلم بزرگی و الطاف	کہ جرم بیند و ناں برقرار میدارد

اور ہر روز خان موصوف سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ تم کو بحال کردیں گے مگر اب تک یہ بات عمل میں نہیں آئی ہے اور نہ اس کا اتفاق ہوا ہے۔

اور مرزا جانی جو گذشتہ سال احمد علی خان کی جگہ پر چبوترہ کے داروغہ ہوئے تھے اس سال اس کام سے موقوف ہو کر رنگ پور کے فوجدار مقرر ہوئے۔ اور چبوترہ کی داروغگی حاجی عبداللہ کو تفویض

ہوئی۔ اور عسکر علیخان دیناج پور محال کی عہدہ داری سے موقوف کیے گئے اور اس جگہ پر ان کے بڑے بھائی محمد امان خاں ناظر مقرر ہوئے۔

محالات کے بندوبست اور کاغذات کے ملاحظہ کے بعد، انگریز صاحبان کہ اس زمانے میں ایک ایک فرد حساب کو انگریزی میں کر کے بہت غور اور تامل کے ساتھ دیکھ رہے تھے اور اخراجات دریافت کر رہے تھے اٹھارہ محرم ۱۱۸۱ھ میں ایک حویلی بہت پر فضا، باغ کے درمیان اور ایک دو منزلہ عمارت اسی طرح کی میدان کے کنارے، اور چند حجرے نشاط باغ میں تیار ہوئے تھے۔

منتظم عمارت اور دوسرے کارندوں نے گورنر کی مہمانی اور ضیافت کے لیے نشاط باغ کی عمارتوں اور میدان کو جو اپنی کشادگی اور پھیلاؤ میں آسمان کا نمونہ ہے اور زمین سے کوٹھے کی بلندی تک جو گنبد چرخ سے آنکھیں ملاتا ہے، ستاروں کی طرح موم بتی اور چراغ سے آراستہ کر دیا تھا، چمن کی پیرائش کیا کہنا معشوق کے شگفتہ رخسار کی مانند تھی۔ مغنی ابر بہار نے اپنے دامن کی ہوا سے آتش گل کو فروزاں کر دیا تھا۔ بلبل ہزار داستاں متوالوں کی طرح پھولوں کے رنگین پیالے پی کر مست و سرشار ہو رہی تھی اور معشوقوں کی ہم آغوشی کی آرزو مند تھی۔ قمریاں پپیہے درختوں پر شور مچا رہے تھے۔ بیت:

دراں شب شد زمیں ہم چشم گردوں	چراغ افروخت از اندازہ بیروں[1]

آتش بازی کے استادوں نے جو شکلیں اور صورتیں بنائی تھیں گویا مئے گلگوں سے لوہے اور پتھر کے پیمانے کو لبریز کر کے آواز اور گردش میں مطربوں کے نغمے اور صوفیوں کے وجد و حال کے ہم مثل بنا دیا تھا۔ قطعہ:

بگوش حریفان مست صبوح	چہ خوش باشد آواز نرم و حزیں
کہ آں حظ نفس است و ایں قوت روح	بہ از روئے زیبا است آواز خوش

نواب سیف الدولہ، اور گورنر اور دوسرے انگریزوں نے اس عجیب و غریب بزم کے تماشے میں غم ایام کو اپنی گرمئ دل میں بھسم کر دیا۔ آدھی رات تک اسی طرح یہ محفل جشن و سرور گرم رہی۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد کہ آرام و استراحت کا وقت آیا۔ گورنر اپنے تعلق والوں سے دستوری لے کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ اور نواب سیف الدولہ نواب عالی قدر سے چھپ کر اس خوشنما عمارت میں شراب نوشی اور

---

[1] بے انتہا چراغ جلائے اس رات زمین ستاروں بھرے آسمان سے چشمک زنی کر رہی تھی۔

دادِ عیش دینے میں مشغول ہوئے اور بھرے بھرے پیمانے خالی کر کے شہر کی طرف روانہ ہوئے۔

گورنر کے کلکتہ جانے کے بعد، ممالک محروسہ کی رعایا، باشندے مظلوم، غمزدہ اپنے مقاصد پیش کرتے رہے۔ لشکری غلامان و بندگان سب ہی اپنے مطالب پیش کر کے کامیاب ہوتے رہے۔

اسی زمانے میں زمینداروں اور رعایا کی درخواستیں عملہ گان کے جور و ستم کی شکایتوں پر مشتمل نواب فلک جناب کی خدمت میں پہنچتی رہیں اور اکثر اوقات ان کی چیخ پکار نواب عالی قدر کے کانوں میں بھی پہنچتی رہتی تھی۔ اور اس بنیاد پر بھی کہ ظالم مظلوموں اور ستم رسیدہ اشخاص کے لباس میں چھپ کر آتے ہیں اپنی نیک نفسی اور احتیاط کی بنا پر ہر سرکاری محال پر دو مولوی مقرر کیے کہ انصاف اور رعیت پروری کے مطابق رعایا اور باشندگان کے احوال کی تحقیقات کرتے رہیں۔ قطعہ:

ہر[1] کرا جامہ پارسا بینی — پارساداں و نیک مرد انگار
ورنہ دانی کہ درنہانش چیست — محتسب را درون خانہ چہ کار

انتہائی مشغولیتوں کے باوجود اپنی منصفانہ طبیعت پر یہ بات لازم کر لی کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ خود بہ نفس نفیس بھی ان امور کی طرف متوجہ ہوں اور لوگوں کی داد فریاد سنیں۔ اور اس کام پر عمل درآمد ہونے کی وجہ سے ان کی رعیت پروری اور مظلوم نوازی کا شہرہ تمام اطراف و جوار میں پھیل گیا۔ قطعہ:

عذر[2] تقصیر خدمت آوردم — کہ ندارم بہ طاعت استظہار
عاصیان از گناہ توبہ کنند — عارفان از عبادت استغفار

اسی سال برسات کے آخری دنوں میں جبکہ بادل نے غصے میں آکر اپنی کڑک دکھائی، اور بارش کے قطروں کے موتی قارون کے خزانے کی طرح زمین پر بکھیرنے شروع کیے کئی رات دن یونہی برستا رہا۔ آخر دریا کا پانی امنڈ آیا، بندھی ہوئی باندھ کو توڑ دیا اور شہر کے میدانوں میں گھس آیا۔ اور ہر طرف

---

[1] جس کے جسم پر پارسائی کا لباس دیکھو اس کو پارسا اور نیک جانو۔ جب تم یہ نہیں جانتے کہ اس کا باطن کیسا ہے (تو تم کو کیا کرید ہے) محتسب کو گھریلو زندگی سے واسطہ نہیں ہوتا۔ [2] خدمت میں جو کمی ہوئی ہے اسکی معذرت چاہتا ہوں۔ اپنی عبادت پر بھروسہ نہیں کرتا۔ گناہگار اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے مگر عارفین کاملین اپنی عبادت پر استغفار کرتے ہیں۔

سیلاب پھیل گیا۔ نواب والاجاہ باوجود اس بات کے، کہ اس برستے بادل نے گزر گاہ بند کر دی تھی اللہ کے بندوں کی حمایت میں کشتی کے ذریعہ اللہ کے حفظ و امان میں ٹوٹ کے برستی ہوئی بارش میں جبکہ دریا بڑھ ہی رہا تھا، بہت کوشش کی کہ وہ ٹوٹی باندھ بندھ جائے، نہ بندھ سکی کام ہاتھ سے نکل چکا تھا، ہزارہا خرچ کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن سکی۔ دریا کے پانی نے شہر کو گھیر لیا اور شہر کے اطراف میں داخل ہو کر گلی کوچہ میں بہنے لگا۔ اس لیے شہر کے گلی کوچوں میں باندھ باندھ کر شہر کو پانی سے بچایا۔

سچ تو یہ ہے کہ اس سال جو سیلاب آیا تھا اور جس طرح اس نے تمام جنگل اور میدان کو اپنے دامن میں چھپا لیا تھا۔ شہر کے غرق ہو جانے میں تھوڑی ہی کمی رہ گئی تھی کہ اس اللہ کے بندے کی کوشش سے بجز ان چند مکانوں کے جو دریا کے کنارے سیلاب کی زد میں تھے اور کوئی مکان خراب نہ ہوا۔

اسی زمانے میں نواب منیر الدولہ جو دوسری مرتبہ پوشیدہ طریقے پر مرکز خلافت سے کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے تھے اسی سال آخر ربیع الثانی میں نواب فلک جناب اُن کے قریب پہنچنے کی خبر سنکر کشتی کے ذریعہ موضع بھمنیہ جو شہر سے دو کوس ہے استقبال کے لیے گئے۔ دوسرے روز ملاقات کر کے ایک ساتھ شہر میں رونق افروز ہوئے۔ اور اسی روز عالی جاہ (میر قاسم) کے خانہ ساماں میر سلیماں خان نواب منیر الدولہ کے ہمراہ بیت اللہ کے ارادے سے اس طرف آئے تھے۔ ملاقات سے سرفراز ہوئے۔

نواب فلک جاہ کے حکم سے احسن الدین خاں منتظم عمارت نے نشاط باغ کے پرفضا میدان کو قندیلوں کی روشنی سے ستاروں بھرے آسمان کی مانند جگمگا دیا۔ بزم شاہانہ آراستہ ہوئی۔ طرح طرح کے کھانے اور رنگ برنگ کے مشروبات بے اندازہ مہیا کیے گئے۔ گویئے، سازندے جن میں ہر ایک اپنے فن کا ماہر تھا رنگین ترانے اور مختلف راگ راگنیوں سے ستارہ زہرا کو بھی اپنا غلام بنا لیا۔ اور آتش بازوں نے اپنے مقررہ وقت میں ہر ایک نے اپنی عجوبہ کاری کا اظہار کیا، جب مجلس برخاست ہوگئی۔ تو نواب سیف الدولہ اور نواب منیر الدولہ دو کوس کی دوری سے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ انگریز بھی اس تماشا کو دیکھنے کے لیے مدعو تھے وہ بھی رخصت ہو گئے۔ اور نزدیک ہی کی مدت میں نواب منیر الدولہ سفر کا سامان مہیا کر کے کلکتہ روانہ ہو گئے۔

اسی زمانے میں دو دوسری عمارتیں بھی نشاط باغ میں تعمیر ہوئیں۔ جنوب کی طرف انگریزی عمارت کی تعمیر احسن الدین خاں کے سپرد ہوئی۔ اور محل سرا کی عمارت باغ کے شمال کی جانب شیخ خیر اللہ

کے اہتمام میں تعمیر کے لیے سپرد ہوئی، یہ نشاط باغ کے داروغہ تھے۔ ہر ایک کو اس عمارت کی جلد سے جلد تعمیر کی سخت تاکید کی گئی۔

اور اسی زمانے میں مسٹر ساکس بندوبست کی تحقیقات کے لیے جہانگیر نگر روانہ ہوئے وہاں کے کارندوں اور پیشکاروں پر اعتماد نہ کرکے رعیتوں اور زمینداروں سے خود تحقیق و تفتیش کی، اور جب غبن اور خیانت ثابت نہ ہوئی تو رسومات مقرری، نوارہ، توپخانہ، ہاتھی وغیرہ میں پوری پوری کمی کر دی۔ اور ہر جگہ ایک مختصر انداز مقرر کر دیا۔ اور پانچ ہزار روپے ماہانہ مہاراجہ مہاسنگھ کے لیے اور پانچ ہزار روپیہ ماہانہ جسارت خاں قلعدار کے لیے مقرر کر کے تمام دوسری رسومات کو لینے سے منع کر دیا۔ اسی طرح دوسرے وظیفہ خواروں کی رسومات میں بھی تخفیف کرکے قدرے قلیل ہر ایک کے لیے بحال رکھا۔ اور کی مسٹر ساکس واپسی کی خبر سنکر نواب فلک جناب پرگنہ باقی تک، اور نواب سیف الدولہ کوری باغ تک استقبال کے لیے گئے اور خوشی و خرمی کے ساتھ شہر واپس آئے۔ چند دنوں کے بعد مسٹر ساکس کلکتہ روانہ ہوئے۔

نواب فلک جناب بھی تیئیسویں ماہ شعبان ۱۱۸۱ھ میں بندوبست اور جمع و خرچ کے کاغذات سمجھانے کے لیے بلاوے کے مطابق کلکتہ روانہ ہوئے۔

میر سلیمان خان نواب منیر الدولہ کے شاہی لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کے بعد رضی قلی خان کی وساطت سے نواب فلک جناب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ہزار روپیہ ماہانہ ان کی ضروریات زندگی کے لیے مقرر ہوا تھا۔ وہ بھی اس سفر میں نواب فلک جناب کے ہمراہ تھے۔ تیس شعبان کو جینت باغ پہنچے۔ چار ممبران کونسل ضابطے کے مطابق استقبال کر کے میر جعفر خاں کی حویلی میں قیام پذیر ہونے کے لیے لے گئے۔ گورنر نے ملاقات کے بعد جملہ لوازم کے ساتھ میزبانی کی خدمت انجام دی۔

تمام انگریزوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک روز خوش طبعی کے لیے جشن مناتے ہیں اور تمام مرد و عورت ایک مکان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ناچتے ہیں اور مختلف ناگوار آواز والے ساز بجاتے ہیں۔ اور ناچ سے فرصت کر کے پھر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں۔ انگریزوں نے یہ مکان بہت کشادہ اور کافی لمبا چوڑا بنایا ہے، اور اس کا نام ناچ گھر رکھا ہے۔ اور اس مکان کے ایک کنارے میں عدالت کی جگہ مقرر کی ہے۔ اور اس مکان کی چھت لکڑی کے تختوں سے بنائی ہے اور اس

گچکاری نہیں کی ہے۔ رقص کے وقت بڑی اچھی آواز اس سے آتی ہے۔ دو صفوں کے برابر بلوری شمعدان روشن کرتے ہیں۔ مکان کی لمبائی کی وجہ سے چراغاں بہت معقول ہوتا ہے۔ اس مرتبہ نواب فلک جناب دس بارہ ہزار کی آتش بازی ساتھ لیتے گئے تھے۔ انہیں جشن رقص کے مقررہ دنوں میں ایک روز جبکہ مرد و عورت بہت جمع تھے اسی مکان کے صحن میں آتش بازی کے تماشے میں پہلے گلنار چھوڑا جب بارود کا دھواں اس مکان میں جمع ہوا تو کوئی لطف اور کیفیت حاصل نہ ہوئی۔ اس کے بعد مقررہ رقص و تماشے کے لیے بیٹھے اس رات نواب فلک جناب کی مہمانی میں پہلے مسٹر ساکس انہیں انگریزوں میں سے کسی ایک کی میم کے ساتھ ناچنے کے لیے اُٹھے، اس کے بعد اور دوسرے انگریز بدستور ایک دوسرے کی میم کے ساتھ آدھی رات تک عیش و نشاط میں مشغول رہے۔

علاوہ ازیں ایک اور گھر بھی بنایا ہے جس کو سوانگ گھر (تھیٹر) کہتے ہیں۔ ایک بہت وسیع حجرہ دالان سے زیادہ بڑا اس گھر میں بنایا ہے بہت اونچا (اسٹیج) کہ اس حجرے میں انگریز صاحبان مختلف صورتوں میں آتے ہیں اور گذشتہ زمانے کی تمثیل پیش کرتے ہیں۔ اور اسی حجرے کے مقابل میں ایک دالان بنایا ہے کہ ایک قدآدم اس بلند حجرے سے نیچا ہے۔ اور حجرے کی بلندی تک بہت چوڑے چوڑے زینے بنائے ہیں کہ تماشائی اس زینے پر بیٹھ کر اسٹیج والوں کی عجیب و غریب حرکات کا تماشا دیکھتے ہیں۔ درحقیقت ہم لوگوں کے لیے اس میں کوئی لطف نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ انگریز مرد و عورت رنگ برنگ کے لباس میں وہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔

اس چند سال کی مدت میں مٹی کا ایک قلعہ بھی بنایا ہے اور برسات کے موسم کے لیے پلاسٹر برج کا بنایا ہے۔ موٹائی اور مظبوطی میں سد سکندری بھی ہیچ ہے، اور اس کی خندق انتہائی گہرائی اور چوڑائی میں اتنی نہیں ہے کہ زمین سے پانی نکل آئے، مگر بھاگ رتی ندی جو مرشد آباد میں بہتی ہے اس کے پانی کو جو کلکتہ سے ہوگلی تک سمندر کی قربت کی وجہ سے اس میں جوار بھاٹا آتا رہتا ہے۔ اس ندی سے خندق کا لگاؤ اس طرح پیدا کر دیا ہے کہ جب پانی چڑھائی پر آنے لگتا ہے اپنی مرضی کے مطابق لیکر آمد کے دہانے کو بند کر دیتے ہیں۔ خندق کے کنارے بھی پختہ کر دیئے ہیں۔ اور ہر دروازے کے سامنے دو ملی ہوئی خندق کے بیچ ایک مکان بھی بنایا ہے اور اس پر توپخانہ چن دیا ہے۔ لیکن وہ مکان باہر سے نظر نہیں آتا ہے یہ مکان اس کام کے لیے مخصوص ہے کہ اگر کوئی فوج خندق کے کنارے پہنچ جائے تو کمپنی کی فوج جو وہاں

بیٹھی ہے وہ اس کی مدافعت کرسکے۔ دروازے کے پل کو تختے سے اس طرح بنایا ہے کہ اگر تختہ کو اٹھادیں تو دروازے کی طرح کھڑا ہوجائے۔ قلعہ اور خندق کے باہر مٹی کے تودے اوپر سے کج اور نیچے سے برابر بہت جمع کر رکھے ہیں کہ تمام قلعہ گویا مٹی میں دفن ہے، اور باہر سے سوائے توپ کے سرے کے قلعہ کی دیوار مطلق نظر نہیں آتی ہے کہ باہر کے گولے دیوار پر پہنچ سکیں۔ اگر اونچے ہوں تو قلعہ کے اندر داخل ہوجائیں اور اگر نیچے ہوں تو مٹی میں جالگیں۔ اور بارودخانہ بھی پکے سے بنایا ہے اس کی چھت بھی محرف مخروطی ہے۔ قلعہ کے اندر بنایا ہے۔ قلعہ کا کرنیل قلعہ دیکھنے کے وقت نواب معلی القاب سے کہہ رہا تھا کہ سوگولے ہم نے اس پر مارے ہیں مگر مطلق نقصان اس کو نہیں پہنچا۔ اور دروازوں کے سرے پر بھی سرداروں کے رہنے کے لیے مکان بنوائے ہیں۔ اور دروازوں کو دور تک گلی کی طرح لے گئے ہیں کہ اپنی چوڑائی میں تین سواروں سے زیادہ کے چلنے کی گنجائش نہیں ہے نیز راستے بھی قلعہ کی دیوار کے نیچے سے نکالے ہیں کہ اگر دشمن کی فوج حملہ کرکے دروازے تک پہنچ جائے تو اسی پوشیدہ زیریں راہ سے اس کے ساتھ جنگ کرسکیں۔

حق یہ ہے کہ انگریز قوم توپ پہننے والی قوموں میں ثبات قدمی میں سب سے بازی لے گئی۔ اور آگ کی گرمی کی برداشت ان میں اس قدر ہے کہ آگ اور جہنم میں شاید ان کو جلنے کی پروا بھی نہ رہی ہوگی۔ اور جو ضابطہ کہ اپنے اندر مقرر کرلیتے ہیں اس سے ذرہ برابر بھی منحرف نہیں ہوتے، اور انہی میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی دوسری قوم کیا خود اپنی قوم پر بھی کسی صورت سے بھروسہ نہیں کرتے اور ہمیشہ ایک کی جگہ دوسرا مقرر ہوا کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر وہ شخص جو کسی عہدے پر متعین ہوتا ہے۔ اس کو ادنیٰ مرتبہ سے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی دیتے ہیں اور وہ اس شوق میں سرکاری کاموں کو خوبی سے انجام دیتا ہے۔

شہر کلکتہ زمین کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جس کی فضا میں اگر پرندہ اُڑے تو اپنے شہپر حیات کو توڑ دے، اور اگر جانور اس زمین کی گھاس کھائے تو اپنی جان کھودے۔ پانی کی خوشگواری اور مٹھاس، ہوا کی لطافت و اعتدال سبزہ و گل کی تازگی اور سرپائی مکانوں کی صفائی ستھرائی اور باغات پورب کی تمام سرزمینوں میں وادِ غیرذی زرع کی مثال ہے یعنی بنجر ہے۔ آب و ہوا کا اعتدال اس حد تک تجاوز کر گیا ہے کہ درخت پھلوں سے خالی ہیں۔ نہریں گندگیوں سے بھری ہیں۔ اطراف شہر بے رونق فضا ایسی کہ غمزدوں کے لیے جائے خودکشی لیکن ان تمام بدوضعیوں کے باوجود عمارتیں قرینے اور سلیقے سے آباد ہوئی ہیں، گلیاں اگرچہ نجس ہیں مگر خیابان دار ہیں (کناروں پر درخت لگے ہیں) اکثر جگہ دورویہ درخت لگے ہیں، باغوں

میں موزوں اور برابر کے درخت لگے ہیں یہ درخت دیودار اور مولسری کے ہیں۔ باغوں میں بجز ایک عمارت اور بے سروپا میدان کے کوئی دوسری چیز کھانے کی یا پھول وغیرہ نہیں ہیں۔ اس شہر کے باشندوں کے دل کی سرزمین میں سچائی، درستی، حسن اخلاق کا بیج کبھی سرسبز نہیں ہوتا، رات دن شہر والے اپنے ہی لوگوں کے خوف دہراس سے گھروں کے دروازے بند رکھتے ہیں اور کاروبار کی شرکت کے باوجود کبھی آپس میں ملتے جلتے نہیں ہیں۔ خرید و فروخت کا نرخ اس شہر میں یکساں نہیں ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے۔ یہاں کی عورتیں اپنی خواہشات میں خود مختار ہیں انہیں اپنے شوہروں کی پروا نہیں ہے اور جو لوگ کہ قیدی ہیں وہ ہر روز سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک ہاتھ میں پھاوڑا لیے شہر کے راستے درست کرتے ہیں۔ شہر کے رئیس مسلمانوں کو فنا کرنے، مشرکین کو ترقی دینے، اسلامی نشانات کو مٹانے، کفریہ رسوم کو بڑھانے کا بے انتہا شوق رکھتے ہیں تمام اوقات ہمت کی کمر کس کر اور حماقت کی آستین چڑھا کر اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ قطعہ:

عالمے دیگر و خلقے دگر و وضع دگر　　نے زمینش چو زمین و نہ سما ہمچو سما
حیلہ سازند بنوعی کہ ہوا چو حباب　　بند بر آب گزارند بروے اعضا

القصہ، جشن سے فراغت کے بعد یہ طے پایا کہ مسٹر سائکس پونیان کا تہوار ختم ہونے کے بعد پورنیہ اور دیناج پور معاملات کی جانچ پڑتال کے لیے جائیں اور نواب فلک جناب مرشد آباد جا کر سرکاری واجب الادا مال کی وصولی میں بلیغ کوشش کریں۔

نواب والاجاہ پہلی شوال اسی سنہ مذکور ۱۱۸۱ھ میں مرشد آباد روانہ ہوئے اس دفعہ گورنر نے ایک انگریز مسٹر برجس کو صاحبزادگان بلند اقبال کی انگریزی زبان کی تعلیم کے لیے نوکر بنا کر ساتھ کر دیا۔ مرشد آباد پہنچنے کے بعد ایک روز کوچ پر سوار ہو کر نشاط باغ سے دستور کے مطابق تفریحاً جا رہے تھے۔ ہر وہ بات جس کا تقدیر سے ہونا ضروری ہے ہو کر رہتی ہے چنانچہ جس وقت باغ میں داخل ہو رہے تھے اچانک کوچ کی رفتار رک گئی، گر جانے کے خوف سے سواری سے کود پڑے۔ زانو میں قدرے چوٹ آئی مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ تکلیف بآسانی دور ہو گئی۔ مسٹر برجس نے سر کے کا ضماد لگا کر علاج کیا۔

پونیاں کے تہوار کے قریب جبکہ گورنر مرشد آباد جانے کا ارادہ کر رہے تھے، نواب فلک جناب

کے حکم سے احسن الدین خان کلکتہ سے استقبال کر کے اور سفر کا سامان درست کر کے گورنر کے ہمراہ مرشدآباد روانہ ہوئے۔ نواب فلک جناب اگردیپ تک اور نواب سیف الدولہ پلاسی کے باغ تک استقبال کے لیے گئے۔ اور ساتھ ہی شہر میں داخل ہوئے۔

ذی الحجہ سنہ مذکور کی ابتدائی تاریخوں میں جب پونیاں کا جشن منایا جانے لگا اور حسب دستور مسند عدالت پر بیٹھے۔ دیناج پور کے عامل کے ظلم و زیادتی کی فریاد جو زمینداروں نے کی تھی اور جو مقدمات ان پر دائر کیے تھے، اور ان کی غفلت اور بدمستی کی شکایت جو چودھریوں اور قانون گویوں نے بذریعہ عریضہ کی تھی معائنہ کے بعد پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی نیز جو سرکاری مال اس کے ذمہ واجب تھا، اس کی پاداش میں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے گرفتار ہو کر قید ہوا، اور اس کے دونوں بھائی محمد امان خان اور نورالزماں خان جو نظارت کے کاروبار میں بہت مغرور ہو چکے تھے، غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے باوجود اس کے کہ نورالزماں خان جو اپنے بھائیوں میں بہت ممتاز ہے وہ خود ان شکایات کی تفتیش کے لیے مامور تھا اور ظلم کی حقیقت کو معلوم کر چکا تھا۔ ظالم بھائیوں کی رعایت طلبی میں مظلوموں کے لباس میں حاضر ہوا۔ بقیہ رقوم کے بارے میں جو اس نامعقول کے ذمہ تھی زمینداروں نے تحریر سے مطلع کر دیا تھا۔ اس کی سزا میں وہ ڈنڈے کی مار اس کو نصیب ہوئی کہ شاید خود بھی اس نے کسی زمیندار یا عامل کو ایسی مار نہ ماری ہوگی۔ باوجودیکہ عاملی کی رقم فراہم ہو چکی تھی اتنی قلیل رقم انتہائی فضیحت سے دی۔ مثنوی:

بخت و دولت بکاردانی نیست — جز بتائید آسمانی نیست
اوفتادست درجہان بسیار — بے تمیز ارجمند و عاقل خوار
کیمیا گر بغصّہ مردہ و رنج — ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

وہ محال (دیناج پور وغیرہ) مسٹر سائکس کے دیوان کنتو بابو پیشکار کے حوالے کیا گیا۔

حاجی عبداللہ خان جنھوں نے بچوترہ محال میں تاجروں کے آنے کی وجہ سے کفایت شعاری کر کے بہت نام پیدا کیا تھا۔ اپنی کارگذاری اور کفایت شعاری کے بدلے میں بچوترہ سے بدل کر بیربھوم محال میں جہاں کی تحصیل بہت خراب ہو رہی تھی، بھیج دیئے گئے۔ اور حاجی موسی رضا بچوترہ کی داروغگی سے سرفراز کیے گئے۔ اور پرگنہ ندیا آفارضی سے لیکر بنکشن لارڈ صاحب کے دیوان کو عنایت کیا گیا۔ اور ان کی طرف سے مولوی غلام مصطفےٰ کو خلعت عنایت ہوا، اور جب سیحیت رائے پورنیہ کے فوجدار اس دنیا سے

چل بسے تو آقا رضی کو رضی الدین محمد خان کا خطاب دے کر پورنیہ کا فوجدار مقرر کیا گیا۔ اور بہت سے عمال مقرری سے زیادہ محصول لینے کی وجہ سے اور رعایا کی نالش کے سبب سے اس سال اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

جب پونیاں کا جشن ختم ہوا، اور بہت سے ملازمین خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔ ضیافت و مہمانی کے دن جشن و سرور کے لوازمات انعام و اکرام کا سلسلہ ختم ہوا، تو ماہ محرم ۱۱۸۲ھ میں گورنر رخصت ہوئے اور اپنی قیام گاہ کو روانہ ہو گئے۔

نواب فلک جناب کی تمام بخششوں میں نایاب اور انمول عطیہ وہ یاقوت کی انگوٹھی ہے جو مسٹر سا کس کو عنایت فرمائی کہ اس کی قیمت کے تعین میں ان کی بلند پروازی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک لنگڑا گھوڑا پہاڑی راہ طے کرے۔ اور اس کی صفت و تعریف میں زبان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پتھر پر تلوار گھسی گئی ہو۔

اسی سال ماہ ربیع الاول ۱۱۸۲ھ میں مسٹر سا کس طے شدہ پروگرام کے مطابق بندوبست کے حالات کی تحقیق و صفائی کے لیے پورنیہ اور دیناج پور کے محالات کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور رعیتوں اور مقامی باشندوں سے پوشیدہ طریقے پر حالات معلوم کر کے اور معاملات کی تہہ کو پہنچ کر خاطر جمع ہوئے۔ وظیفہ خواروں کو جہانگیر نگر کی طرح یہاں بھی موقوف کر دیا۔ اور رجب کے مہینے میں اسی سال ملازمین کی تنخواہ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے کیونکہ کل رقم ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ ہی تنخواہ ملازمین پر مقرر ہوا تھا۔ اکثر ملازمین کو پہلی شوال ۱۱۸۱ھ سے ہی برطرف کر دیا۔ کیونکہ ان کی تنخواہ اسی زمانے سے باقی چلی آرہی تھی۔ اور خادم علی خاں جو خفقان کے عارضہ کی وجہ سے نشاط باغ آنے جانے میں کچھ کاہلی اور کچھ غفلت برتتے تھے وہ بھی برطرف کر دیے گئے۔ بیت:

شاید[1] پس کار خویش بہ نشستن — لیکن نہ تواں دہان مردم بستن

ماہ مبارک رمضان ۱۱۸۲ھ میں مسٹر سا کس پورنیہ سے مرشد آباد کے لیے روانہ ہوئے نواب فلک جناب بھگوان گولا تک استقبال کو گئے اور وہاں سے ساتھ ہی ساتھ شہر میں واپس آئے۔

اسی ماہ رمضان المبارک میں میر سلیمان خان کو خانہ سامانی کی خدمت سپرد کی گئی۔

---

[1] انسان کو اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے، تم لوگوں کی زبان بند نہیں کر سکتے۔

لیکن انھوں نے قبول نہ کیا، تو سید احسن الدین خان کو خانہ سامانی کا خلعت پہنایا گیا۔ خان موصوف اور مہاراجہ امرت سنگھ کو سرکاری کاروبار میں آپس میں اتفاق رکھنے کی سخت تاکید کی گئی۔ بیت :

پارسا را بس ایں قدر زندان — کہ بود ہم طویلۂ رنداں

اسی سال ذیقعدہ کے مہینے میں گورنر کے حکم کے بموجب نواب فلک جناب کاغذات سمجھانے کے لیے کلکتہ تشریف لے گئے۔ جب حساب و کتاب سمجھانے سے فراغت ہوگئی۔ اور جشن کا موسم آیا تو دونوں طرف سے ضیافت اور مہمانی ہوئی اور داد عیش دی گئی۔

ذی الحجہ کی درمیانی تاریخوں میں گورنر نے نواب فلک جناب کو دیوان اور عرض بیگی کا خلعت کمپنی کی جانب سے عنایت کیا۔ اس کے بعد باطمینان تمام مرشدآباد روانہ ہوگئے۔ نواب فلک جناب نے ہوگلی آکر اس خندق کو جو دو سال سے فرانسیسی کھود رہے تھے بھر دینے کی محمد علی خان فوجدار کو سخت تاکید کی پھر مرشدآباد پہنچے۔

چونکہ مقررہ لگان میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا۔ اس لیے رعایا کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اس سال حکومت میں شرکا کی کثرت کی وجہ سے ایک عالم کو نقصان پہنچا، مخلوق پریشان حال اور سرگرداں پھرنے لگی۔ رعایا اپنے املاک، سے زمیندار اپنی زمینوں سے اور عوام عاملوں کے طور طریقے کی وجہ سے اور مہاجنوں نے لین دین سے ہاتھ روک لیا۔ محصلوں کے بار بار جانے کی وجہ سے متعدد زمیندار اور عمال خسارہ اٹھا رہے تھے اور پرگنے ویران ہو رہے تھے۔ ایمہ داروں اور وظیفہ خواروں نے نواب فلک جناب کے پاس استغاثہ دائر کیا۔ مجملاً اس مظلوم طبقہ کے احوال یہ ہیں کہ تمام وہ گروہ کہ خالصہ شریف میں ان کی مدد معاش مقرر تھی، ان خدا ناشناسوں کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہوئے ان کی سندیں کالعدم کی گئیں اور انکی املاک پر قبضہ کیا گیا۔

چونکہ یہ بات طے کر دی گئی تھی کہ جملہ ایمہ داران عام رعایا کی طرح جو زمینیں خالصہ شریف میں ان کے قبضے میں ہیں سب کو مزروعہ قرار دے کر اس کا محصول خالصہ شریف کی سرکار کو دیں۔ اس بنیاد پر جو لوگ ان تکلیف شاقہ کو برداشت نہ کر سکے اور مطالبات ادا نہ کر سکے، مال کو بیچنے اور زیوں کو گروی رکھنے پر مجبور ہوئے اور اس سال کا مال ادا کیا اور آئندہ سال کے لیے جان عزیز ذخیرہ کر لی۔ اور کتنے مظلوم جو ان حالات سے باخبر نہ ہو سکے وہ شکنجے اور نوع بنوع اذیت کی وجہ سے اپنی نقد جان دیکر آئندہ سال

کی فکر سے چھٹکارا پا گئے۔ بیت :

ہمچو آتش چوب می خورد ند و می دادند جان　　وانکہ از بیطاقتی برخاک می مردند خوار

اور یہ حالت صوبہ بہار سے صوبہ بنگال تک یکساں تھی بلکہ نواب مرحمت مآب کی وجہ سے صوبہ بنگال میں اس قدر نہ ہوئی تھی جو بہار میں ہوئی۔ چنانچہ بہار کے عمال میں مرتضی قلی خان کے جیسا شخص جو تمام ہندستان میں بے مثل تھا ویسا آدمی تلاش سے بھی ملنا مشکل ہے، اور ان کے قاتل کو ان کی خدمت گذاری کر کے چاہیئے تھا کہ فخر کرے، اس کو قید کر کے شکنجے میں کس کر طرح طرح کی تکلیف پہنچا کر ناحق اس کی جان لے لی۔ قطعہ :

لاف سرپنجگی و دعوی مردی بگزار　　عاجز نفس فرومایہ چہ مردی چہ زنی

گرت از دست برآید دہنش شیریں کن　　مردی آں نیست کہ مشتے بزنی بردہنی

دوسرے مہدی علی خان کے بھائی مرزا ہیں جو کھڑک پور کے عامل کو اپنی زندگی کی پونجی دے کر ملک عدم کو سدھار گئے۔ علاوہ ازیں مرزا محمد علی اور شیخ عبداللہ کور وغیرہ ہیں انہیں پر دوسروں کو بھی قیاس کر لیجئے۔ اگر اس طرح نام بنام صوبہ بہار کے عاملوں کے مظالم، اور زمینداروں کی مظلومی کے احوال لکھے جائیں تو کئی جز کاغذ ظالموں کے نامہ اعمال کی طرح سیاہ ہو جائیں۔ قطعہ :

گر گزندت رسد ز خلق مرنج　　کہ نہ راحت رسد ز خلق و نہ رنج

از خدا داں خلاف دشمن و دوست　　کہ دل ہر دو در تصرف اوست

حال آنکہ مزروعہ زمینوں کو چھین لینے سے کوئی خاطر خواہ نفع لگان حاصل کرنے میں نہ ہوا کیونکہ جو اراضی کہ سرکار میں ضبط ہوئی ایمہ داروں نے اس کی آبادکاری سے ہاتھ روک لیا، مال کے لیے تکلیف اٹھانے اور مصیبت برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے، زمین جوتی بوئی نہ گئی۔ وہ زمین ویران رہی اور ایمہ دار پریشان اور کاشتکار حیران رہے۔ ۱۱۸۴ھ کے قحط میں جس کا ذکر آئندہ تفصیل سے ہوگا، ان لوگوں کی انتہائی فاقہ مستی میں جان گئی۔ اور آئندہ دوسری آفتوں کے ڈر سے کہ حکم ایک ہی حکم نہ رہتا تھا۔ یہ پریشان و عاجز رعایا، نواب فلک جناب کی خدمت میں جیسا کہ چاہیئے تھا تمام احوال پیش نہ کر سکی۔ کہ ظالم اور سخت دل عاملوں کے تمام حالات منظر عام پر آتے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نواب کے کان میں سب باتیں پہنچ رہی تھیں مگر کیا فائدہ کہ تلافی کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس وجہ سے خاندانوں کی

آہ و فریاد آسمان تک پہنچی۔ تمام ملک میں انگریز تجارت کی وجہ سے ہر سال کافی سے زیادہ مال اور بے انتہا روپے بہم پہنچا رہے تھے۔ دوسرے تمام سوداگر کیا مسلم اور کیا کافر سب کے منافع کے دروازے بند ہوگئے تھے۔ بلکہ دوسروں کے لیے سودا اور معاملہ ممنوع اور سود و منافع بند کر دیا گیا تھا۔ بادشاہی اور زمینداری چوکیوں کے اٹھ جانے کی وجہ سے راستوں میں لٹیرے اور چوروں نے شورش پیدا کر دی۔ تمام محصولات کو یکجا کر دینے کی وجہ سے بھی مقامی سوداگروں کو سخت نقصان پہنچا۔ کیونکہ کلکتہ سے عظیم آباد تک ایک ہی نرخ ہوگیا۔

اب تک نواب فلک جناب، نواب حسین قلی خان کی حویلی میں تشریف رکھتے تھے۔ اس مبارک سال ۱۱۸۲ھ میں۔ ایک نئی حویلی بنائی جو عام و خاص دیوان خانوں، حمام، خلوت، محل سرا، بھنڈی خانہ، فوارہ، آبشار، باغیچہ، نقارخانہ اور باورچی خانہ پر مشتمل تھا، نہایت خوشنمائی کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ ایک اچھا اور مبارک دن مقرر کرکے اس محل میں جو خوشدلی اور کامرانی کی جگہ ہے۔ اس میں تشریف لاکر عزت و جلال و شرف کی مسند پر بیٹھے۔ اور اسی سال کہ رائے ہرلال، خالصہ شریف کا پیشکار واصل جہنم ہوا، رائے دولہ کو راجہ کا خطاب دے کر اس خدمت پر سرفراز فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ پیشکاری کے معاملے میں امانت داری وفاشعاری میں اپنے اگلے اور پچھلے پیشکاروں سے سبقت لے گیا۔ دوستوں کے ساتھ طریق ادب ملحوظ رکھنے اور رعیت پروری میں اس کو اپنے زمانے کا معلم اوّل (ارسطو) کہنا چاہیئے۔ اور ان کے بیٹے رائے سندر سنگھ بیس سال کی عمر میں تمام صفتوں سے موصوف اور اخلاق اور کریم النفسی میں مشہور و معروف ہیں۔ اور اس آخری زمانے میں کہ فقیر اپنے روزگار سے تنگ آگیا تھا شوخی کی راہ سے اکثر ان سے اس شعر کے معنی پوچھا کرتا تھا۔ بیت:

عجب کہ بشکنم ایں کارگاہ مینائی   کہ شیشہ خالی و من در لجاجتم زخمار

اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں حضور پرنور حضرت ظل سبحانی کی طرف سے بھجو خواص کے ہمراہ ایک نالکی نواب والاجاہ کے لیے آئی، فخر خاندان مرتضوی حضرت نواب والاجاہ اس نالکی پر بوسہ دے کر آداب بجالاتے ہوئے سوار ہوئے۔

ماہ محرم ۱۱۸۳ھ میں نہایت شدید آندھی طوفان کی وجہ سے بہت حویلیاں خراب و خستہ ہوگئیں۔ اس دفعہ گورنر پونیاں کے جشن میں مرشدآباد آئے تو انگریزی عمارت جو نشاط باغ میں

نئی بنائی گئی تھی۔ نواب فلک جناب نے ان کو وہیں ٹھہرایا۔ اس زمانے میں یہ باغ بہشت بریں کا نمونہ ہو رہا تھا۔ اور تمام باغوں پر امتیازی شان رکھتا تھا۔ مثنوی :

چگویم ازاں باغ پر آب و تاب | کہ ہتواں گرفت از ہوائش گلاب
شراب از گل و جام شبنم عیاں | چو کیفیتِ مے ز چشم بتاں
نگویم گل و غنچہ خار چمن | چو منقار بلبل بود در سخن
نہاں است در برگ گل عندلیب | چو در پردۂ ساز صوتِ غریب
دراں شادمانی ندارد حساب | کہ گل میکند کار جام و شراب
کنم نسبتش گر بجنت خطا است | تفاوت بہ بین از کجا تا کجا است

جب پونیاں کا جشن حسب دستور ترتیب دیا گیا۔ پرگنہ ندیا کے بقیہ روپیوں کے متعلق گفتگو ہونے لگی تو بنکشن اور خالصہ شریف کے دوسرے پیشکاروں نے سوال و جواب میں سخت انداز اختیار کیا۔ نواب فلک جناب نے ان لوگوں کے ٹھیکے سے واپس لے کر زمیندار کے حوالے کیا۔ اور رقم کو بطریق امانت محفوظ رکھنے اور بیگم صاحبہ کے قرضے کی وصولی کے لیے ذوالفقار علی خان مقرر کیے گئے۔ تاکہ راجہ کے ساتھ رہ کر سرکاری واجب مال اور بیگم صاحبہ کا قرض وصول کریں۔

حاجی عبداللہ جنہوں نے پرگنہ بیربھوم میں زمیندار کے سامان قرق کیے تھے، اور قانون گویوں اور پیشکاروں کی اشیا (سرکاری بقایا) میں ضبط کی تھیں تمام عملوں نے ان کو ظلم و تعدی میں بدنام کر کے نواب فلک جناب کو ان سے برہم کر دیا۔ جب وہ پرگنہ سے واپس آئے تو زمیندار سلام کو حاضر ہوا، مگر اس کو حاضری کی اجازت نہ ملی اس نے اس غم و غصے میں کہ بجائے تعریف اور شاباشی کے الٹے لعن و طعن میں مبتلا ہو گیا فقیروں کی طرح اپنے گریباں کو دامن تک چاک کر کے فقیروں کی شکل بنالی۔

نواب فلک جناب کو اس نامناسب حرکت سے کہ برابر عاملوں سے بحث و مباحثہ اور قیل قال ہوتی رہتی ہے، غصے میں آ کر عاملی کے طریقے ہی کو ختم کر دیا اور اس عامل حاجی عبداللہ کو قید کر دیا اور محال کی ذمہ داری زمیندار کو دیدی۔

فرانسیس جسکو قلعہ بنانے سے منع کر دیا گیا تھا دو سال سے خندق کھود رہا تھا۔ اور مٹی کو خندق کے اندر قلعہ کی دیوار کی طرح جمع کر رہا تھا۔

اور محمد علی خان کے کہنے سے اس کام سے ہاتھ نہیں اٹھارہا تھا نیز انگریزوں کی تاکید بھی یہی تھی کہ روکنے میں ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا جائے جس میں جھگڑے کی شکل پیدا ہو، اس وجہ سے جیسی تاکید کہ ہونی چاہیئے نہ ہورہی تھی۔ اس پونیاں کے جشن کے موقع پر انگریزوں نے یہ طے کیا کہ محمد علی خان ایک کمزور اور غریب آدمی ہیں۔ اُن کی جگہ پر ایسے شخص ــــ کو، جو کہ قدرے ظاہری رعب داب بھی رکھتا ہو، مقرر کرنا چاہیئے۔ لہذا نواب فلک جناب نے محمد علی خان کو قائم جنگ کا خطاب دے کر پورنیہ کا فوجدار بنادیا۔ اور رضی الدین محمد خان کو ظفر جنگ کا خطاب دے کر بہت کافی تعداد میں بیلدار اور مزدور دے کر ہوگلی روانہ کیا۔ کہ خندق کو بھردیں۔ پرگنہ مہساول حکیم زین العابدین خان سے لے کر اپنے ہمزلف حاجی محمد اسمٰعیل کے سپرد کیا۔ اور راج شاہی محال مکمل دلیل رائے کو دیا گیا۔

پونیاں کا جشن ختم ہونے کے بعد گورنر بے مہمانی کھائے بہت جلدی ظفر جنگ کے پیچھے پیچھے کلکتہ روانہ ہوگئے۔ جب فرانسیس ظفر جنگ کے منع کرنے سے بھی نہ مانا تو گورنر نے ایک کپتان کے زیر نگرانی ایک پلٹن تلنگہ فوج بھیجی اس نے زور اور غلبے سے اس خندق کو بھردیا، اور اس طرف سے اطمینان ہوا۔

اسی زمانے میں مسٹر ساکس اپنی خدمت سے معزول ہوکر ولایت جارہے تھے۔ جو روپے کہ انھوں نے ایک مہاجن کو معاملہ کرنے کے لیے دیئے تھے اور ان کے حکم کے مطابق وہ عملوں اور زمینداروں کو قرض دیا کرتا تھا اور وہ رقم ملک کی خرابی کی وجہ سے وصول نہیں ہورہی تھی حیران ہوکر مسٹر ساکس نے نواب فلک جناب سے شکایت کی، نواب موصوف نے مسٹر ساکس کی خاطرداری میں ہر وہ سزا جو چوروں کے لیے ہوتی ہے اس سے دریغ نہیں کیا۔ آخر اس کا تمام سامان اور گماشتوں کے مکانات لوٹ کے مال کی طرح بیچ دیئے گئے، جیسے "کھٹا آلو بخارا جانوروں کا چارہ" وہ مہاجن اپنی عزت و آبرو سے برباد ہوا۔

انہیں دنوں میں زین العابدین خان بکاول کے بیٹے "خوان نمکدان" نہ پہنچنے کی وجہ سے شہر سے نشاط باغ پہنچے، دو تین دنوں کے بعد مرزا موصوف بھی اس کام سے الگ ہوئے۔ اور اس کام پر لاہوری بیگ مقرر کیے گئے۔ اور مسٹر ساکس کے بدلے میں مسٹر پیچر، اور مسٹر ماریسین خالصہ شریف کے کاروبار کے لیے مقرر ہوئے۔ اور اسی کے ساتھ ہی فوراً یہ حکم بھی آیا کہ شمسی اور قمری سالوں میں دس دنوں کا فرق ہے، ماہانہ تنخواہ پانے والوں کو شمسی حساب سے تنخواہ ماہانہ دی جائے۔ تاکہ کمپنی کا دس دنوں کا نقصان نہ ہو۔ اور یہ عام حکم خزانہ کے مال کے داخل کرنے، ناظم کی تنخواہ وغیرہ اور تمام امور میں جاری ہوگیا۔

مرزا مسیتا تاج الدین تھنیا کا لڑکا جو طوائف کے داروغہ محبوب کے واسطے سے ایک لڑکی سیف الدولہ کے پاس بھیج چکا تھا اور اس تعلق سے نواب موصوف کے مزاج میں پورا پورا دخل پیدا کرلیا تھا۔ بہت جرأت اور ہمت کر کے نتیجے کی سختی و دشواری کو نہ سوچتے ہوئے سیف الدولہ کی طرف سے مسٹر مارسیین کو بہت لالچ دی۔ مسٹر موصوف نے بگڑ کر (بظاہر) نواب فلک جناب پر بیجا سختی شروع کی۔

سب سے پہلے محصول اور سالانہ آمدنی کی بات میں تکرار ہوئی کہ خالصہ شریف کے لوگوں کی تنخواہ جنگی سے ہوتی تھی اور دو آنہ وضع کرنے کے بعد سالانہ لوگوں کو ملا کرتا تھا۔ اور سکاون (محصولہ) دفتر کا خرچ کاغذ قلم دوات سیاہی کچہری کا فرش وغیرہ سرکار سے مجرانہ ہوتا تھا۔ خرچ میں صرف ہوتا تھا۔ چونکہ انگریزوں کو اس خرچ کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ پوچھ تاچھ کر کے جب پوری طرح حقیقت تک پہنچ گئے تو معلوم ہو گیا کہ کوئی غبن نہیں ہے۔ اسی اثنا میں گورنر کا خط پرگنہ ندیا کے مقدمہ میں راجہ بنکشن کی بدگوئی کا پہنچا کہ اس محال میں گنجائش بہت ہے۔ اس پر رقم کا اضافہ کرنا چاہیئے۔ مہاراجہ امرت سنگھ نے کہ ان دنوں مزاج عالی میں بہت دخل رکھتے تھے تجربے کی کمی اور جوانی کے جوش میں یہ مشورہ دیا کہ گورنر کو لکھنا چاہیئے کہ کسی انگریز کو امین بنا کر نہ بھیجیں تاکہ تحقیق کرلے ہم لوگوں کے خیال میں مطلق گنجائش نہیں ہے۔ چوں کہ زمیندار کی طرف سے اطمینان اور یہ یقین تھا کہ راجہ بنکشن جو مدعی ہے وہ شرمندہ ہوگا۔ حال آنکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ مسٹر ساکس جہانگیر نگر پورنیہ اور دیناج پور جا کر کیا کیا کہ موجودہ امین کرے گا۔ بہر حال جب حساب پاک ہے تو معاملہ کا کیا خوف ؟ باوجود بعض خیر خواہوں کے منع کرنے کے گورنر کو خط لکھ دیا۔ قطعہ :

گہ بود کز حکیم روشن راے — برنیاید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکے نادان — بغلط برہدف زند تیرے

گورنر نے ان لوگوں کے لکھنے کے مطابق ایک انگریز کو امین بنا کر بھیج دیا اور اس نے ذوالفقار علی خان اور زمیندار کو اپنے کام میں خلل انداز سمجھ کر پرگنہ سے باہر کر دیا۔ اور خود بہ استقلال تمام ملک کا مالک بن کر تحصیل کرنا شروع کر دیا۔ پھر زمیندار نے ہزار کوشش امین کو ہٹانے کے لیے کی یہاں تک کہ اضافہ تک دینے کے لیے تیار ہوا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور کونسل کے ممبران جن کا مدعا ہی یہ تھا کہ کسی صورت سے دیہاتوں کی تحصیل میں دخل انداز ہوں وہ حاصل ہو گیا۔ اس لیے کسی شکل میں اس امر کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوئے۔

نواب فلک جناب دغاباز لوگوں کے ہاتھوں تنگ آکر مہاراجہ امرت سنگھ کے مشورے سے اس بات کے لیے تیار ہوئے کہ ایک وکیل کو سوال و جواب کے لیے کلکتہ میں رکھنا چاہیئے، کیوں کہ انگریزوں کے پیشکار بہت زیادہ رشوت خور ہیں۔ تھوڑی ہی گفتگو میں کل رقم کے لالچی ہو جاتے ہیں اور جیسا چاہیئے ویسا کام بھی نہیں کرتے ہیں۔ لہٰذا رائے کاشی ناتھ کھتری کو وکالت کے لیے کلکتہ میں مقرر کیا۔ جس رات میں کہ کوری باغ میں یہ مشورہ طے پایا تھا، اور کاشی ناتھ نے ملاقات کی تھی راقم الحروف غمخواری کی بنیاد پر باوجود کہ کچھ کہنے سننے کا مقام مجھے حاصل نہ تھا، یہ شعر پڑھنے لگا۔ بیت:

کہ خرگوش ہر ملک را پے نگفت　　سگے آن ولایت تواند گرفت

ترجمہ: خرگوش نے ہر ملک کی راہ طے نہیں کی ہے، اسی ملک کے کسی کتے کو پکڑنا چاہیئے۔

اور میں نے یہ عرض کیا کہ کلکتے کے پیش کار سوال و جواب کے لیے وہاں دوسروں کے مقابلے میں بہت بہتر ہیں۔ دوسروں کو اس کام پر مقرر کرنا اچھا نہیں ہے وہ لوگ ہر وقت انگریزوں کے پاس پہنچتے رہتے ہیں۔ اور مقرر کردہ وکیل ہر وقت انگریزوں کی مجلسوں میں باریاب نہیں ہو سکے گا۔ نیز وہاں کے پیشکار عداوت کی وجہ سے وکیل کو پورا دخل بھی حاصل نہیں ہونے دیں گے۔ فرمایا اس وقت ان سے بھی مقصد پورا نہیں ہوگا۔ دونوں ہی درد سر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ "دہن سگ بلقمہ دوختہ بہ" (کتے کا منہ لقمہ سے بند کرنا ہی بہتر ہے) اور دونوں کے درمیان دشمنی نہایت نقصان رساں ہوگی اور ہرگز کام نہ نکلے گا۔ کیونکہ اگر کوئی کسی کے کھانے کی راہ بند کرے گا تو یقینی وہ شخص مکر اور غارت گری کی فکر میں لگے گا۔ فرمایا بچے ہو کہاں تک تم سے گفتگو کی جائے۔ اور اسی کی صبح کو رائے کاشی ناتھ کو کلکتہ روانہ کیا۔

رائے کاشی ناتھ کے جانے ہی کی وجہ سے کلکتہ کے تمام پیش کار اپنے منافع سے مایوس ہو کر نفاق پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور جو کام کہ انگریز دو سال میں کرنا چاہتے تھے ان لوگوں نے اسی سال انکی راہ نمائی کر دی۔

قطعہ:

فہم سخن گر نکند مستمع　　قوت طبع از متکلم مجوئے
فسحت میدان ارادت بیار　　تا بزند مرد سخن گوئے گوئے

جمادی الثانی ۱۱۸۳ھ میں سیف الدولہ مدد طلبی کے لیے مسٹر ماری سین کے پاس کلکتہ گئے۔ اپنی منزل پر پہنچنے کے بعد کلکتہ کے تمام پیشکار جیسے راجہ نبکشن، گوکل گھسال، رام چندرائے اور دوسرے سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ اور تدبیر میں شریک ہوئے۔ نواب سیف الدولہ نے مرزا

مسیتا کے ذریعہ جو تمام فتنہ کا بانی تھا، کل رقم نقد و جنس کی قسم سے ادا کر کے درخواست کی کہ نظامت کے ملازمین کا اختیار مجھ کو دیا جائے۔ اور خالصہ شریف سے کچھ محالات جن کی جائداد تنخواہ کے برابر ہو جدا کر کے میرے اختیار میں دی جائے تاکہ مجھکو نواب فلک جناب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اور میرے قرابتمند جو کہ برطرف ہوئے ہیں ان کو بحال کروں۔

انگریزوں نے اپنے روپے لینے کے لیے زبانی تسلی و تشفی کر کے اپنی کل رقم وصول کر لی۔

نواب فلک جناب کہ وہ بھی گورنر کے بلاوے پر کلکتہ جانے کے مشتاق تھے۔ تیئسویں رجب سنہ مذکور ۱۲۸۳ھ کو اس سمت میں روانہ ہوئے۔ کلکتہ پہنچنے کے بعد، لاکھوں خرچ، اور انگریز دانشمندوں کی قیل و قال اس لیے تھی کہ دونوں کی رضا معلوم ہو جائے۔ چنانچہ نظامت کے ملازمین کا اختیار بدستور نواب فلک جناب کی زریں رائے پر موقوف رہا اور نواب سیف الدولہ کو، جو انھوں نے میر ساماں اور میر عمارت اور داروغہ فیل خانہ کے معزول کرنے کی درخواست دی تھی۔ منظور کر کے اسکا اختیار ان کو دیدیا کہ دوسرا بحال کر لیں۔ اور انھوں نے وہیں پر نصر اللہ خاں خانساماں کو ہٹا کر مرزا مسیتا، اور سید حسن الدین خان میر عمارت کو ہٹا کر اپنے چچیرے بھائی میر عباس علی، اور اپنے باپ کے غلام خوش وقت کو داروغہ فیل خانہ نعمت کی جگہ پر مقرر کیا۔ اور اپنے کاموں میں شریک کر لیا۔ اور اسی زمانے میں بعض محالات پر امینوں کے بھیجنے کی بات انگریز درمیان میں لائے اور اس کے لیے ایک بہت بڑا کاغذ بہت سی شرائط کے ساتھ تحریر کر کے ملاحظہ اور واقفیت کے لیے نواب فلک جناب کے پاس بھیجا۔ اور اس وقت چونکہ مسٹر ہر ویلیس گورنر اپنے ملک جانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اور مسٹر کا تیر گورنری پر مقرر ہو رہے تھے، نواب صاحبان معزول گورنر کو رخصت کرنے اور مقرر گورنر کو مبارکباد دینے کے لیے کچھ دن ٹھہر گئے۔ اور گورنر نے اپنی روانگی کے وقت چیت پور کے باغ کو جسے مسٹر ہشٹین نے بنایا تھا۔ اس کو ایک لاکھ کئی ہزار میں نواب فلک جناب کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور نواب فلک جناب نے کاشی ناتھ کو راجہ کا خطاب دے کر اپنی عنایت سے گھوڑے، خلعت اور موتیوں کا ہار، کان کے موتی، پگڑی مرصع کلغی عنایت فرمائی۔ چونکہ ان تمام عنایات کی وجہ معلوم نہ تھی، راقم الحروف نے محبت اور دل سوزی کی وجہ سے کہ تمام کاموں کو ضائع اور برباد ہوتے دیکھ رہا تھا۔ جناب عالی مغفور کا ایک واقعہ بطور افسانہ مجمع عام میں بیان کیا کہ جس زمانے میں نواب حسین قلی خان کے لڑکے شاہ جہاں آباد سے آئے اس وقت

جناب عالی کسی مہم پر کہیں تشریف لے گئے تھے۔ تشریف لانے کے بعد، نواب شہامت جنگ نے عرض کیا کہ حسین قلی خاں کے بیٹے کے حق میں، میں بہت زیادہ عنایات کا خیال کر رہا تھا۔ چونکہ میں نے اس کو لائق نہ پایا اس لیے محض حسین قلی خان کی خاطر داری میں ہاتھی گھوڑا، خلعت اور پگڑی کی کلغی پر اکتفا کیا۔ جناب عالی نے فرمایا۔ جان بابا! اگر لایق ہوتا تو اس سے زیادہ کیا عنایت کرتے۔

القصہ! مسٹر ہرویلس کے روانہ ہونے کے بعد اوائل ماہ مبارک رمضان میں نواب فلک جناب مسٹر گا تیر گورنر سے رخصت ہو کر اپنے مستقر بنگالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہوگلی پہنچکر ظفر جنگ کو خلعت فاخرہ گھوڑا، ہاتھی، تلوار، موتی کی مالا، کلغی اور پگڑی سے سرفراز فرمایا۔ اور مرزا محمد کاظم خان کو جو رخصت ہونے کے لیے آئے تھے سرکار کمپنی کے باقی روپیوں کے لیے ارشاد ہوا، کہ تم میرے ساتھ آؤ۔ جب انھوں نے بہت عذر کیا کہ ان دنوں میں بالکل نہیں جا سکتا ہوں بعد میں پہنچوں گا، ان کے گھر کی طرف رخصت ہونے کے بعد ان کے پیچھے پیچھے مرزا کاظم کمیدان بازار میں ایک دوسرے سے جھگڑ پڑے اور خان موصوف کو قید کر کے کشتی پر سوار کر کے نواب فلک جناب کی کشتی مبارک کے ہمراہ مرشد آباد روانہ کر دیا۔

رات کے کھانے کے بعد راقم الحروف نے عرض کیا مرزا کاظم خان نے اب تک افطار نہیں کیا ہے۔ فرمایا کہ "جہنم میں جائے" میں نے پھر عرض کیا کہ چونکہ ان کے حیلے بہانے چھپے ہوئے ہیں عام لوگ اُن کے مکر وفن سے مطلع نہیں ہیں۔ اس قدر جو آج ان پر ہوا ہے۔ ان کی اس ظاہری بے آبروئی کو لوگ مختلف چیزوں پر محمول کریں گے۔

حکم ہوا تم جاؤ اور ضروری سامان اس کے لیے مہیا کرو اور کچھ کھلاؤ۔ جب فقیر گیا، اور منہ ہاتھ دھونے کے لیے کہا، مرزا مذکور رونے دھونے لگا، اور افطار بھی نہیں کیا۔ پھر میں نواب فلک جناب کی خدمت میں آیا۔ اور اُن کے حالات بیان کیے، ان کی تسلی کے لیے، اسمٰعیل علی خان عرض بیگی کو ہمراہ کر دیا۔ اور جب کسی طرح افطار نہیں کیا۔ پھر نواب فلک جناب کی خدمت میں واپس آ کر ان کی گریہ وزاری کے احوال بیان کیے کہ اگر مناسب ہو تو اپنے سامنے بلا کر افطار کا حکم دیں۔ فرمایا! کوئی مضایقہ نہیں ہے ملے آؤ۔ تیسری مرتبہ کہ روبرو حاضر ہونے کے لیے میں نے کہا۔ اس نے حاضر ہونے میں اپنی اکڑ دکھائی تو میں نے کہا کہ تمہاری طاقت اور پہنچ ہمکو اور خود تم کو معلوم ہے۔ یہ

اغماض کس چیز پر ہے۔ جب مجھکو غصے میں دیکھا تو اٹھا اور نواب فلک جناب کی خدمت میں آکر خوب رونا دھونا شروع کیا اور کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے جس کو دیکھے بغیر مجھکو آرام نہیں ہے اور ایسی ایسی سخت قسمیں کھائیں کہ نواب فرشتہ صفت کو رحم آگیا۔ اور دینداری کی راہ سے اس کی واہی بات پر اعتماد کرکے اس راقم الحروف کے منع کرنیکے باوجود ہوگلی جانے کی اجازت دیدی اور ایک دوشالہ بھی عنایت فرمایا اور اس نے ہوگلی سے کلکتہ جاکر وہی ناپسندیدہ طریقہ اختیار کیا اور مسٹر ڈنٹین صاحب نائب گورنر کے پاس جا ٹھہرا۔ اس کی اس بیحیائی کے بعد نواب فلک جناب نے اس کے سارے احوال گورنر کو لکھ بھیجے۔ گورنر نے اس کو بلاکر قید کرکے نواب فلک جناب کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور جیساکہ لوگوں نے کہا ہے کہ "فعل بدکردہ را سزا ایں است" پھر حساب سمجھانے کی سزا میں گرفتار ہوا۔

آخر ماہ مبارک رمضان شریف میں نواب سیف الدولہ بھی مرشد آباد روانہ ہوئے۔ اور اسی سنہ کے ماہ شوال میں مسٹر مارسین کو تپ محرقہ (میعادی بخار) ہوئی۔ آب وہوا کی تبدیلی کے لیے نشاط باغ کی انگریزی کوٹھی میں اقامت گزیں ہوئے۔ دو تین دنوں کے بعد دنیا سے کوچ کر گئے۔

اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی کی بنیاد عمر گریزاں کے بہتے ہوئے دریا پر رکھ دی ہے، اور اس جسمانی خیمے کی طناب شریانیں (رگیں) اور ستون ہڈیاں ہیں ہمیشہ یہ خیمہ سانس کی آمد و شد سے ڈولتا رہتا ہے اور حوادث کی آندھیاں اس کو اکھاڑ پھینکتی ہیں۔ اگر ماہر سے ماہر طبیب حاذق اپنے عقل و دانش کے لنگر سے زندگی کی اس کشتی کو قائم رکھ سکتے تو گذشتہ بادشاہوں کے وجود کا سرمایہ کبھی نیستی کے سمندر میں غرق نہیں ہوتا۔ اور کوئی فرد انسانی اس ناگوار پیالہ مرگ کو نہ پیتا۔ چونکہ یہ منزل دنیا دل نشیں ہی مگر ٹھہرنے کے لائق جگہ نہیں اور نہ کوئی یہاں مستقل رہتا ہے۔ اسی ضابطے کے زیر اثر اسی ۱۱۸۳ھ ذیقعدہ کی ابتدائی تاریخوں میں نواب فلک جناب کی دختر دلبند نے چیچک کی بیماری میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اسی ذیقعدہ کی نویں کو اس لڑکی کی والدہ (اہلیہ نواب فلک جناب) جناب حضرت بیگم صاحبہ کہ ایک عالم ان کی دولت سے فیض پا رہا تھا۔ وہ بھی اسی بیماری میں انتقال کر گئیں اور گیارہویں ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور کو نواب سیف الدولہ جو ایک عشرت پیشہ نواب تھا، خود رائے، معاشرت پسند لب، لب ساغر سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا اور نہ ہاتھ صراحی کی گردن سے الگ ہوتا، اس کے دماغی محل میں بجز طوائفی نغموں کے کوئی آواز نہ گونجتی، اور اس کے آغوش خیال میں ہمیشہ حسینوں سرو قدوں کی ہم آغوشی کی تمنا ہی

سمائی رہتی عیش پرستی میں ملک و مال کی پروا نہ کرتا عشرت طلبی میں حکومت کے کاروبار کی طرف توجہ نہ کرتا تھا، اسی چیچک کے عارضے میں اس جہان فانی سے رخصت ہوگیا۔ اور تیرہ ذیقعدہ کو عطاء اللہ خان کے بیٹے فتح اللہ خان اور چودہ ذیقعدہ کو اس کی چھوٹی بہن جو حاجی اسمٰعیل سے بیاہی تھی حاجی اسمٰعیل کے حالات آیندہ وضاحت سے آئیں گے۔ پندرہ ماہ مذکور کو میر جعفر خان کے چوتھے بیٹے اشرف علی خان ستر کو میر جعفر خان کے داماد علی خان کی بہن اسی چیچک کے مرض میں یہ سب انتقال کر گئے۔

اسی سال ماہ ذیقعدہ کی نویں تاریخ کو نواب فلک جناب کے لڑکے نواب بہرام جنگ کو بخار آیا اور چیچک کا عارضہ معلوم ہوا، چونکہ آج ہی ان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا، جس شخص کو بھی کہا جاتا کہ ان کی خدمت میں رہو کوئی شخص خوف سے اس کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ مگر راقم الحروف اس قرب خاص کی وجہ سے جو اس سرکار میں تھا باوجود کہ خود میر الڑ کا نور چشم مولوی کلب علی جو چھ سال کا تھا، اور فارسی کی کسی کتاب کے پڑھنے میں کسی استاد کا محتاج نہ تھا، اور ہدایۃ النحو پڑھ رہا تھا۔ اسی روز بخار میں مبتلا ہوا تھا، میں نے نشاط باغ میں رہنا اور اس سیدزادے کی خدمت کرنی قبول کر لی۔ دایہ اور ماں کی طرح خدمت کی کہ نو دنوں تک بجز گائے کے دودھ کے کسی کھانے سے زبان لذت آشنا نہ ہوئی۔ اور چالیس روز تک کھانا پینا اور نیند حرام تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ بلند اقبال کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ اور اس بندہ روسیاہ کو آبروئے تازہ عنایت فرمائی۔ ایک روز کے بعد کہ میں اس کام پر مقرر ہوا تھا سید محمد خان، میر سلیمان خان نواب اسد اللہ خاں، محسن علیخان اور مہاراجہ امرت سنگھ بہادر بھی اس کام پر متعین ہوئے تھے۔

مہاراجہ بہادر نو دنوں کے بعد عین وبا کی شدت کے وقت میں خود بھی وبائے چیچک میں مبتلا ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ بارہ دنوں کے بعد میر سلیمان خان اور نواب اسد اللہ خان، اور رضا قلی خان چھوٹے لڑکے کی تیمارداری پر متعین ہو کر یہ لوگ بھی چلے گئے۔ اللہ کے فضل سے دونوں ہی صاحبزادوں نے غسل صحت کیا۔ میر سلیمان خان نے از راہ اشارہ و کنایہ بطریق طنز ان دونوں صاحبزادوں پر تصدق کر کے ایک ہاتھی برہمن کو دی۔ اور رضا قلی خان نے بھی ایک مرصع پگڑی ان دونوں صاحبزادوں پر تصدق کی۔ نواب اسد اللہ خاں نے کہ ستر برس کی عمر میں یہ خدمت انجام دی تھی آزردہ خاطر ہو کے خانہ نشیں ہو گئے اور محسن علی خان صاحب چند دنوں کے بعد نوکری سے برطرف ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور راقم الحروف

اس بلائے ناگہانی سے نجات پاکر تحسین و آفرین کا ایک جملہ سنے بغیر اللہ کا شکر بجا لایا۔ سید محمد خان جو مہاراجہ بہادر کے لائے ہوئے تھے کچھ دنوں کے بعد راج شاہی پرگنہ کی تحصیل داری پر مقرر ہوئے۔ اور حکیم پیر محمد جنہوں نے مہاراجہ بہادر کے وبائی مرض کا علاج کیا تھا۔ ان کی توجہ سے حکمت مآب خاں کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اور اس پر گھوڑا، ہاتھی، خلعت، اور پگڑی کا اضافہ کرکے مزید عنایت و کرم فرمایا۔ بیت:

آن کس کہ تونگرت نمیگردانند　　　او مصلحت تو از تو بہ می داند

ان دو معصوموں کے تصدق میں مولوی کلب علی بھی شفا خانۂ الٰہی سے اسی بیماری سے شفایاب ہوا۔

اس سال اس بلا کا شعلہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے کچھ اس طرح بھڑکا کہ تر و خشک بوڑھے جوان سب کو جلا گیا، ہر روز ہزارہا انسان اس بلا میں گرفتار ہو کر ملک عدم کو سدھار جاتے تھے۔ آخری وبا کی شدت میں یہ حال تھا کہ غریبوں کی لاشیں بے گور و کفن بازاروں اور محلوں میں پڑی رہتی تھیں۔ مختصر کلام بے مبالغہ یہ ہے کہ لکھو کھا آدمی اس عارضے میں جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ اور قحط کی زیادتی کا سبب جیسا کہ آئندہ کلام سے واضح ہو گا۔ ایک یہ تھا کہ لوگ اپنے عزیزوں کے رنج و غم میں اشیائے خوردنی کے ذخیرہ کرنے کی فکر میں بالکل نہ لگے۔ بلکہ اس کی ان کو فرصت ہی نہ ملی۔ بیت:

عافیت رخت بر کنار نہاد　　　ہر کہ جست از وبا بقحط افتاد

نواب سیف الدولہ کی عمر اکیس سال اور مدت حکومت تین سال گیارہ مہینے قمری ہوئی۔

نواب مبارک الدولہ کی منحوس و ناپاک حکومت، ملک کے امینوں کا جانا، اور ایک عالم کا قحط کی وجہ سے ہلاک ہونا

جب میر جعفر خان کے چار لڑکے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے گوشہ قبر میں جا سوئے۔ پانچواں لڑکا، جیسا کہ مثل مشہور ہے "برعکس نہند نام زنگی کافور" (حبشی کا نام کافور) مبارک الدولہ کہ گیارہ سال کی عمر کا تھا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۸۳ھ میں انگریزوں کے حکم سے بنگالہ جنت البلاد کے تخت حکومت بٹھایا گیا۔ نواب فلک جناب نے نجم الدولہ کی والدہ منی بیگم کے مقام و مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے دوبارہ ان کو اپنا مقام دیتے ہوئے، سیف الدولہ کے برعکس زمانے کے روبرو لائے، کیونکہ میر جعفر خان کی جملہ اولاد کو انھوں نے اپنے بچوں کی طرح اپنی آغوش شفقت میں پالا تھا۔ اور علی ابراہیم خان بہادر کو ان کی سرکار کا دیوان مقرر کیا کہ ان کی صواب دید کے بغیر ایک دام ایک کوڑی بھی

صرف نہ ہو۔ اور نصر اللہ خان کو بدستور میر سامانی کا خلعت ملا، اور سید احسن الدین خان بہادر کو میر عمارت ، اور محمد نعمت اللہ کو فیل خانے کی داروغگی عطا ہوئی۔ علی نقی خان، اور امین بیگ خان اور خواجہ عبداللہ اور محمد نقی خان قمار باز کو للگی یعنی مبارک الدولہ کے کھلانے بہلانے کے لیے مقرر کیا۔ اور انتہائی تاکید کی کہ اپنے بزرگوں کی بدروش کے خلاف اچھی صلاحیت و استعداد بنائے اور فارسی زبان سیکھے۔ قطعہ:

شمشیر نیک ز آہن بد چوں کند کسے ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس
باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

اور جو لوگ کہ سیف الدولہ کے ملازم تھے اور ان کا روزینہ مقرر تھا، سب کو موقوف کر کے برطرف کر دیا۔ اور وہ جمگھٹ کے افراد جو نجم الدولہ، سیف الدولہ کی محفلوں میں بہت دخیل تھے ان کو مبارک الدولہ کی خدمت میں آمد و رفت کرنے سے روک دیا۔ ان میں سے احمد علی خان میر نبی کہ نسناس[1] کی دو لوں اور ابلیس کی ایک "ی" سے یہ نام بنا ہے ایسی شخصیت ہے کہ ماں کے سینے کی تختی پر "ی" سے فریب کاری کے جوہر کے حروف مفردہ مشق کیے تھے، اور ماں کے پستان سے دودھ پینے ہی کے وقت سب مکر و فریب گھونٹ چکا تھا چستی و چالاکی میں محمد نعمت سے بڑھا ہوا۔ اس کا نطفہ اس وقت تک قرار نہ پایا تھا جب تک اس میں شیطان کا عمل دخل نہ ہوا، اس کا قد اس وقت تک سیدھا نہ ہوا۔ جب تک کہ اس کے پنجے کو پکڑ کر شیطان سیدھا نہ کیا۔ اس کی زبان بول سے آشنا نہ ہوئی۔ جب تک کہ اس نے ابلیسوں کو سلام نہ کر لیا۔ کسی آدمی کی بات نہ سنی جبتک کہ ملحدوں کی باتیں نہ سنیں، اس وقت تک اس نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب تک کہ خود کو ابلیس کی شکل میں نہ دیکھ لیا۔ گندگی کے مدرسہ میں بجز کثافت کے اجزا کے اس نے اور کچھ نہیں کیا تھا، اس کا قول تھا کہ دانت لالچ کے لیے، زبان سوال کے لیے، کان اپنی غرض کی بات سننے کے لیے۔ آنکھ لالچی پن کے لیے، ہاتھ مانگنے کے لیے اور پاؤں پیروی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ چند ہی روز میں کہ نواب فلک جناب کی نالکی کے ساتھ دوڑا، پہلے تنخواہ میں اضافہ ہوا، دوسرے انعام میں تین ہزار روپے جو سیف الدولہ کے زمانے کے اس کے ذمہ تھے معاف فرما دیئے گئے۔ اور اس کے بعد خلعت خاص ، کلغی، پگڑی سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد میر عمارت بنایا گیا، تو آدمیت کی بنیاد دنیا میں باقی نہ چھوڑی اور انسانیت کے نشانات عالم سے مٹا دیے، بتفصیل ہر ایک کا ذکر اپنی اپنی جگہ ہوگا۔ قطعہ:

---

[1] "نسناس" کوئی افسانوی جانور انسان سے مشابہہ ایک پاؤں سے چلتا ہے۔

گر کسے وصف اُو زمن پرسد　　بیدل از بے نشان چگو ید باز
عاشقاں کشتگان معشوق اند　　برنیاید ز کشتگان آواز

مرزا مسیتا کو خانساماں کا حساب کتاب سمجھانے کے لیے قید کر دیا۔ دو تین دنوں کے بعد مہاراجہ امرت سنگھ بہادر کے کہنے سے اس کا قصور معاف کر کے نوکری پر بحال کر دیا، اور اس کی لڑکی جو نواب سیف الدولہ کے محل سرا میں تھی اسکی درخواست پر اس کو اسکے حوالہ کر دیا۔ اس معاملے میں منی بیگم سے مشورہ ضروری تھا۔ ایسا نہ کرنے کی وجہ سے باہم رنجش پیدا ہو گئی تو منی بیگم کی ضد میں اس کی تعظیم و تکریم میں اور اضافہ کر دیا۔ اور ان کے گھر آنا جانا چھوڑ دیا۔ اس حرکت سے عداوت اور حسد کہ اس فرقہ کا مزاج ہے اور بھی زیادہ ہو گئی۔

عطار اللہ خان کے بیٹے فضل اللہ خان کی بیٹی کو مبارک الدولہ سے شادی کے لیے مانگ کر جشن کی مجلس آراستہ کی اور قریب و دور کے لوگوں کے کان تک یہ بات پہنچا دی۔ اور اس لوینیاں میں نو عدہ محال جیسے پورنیہ، دیناج پور، رنگپور، بیربھوم، بھتوریا، اور جہانگیر نگر، وغیرہ پر انگریز امین مقرر ہوئے اور ہندستانی بھی بشکل وزن شعر برقرار رکھے گئے۔

مہاراجہ مہاسنگھ کہ ایک ضعیف اور دانشمند آدمی تھے۔ امین کے محالات جہانگیر نگر پر جانے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی ہمت سنگھ کو اپنی جگہ پر چھوڑ کر خود مرشد آباد آ کر خانہ نشیں ہو گئے۔

تینس۲۳ صفر ۱۱۸۴ھ کو راقم الحروف کی والدہ انتقال کر گئیں اور اسی سال پہلی ماہ ربیع الاول کو کامل ایک سال بالکل بارش نہ ہونے کی وجہ سے بلا کا نزول ہوا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے تمام صوبہ بنگال اور صوبہ بہار میں تقدیر الٰہی سے شدید قحط اور گرانی رونما ہوئی غلے کی تمام جنسیں عنقا ہو گئیں۔ شروع میں تو لوگ دھان، لال چاول اور کنڈہ کھاتے رہے، اور آخر میں نوبت یہ آئی کہ گندم کی خواہش میں گندم ہی کی طرح سینہ چاک، اور دال کے لیے دل دو پارہ تھا۔ ہزار مصیبت اٹھانے پر بھی ہاتھ نہ آتا تھا۔ روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے دل تنور کی طرح تپتا، حسرت و افسوس کا دھواں ہر دل سے اٹھتا۔ اور بنیے کی دکان میں بجز کساد بازاری کی گرد کے اور کوئی جنس باقی نہیں تھی (گرانی سے گاہک مفقود تھے) لوگ "باوا روٹی باوا روٹی" کہہ کہہ کے جان دیتے۔ خلو معدہ گی کے صفرا کی گرمی سے شیرینی فروشوں کے حلق بھی موت کی تلخی چکھ رہے تھے۔ لوگ ریشم کے کیڑوں کی طرح پتے کھاتے، بھوک کی انتہائی

شدت کی وجہ سے درخت کی چھال کھانے پر اتر آئے تھے ۔ یہاں تک کہ آخر میں مردار کھانے لگے۔ اس معاملے کی اگر تفصیل بیان کروں تو تقریر کے لیے ورق کے ورق ، تحریر کے لیے ہزاروں بیاض اور جلہ زبانوں کے دفتر، اور نسخہائے ذہن بھی کافی نہ ہوں مختصر یہ ہے کہ لاکھوں افراد کیا مسلم اور کیا ہندو بھوک کی شدت اور غذا کی کمی کی وجہ سے اپنے قالب جان کو خالی کر گئے۔ کہ گورکن کو اپنی جان کنی سے قبر کھودنے کی فرصت نہ ملتی تھی غسال ایک مردے کو نہلانے جاتا تو دوسرے تک پہنچنے سے پہلے خود اپنی جان سے ہاتھ دھولیتا تھا۔ اور لوگوں میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ جو لوگ زندہ تھے وہ اپنے مردے کو دفن کرسکیں موت اتنی فرصت بھی نہ دیتی تھی کہ مردے کہ پسماندگان اپنے مردے کو کفن پہنائیں کہ خود بھی کفن کے مستحق ہوجاتے۔ گروہ کا گروہ اور ڈھیر کی ڈھیر لاشیں غلے اور اجناس کی بجائے بازاروں اور محلوں میں پڑی رہیں۔ اور ان لاشوں کو کھا کھا کر مدتوں پرندے اور وحشی جانور جشن مناتے رہے۔ غرض غلے کی نایابی کی وجہ سے دو کروڑ سے زیادہ افراد صوبہ بنگال و بہار میں ہلاک ہوگئے۔ بحال تباہ ایسے روتے بلبلاتے کہ دیکھنے والے کو عبرت ہوتی تھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ قطعہ :

نماند جانور از وحش وطیر و ماہی و مور — کہ بر فلک نشد از بیم داد و فغانش
عجب کہ دود دل خلق جمع می نشود — کہ ابر گردد و سیلاب قطرہ بارانش

جملہ عقلاء علم دانائی رکھنے والوں اور خیر اندیشوں پر یہ بات روشن ہے کہ اس عالم میں جو حادثات بھی رونما ہوتے ہیں وہ سب تقدیر الٰہی سے ہوتے ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ ملک کی آبادی اور ویرانی میں حکام کی نیک نیتی اور ان کے خیالات کی خباثت کو بھی دخل ہے۔ انگریزوں نے جو ملک کے مالک بنے ہوئے تھے غریبوں کے حالات کو سنوارنے کی طرف وہ بالکل متوجہ نہ ہوئے اور اپنے کارندوں پر کوئی تاکید اور سختی نہ کی ___ نواب فلک جناب غلہ سستا کرنے کی تاکید کرتے تھے لیکن اس کی طاقت و توان میں تھی نہیں کہ فتنہ پروروں اور فسادیوں کو قتل و غارت کریں۔ اس لیے جتنے بنگالی غلہ فروش تھے۔ انگریزوں کو اس طرف سے بے پروا پاکر ظلم کی دوکان کھول کے بیٹھ گئے تھے اور کام کو زیادہ سے زیادہ خراب اور برباد کر رہے تھے۔ قطعہ :

عین گستاخی است گفتن در چنیں خدمت بشرح — آنچہ آفت رفت از قحط و غلا براین دیار
بود ہ از خوبی سوادش چوں سواد خال جمع — از پریشانی شدہ چون زلف خوباں تار تار

اور ذخیرہ اس قدر تھا کہ آئندہ سال ہی پرانا غلہ بیس سیر اور تیس سیر کے حساب سے بچا گیا۔ مگر ان دنوں میں روپے کا دو سیر بھی میسر نہ ہوا۔ نواب فلک جناب نے اپنی بلند ہمتی اور کرم فرمائی سے ممبران کونسل کو لکھ کر ستر ہزار روپے سرکار کمپنی سے لیے، اور اسی اندازے سے اپنی سرکار سے اور پچاس ہزار روپے مبارک الدولہ کی سرکار سے اور کچھ جگت سیٹھ اور تھوڑا مہاراجہ دلّب رام سے لیکر چند جگہ مقرر کر دی کہ ہر جنس سے جو کچھ میسر آئے خرید کر ضرورتمندوں کو دیں۔ اس کام میں اس حد تک کوشش کر رہے تھے کہ ایک روز چاند حقہ بردار نے عرض کیا کہ جو لوگ کہ فلاں جگہ پر غلے کی تقسیم کے لیے مقرر ہیں۔ غلے کو چرا کر بیچتے ہیں۔ امتحان کے لیے دو دو روپیہ اس کے ہاتھ میں دے کر بھیجا کہ خرید کر لاؤ۔ اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو وہ اپنی ناجائز حرکت کی وجہ سے گرفتار کیا گیا۔

اور منشی شرافت محمد خان نے پوری جرأت سے کام لیتے ہوئے اپنے گھر کے زیورات کو فروخت کر کے ہر جگہ کہ غلہ عام نرخ پر مل رہا تھا خرید کر اکٹھا کیا تاکہ غم نصیبوں کا کام چلے۔ کسی سائل کو بھی اپنے دروازے سے محروم واپس نہیں کرتے تھے۔

اور حاجی محسن باوجود اس کے کہ خود نان شبینہ کے محتاج تھے۔ لیکن جو کچھ ان کو حاصل ہوتا تھا۔ اس میں سے اپنی غذا سے گھٹا کر لوگوں پر ایثار کرتے۔ اور یہ بھی سُنا گیا ہے کہ مسٹر دو کریل امین محال پورنیہ نے تھوڑا غلہ خریدا تھا اس زمانے میں لوگوں میں تقسیم کر دیا اور دوسروں کی طرح ذرا بھی بیچ دینے کی شرم کا اظہار ان کے چہرے سے نہ ہوا، اور میر سلیمان خان کہ ایک جماعت کے ساتھ غلے کی فراہمی کے لیے بھگوان گولہ گئے تھے اور حکم تھا کہ جہاں بھی غلے کی کشتی دیکھیں شہر کی طرف روانہ کر دیں۔ جب انھوں نے لکھا کہ چند کشتی غلہ خیراتی رام بہرام گنج کے داروغہ کے پاس ہے اور امرت سنگھ مہاراجہ کی حمایت کی وجہ سے دیتا نہیں ہے اور یہیں بیچ رہا ہے۔ حکم ہوا کشتی کو گرفتار کر کے یہاں بھیجدیں بشرطیکہ وہاں کے لوگ غلہ نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم کریں کہ غلہ اسی کا ہے یا بیوپاری کا ہے۔ نرخ کے مطابق بیچ رہا ہے یا گراں بیچ رہا ہے۔ جب خیراتی رام کا قصور ثابت نہ ہوا تو خان مذکور کو جو مزاج سے واقف تھے اشارۃً ناگواری کا اظہار کیا اور وہ بھی شرمندہ ہوئے۔ پھر چند روز گھر پر رہنے کے بعد مکہ معظمہ جانے کی اجازت مانگی تو ان کو رخصت دیدی گئی۔ اور چونکہ انگریز اپنے نوکروں کو پندرہ سیر کے حساب سے غلہ دے رہے تھے، نظامت اور سرکار نواب کے ملازمین طعنہ دیتے تھے کہ آقا کو اپنے خادموں کی دستگیری

اس طرح کرنی چاہیئے جیسی انگریز صاحبان کرتے ہیں۔ اس لیے نواب فلک جناب نے بھی کچھ غلہ مسٹر بیچر صاحب اور کچھ قانون گو کے گماشتہ گنگا گوبند سے خرید کیا۔ اور قدرے نقصان برداشت کر کے خاص وعام پر تقسیم کیا۔ اور بہت سے غریب مزدوری کی بدولت کہ نشاط باغ میں تین عمارتیں بہت عالی شان باغ کی اُتر جانب بنوائی جارہی تھیں اور مہاراجہ بہادر اور احسن الدین خاں بہادر داروغہ میر عمارت کی آپس کی ناموافقت کی وجہ سے، مہاراجہ کے زمانے ہی میں اس کی بنیاد پڑی تھی اب اسی کی تعمیر سے مزدور قوت لایموت (اتنی مزدوری کہ زندہ رہ سکیں) حاصل کر رہے تھے، اور یہ بات بھی مقرر کر دی گئی تھی۔ روزینہ مزدوری میں پیسے کے عوض آدھ سیر غلہ ہی دیدیں۔ کیونکہ اتنا غلہ اس زمانے میں چار آنے میں بھی نہیں ملتا تھا۔ اور یہ بات بھی سنی گئی ہے ________ کہ مہاراجہ شتاب رائے نے بھی بنارس سے غلہ منگوا کر تقسیم کیا۔ غرض وہ چند اشخاص جو زندہ رہ گئے اور اس بلا سے نجات پائی وہ اللہ کے فضل اور اس یگانہ زمانہ نواب فلک جناب کی کوششوں کا اثر تھا۔ ورنہ محاسبان قضا وقدر نے تو زمانے کے سیاہے (دکھاتے) میں تنگی کے خرچ کو آسانی کے جمع پر بڑھا کر ذرائع آمدنی کو منہا ہی کر دیا تھا، اس سے زیادہ وضاحت فصیحت کا موجب ہوگی۔

اور اسی قحط کے زمانے میں ایسی آتش زدگی تھی کہ چند ہوس کے مکان کے سوا باقی تمام مکانات جل کر راکھ ہو گئے۔ اور شہر میں کوئی مکان باقی نہ رہا۔ دو مہینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی فریادرسی فرمائی اور ابر کی آنکھیں لوگوں کی بدحالی پر نم ہوئیں اور نئے سال کا غلہ فراہم ہوا، اور ذخیرہ اندوزوں کا ہاتھ کوتاہ ہوا، پانی برسنے اور لوگوں کی معذوری کی وجہ سے جو دیواریں چھپر اور چھاونی سے خالی ہو رہی تھیں اور اپنے مکینوں کے فراق میں سر برہنہ کھڑی تھیں۔ وہ بنیاد سے گر پڑیں یکبارگی شہر اپنی عظمت کے باوجود ویران وخراب ہو گیا۔ اور اس سال اس مصرعہ کا مضمون معاینہ کرنے میں آیا۔ ع۔ "نیمۂ راسوخت آتش نیمۂ را برد آب"

چونکہ احسن الدین خان بہادر، مہاراجہ امرت سنگھ کا جیسا احترام چاہیئے وہ ان سے ہوتا نہ تھا۔ وجہ یہ تھی کہ دیوان برخلاف تھا اسلیے جیسا عمدہ کام ہونا چاہیئے تھا نہیں ہوتا تھا ان دو آدمیوں کی ضد میں اکثر سرکاری کام خراب ہوتا رہتا تھا۔ نواب فلک جناب نے جھگڑا دور کرنے کے لیے نعمت اللہ خان کو میر سامانی کے عہدے پر فائز کر دیا۔ ع۔ "رفتہ رفتہ قسو قلمدان شدؔ" یہ وہ شخصیت ہے کہ اگر نقاش اس کے احوال کی تصویر کشی کرے تو کیا تعجب ہے کہ انگشت بہ دنداں نہ رہ جائے۔ اگر کوئی اس کو دیکھے اور کتاب

عجائب المخلوقات سامنے رکھ کر یہ شکل تلاش کرے تو حیرت نہیں ہے۔ قطعہ:

علی الصباح بروئے تو ہر کہ برخیزد   صباح روز سلامت بر و مسا باشد
بداخترے چو تو در صورت تو بایستی   ولے چنیں کہ توئی در جہاں کجا باشد

غرض خانہ سامانی کے مشغلہ اور جزرسی اور حساب دانی پر مغرور ہونے کے باوجود جہالت کا یہ عالم تھا کہ سیاہ و سفید ورق کی بھی تمیز نہیں تھی۔ انسانوں کی فہرست میں اس نے اپنا نام لکھا ہوا کہیں نہ پایا تھا۔ منافقت میں قلم کی طرح دو زبان، دل کی سیاہی پر دوات حیران، شکل شریف کی حالت رذیل کی۔

قطعہ: کس نیاید بہ پائے دیوارے   کہ بران صورتت نگار کنند
گر ترا در بہشت باشد جائے   دیگران دوزخ اختیار کنند

الغرض خانہ سامانی کے عہدے پر آتے ہی انتہائی کاموں کی واقفیت اور تجربے کی کثرت کا یہ حال تھا کہ آپ پکے ہوئے کھانے کو تولتے تھے اور اس کا نام جزرسی رکھا تھا۔ خاصے کے کھانے سے تمام تکلفات یکسر موقوف کر دیے۔ سرکاری دسترخوان بھی مختصر کر دیا۔ اکثر وظیفہ خوار جو بخشش کے دسترخوان سے وظیفہ پا رہے تھے موقوف کر دیے گئے۔ چنانچہ راقم الحروف بھی جو وہاں صرف کھانا کھاتا تھا۔ اور کسی طرح کی کوئی نقد و جنس نہیں پاتا تھا، موقوف کیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضور میں عرض کیا گیا، اور میاں ملّو کے نام خانہ سامانی کا پروانہ روانہ کیا گیا مگر وہ ان تک نہیں پہنچا۔ قطعہ:

ہر کہ بر خود در سوال کشاد   تا بمیرد نیاز مند بود
آز بگذار و بادشاہی کن   گردن بے طمع بلند بود

اکثر جگہوں کی روشنی خواہ وہ سامنے کی ہو یا پیچھے کی موقوف کر دی گئی۔ بلکہ رات کو سواری سے کہیں جانے کے لیے بھی راضی نہیں تھے کہ تیل جلے گا۔ اور اکثر مجمع عام میں یہ جملہ ان کی زبان پر ہوتا تھا۔ مصرع: "یادگاریست باقی از فاصل"۔

۱؎ صبح سویرے اگر کوئی تم کو دیکھ کر اٹھے تو سلامتی کے دن کی صبح شام میں تبدیل ہو جائے۔ اگر کوئی منحوس تمہاری طرح تلاش کیا جائے تو جیسے تم ہو ویسا کہاں ملے گا۔ ۲؎ کسی دیوار پر اگر تمہاری تصویر بنا دیں تو کوئی اس دیوار کے سائے میں نہ آئے۔ اگر تم کو بہشت میں جگہ ملے تو دوسرے دوزخ میں جانا پسند کریں۔

علی ابراہیم خاں بہادر جنھوں نے سید احسن الدین خان کو خیانت میں متہم کیا تھا، نواب فلک جناب نے دونوں ہی کا مزاج معلوم کرکے شیخ خیراللہ خدمتگار کو میر عمارت کے عہدے پر دونوں ہی جگہوں پر متعین فرمایا، اور نشاط باغ کی داروغگی احسن الدین خان کے نائب یحییٰ علی خان سے لیکر آقا شریف خاں کے سپرد کی اور باغ کی عمارت کی داروغگی پہلے یوسف بیگ نام ایک شخص کو اور چند دنوں کے بعد محمد افضل خان کو دی پھر چند دنوں کے بعد ان سے لیکر نورالزماں خان کو مقرر کیا۔

میر عمارت کے مصالح داروں کو بدل کر زیادتی کے ساتھ نرخ مقرر کردی کہ بولنے میں ایک من چونے کی جگہ دو من بولا جائے مگر جنس کو اگر دیکھئے تو ایک من بھی نہ ٹھہرے۔ کیونکہ سب کا سب پانی ہی پانی ہوتا تھا، اور یہی حال لکڑی اور اینٹ کا تھا کیونکہ جب قیمت میں فرق ہوا تو جنس میں بھی پورا پورا فرق نمایاں ہوا، جب کسی طرف سے غبن وخیانت سید احسن الدین خان بہادر پر باوجود انگریزوں کی جستجو کے ثابت نہیں ہوئی ان تخفیفات کو اپنا دست آویز بنا کر اس کا جزرسی نام رکھا، اور اس تخفیف کو جزذرسی کا نام دیتے اور کہتے کہ ایک جوان آدمی کی خوراک پاؤ سیر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ ان کے سامنے آدھ سیر کھانا رکھنا اسراف ہے اور اتنا کسی کے خیال میں نہ گزرا کہ اس سے زیادہ تخفیف شرمندگی اور بخالت ہے۔ قطعہ:

بدیدار مردم شدن عیب نیست ولیکن نہ چنداں کہ گویند بس[1]
اگر خویشتن را ملامت کنی ملامت نیاید شنیدن زکس

اور اسی زمانے میں مسٹر پیچر کو کوئی بیماری پیدا ہوئی، تبدیلئ آب وہوا کے خیال سے سمندر پار روانہ ہوگئے، ایک کی جگہ چار آدمی کونسل سے مقرر ہوئے کہ ہر بڑے چھوٹے کام اپنے ہاتھ میں لےلیں۔ اور ہر طرح کا حکم وممانعت اپنے اختیار میں رکھیں۔ بجز مسٹر جان گرام کے جو مرتبہ میں سب سے کمتر تھا، دوسرے انگریز حرکت اور حرف علت کی طرح ہر روز کسی نہ کسی سبب سے تبدیل ہوتے رہتے اور ان کی جگہ پر یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کی جگہ پر آتا رہتا، یہاں تک کہ تمام ملک میں پھیل گئے

---

[1] لوگوں کے حالات پر نظر رکھنی عیب نہیں ہے مگر اتنا بھی نہیں کہ کہنے لگیں۔ اب بس کیجئے۔ اگر اپنی ذات کو ملامت کرتے رہو تو کسی دوسرے سے ملامت نہ سننی پڑے۔

اور اطراف کے حالات معلوم کرکے ہندستانی عاملوں کو جن کو انگریزی امینوں کے ساتھ جو دخل حاصل تھا ان کو معطل کرکے تمام نظم و نسق اور ہر بڑے چھوٹے کاموں کو اپنے قبضہ واختیار میں بلا شرکت غیرے کر لیا۔ مسٹر جان گرام جو خالصہ شریف میں گذشتہ، موجودہ اور آئندہ جملہ امور کی تنقیح و تصفیہ کے لیے مقرر تھے۔ نواب فلک جناب ان کی خاطر داری فرمایا کرتے تھے۔ قطعہ:

شخصم[1] بچشم عالمیاں خوب منظر است — وز خبث باطنم سر خجلت نہادہ پیش
طاؤس را بہ نقش و نگارے کہ ہست خلق — تحسین کنند و او خجل از زشت پائے خویش

مسٹر موصوف کی طرف سے منشی صدرالدین جو تمام صفات سے موصوف تھے، شب و روز نواب فلک جناب کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے اور وعدوں سے تسلی و تشفی کیا کرتے مگر کسی کام پہ نہیں لگے۔ قطعہ:

اے[2] قناعت تونگرم گرداں — کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست
گنج صبر اختیار لقمان است — ہر کرا صبر نیست حکمت نیست

مرشد آباد کی انگریزی کمیٹی کے ممبروں نے یہ بات طے کی تھی کہ ہفتے میں دو روز کونسل (مشورہ) کیا کریں اور رعایا اور مخلوق کی دادرسی اور ملک کے نظم و نسق کے معاملات طے کریں۔ اور ممبران کونسل کے حکم اور صوابدید کے بغیر کوئی کام عمل میں نہ آئے۔ اور اسی سال مہاراجہ مہاسنگھ کہ انسانیت اور بہادری میں جہان میں فرشتہ صفت تھے، اس قید خانے میں زندگی بسر کرنے کی بجائے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ مہاراجہ کے اس دنیا سے جانے کے بعد دلب رام نمک حرام اپنے اصلی مکان کی طرف روانہ ہوا۔ اور ان کا جلیل القدر منصب ان کی موت کے دن سے شریف و نجیب، تمام کمالات کے حامل مہاسنگھ کے بیٹے امرت سنگھ بہادر کو تفویض ہوا۔ اور اسی سال علی ابراہیم خان بہادر اور مہاراجہ امرت سنگھ کی دوستی دشمنی میں تبدیل ہو گئی اور اتفاق کی جگہ نفاق نے لی۔ ان دونوں کی دوستی عرصہ دراز سے

---

[1] میری شخصیت لوگوں کی نگاہ میں پسندیدہ ہے لیکن میں اپنے باطن کی خرابی سے شرمندہ ہوں۔ مور کی اس کے نقش و نگار کی وجہ سے تعریف ہوتی ہے اور وہ اپنے پاؤں دیکھ کر شرمندہ ہے۔ [2] اے قناعت مجھ کو مالدار بنا کہ تیرے سوا کوئی نعمت نہیں ہے صبر کا خزانہ لقمان کے اختیار میں ہے۔ جس کو صبر حاصل نہیں نادان ہے۔

چلی آتی تھی۔ یہاں تک کہ کوئی بات علی ابراہیم خان بہادر کو کہنی ہوتی تو مہاراجہ کی زبانی عرض کرتے تھے اور یہی صورت مہاراجہ کی تھی۔ نواب فلک جناب بھی ان کے اتحاد کو جانتے ہوئے ایک دوسرے کی رائے کو ایک دوسرے سے نہیں چھپاتے تھے، اور یہ اتفاق ان کے مزید اعتبار کا باعث تھا۔ ان دونوں کے نفاق کے درمیان کیا راز تھا یہ پوشیدہ ہی رہا، ہر ایک دوسرے کے کام کو بگاڑنے اور رکاوٹ ڈالنے میں لگا رہتا تھا، اور ایک دوسرے کے نقصان کو دیکھنے میں لگے رہتے۔ نواب فلک جناب نے ہر چند چاہا کہ ان کا نفاق دور ہو وہ لوگ جو زمانے کے گرم و سرد سے آشنا نہ تھے، فرہادی تیشے کو دونوں ہاتھوں میں استوار کرتے رہے یہاں تک کہ زمانے کی ناسازی خود فریاد کرنے لگی۔ اور عین نفاق کے درمیان اتفاق نے اپنی راہ نکال لی جیسا کہ آیندہ کلام سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔ مثنوی:

دو[1] عاقل را نباشد کین و پیکار ‏ ‏ نہ دانائی ستیزد با سبکسار

اگر ناداں بوحشت سخت گوید ‏ ‏ خرد مندش بہ نرمی دل بجوید

دو صاحب دل نگہدارند موئے ‏ ‏ ہمیدوں سرکش و آزرم جوئے

وگر بر ہر دو جانب جاہلانند ‏ ‏ اگر زنجیر باشد بگسلانند

اور اسی سال حاجی اسمٰعیل کو ان کی ساس جناب بیگم صاحبہ نے اُن کے تمام مال کو ضبط کر کے ان کی بیوی اور بچوں کو روک کر ان کو بالکل برہنہ اپنے گھر سے نکال دیا۔ وہ چند روز ہوگلی میں قیام کر کے کربلائے معلیٰ روانہ ہو گئے۔ قطعہ:

چو[2] نداری ناخن درندہ تیز ‏ ‏ بابداں ایں بہ کہ کم گیری ستیز

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ‏ ‏ ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

اور جناب بیگم صاحبہ نے ان کی لڑکی کو ایک شخص وجیہ الدین خان نامی کے لڑکے سے منسوب کر دیا۔

---

[1] دو عاقل آپس میں جھگڑتے نہیں نہ کوئی عقلمند کسی چھوٹے پر ظلم کرتا ہے۔ اگر کوئی نادان وحشی پن سے سخت بات کہے۔ عقلمند نرمی سے دلداری کرتا ہے۔ دو اہل دل بال کی بھی رعایت رکھتے ہیں۔ اسی طرح سرکش اور ظالم کی بھی رعایت رکھتے ہیں اگر دونوں جانب جاہل ہوں تو زنجیر بھی توڑ ڈالیں۔

[2] اگر پھاڑ کھانے والا ناخن نہیں ہے تو بہتر ہے بڑوں سے نہ لڑو کیونکہ جو لوہے سے پنجہ لڑائے گا اپنا ہی نازک بازو توڑے گا۔

اور اسی سال نواب فلک جناب نے مسٹر فلایر کے لیے نشاط باغ میں جشن کی تیاری کا حکم دیا۔ اور حکم کے بموجب خدمت گزاروں نے جشن کا اہتمام کیا۔ اور وہ باغ اس جشن کی وجہ سے آسمان کے سبزہ زار کی طرح ستاروں کی چمک کی وجہ سے بہار بے خزاں بنا ہوا ہے، آتشی پھولوں سے چراغاں کر دیا گیا، اس باغ کی سب سے بڑی نہر چراغوں کے عکس اور پانی کی جنبش کی وجہ سے پرندوں کے پر کی طرح رنگ برنگ کے رنگوں کی نظر آتی تھی۔ آسمان رشک سے ستاروں کی طرح سمٹا ہوا، اور زمانہ اپنی آتی دراز ہستی کے باوجود اس رات کے رنگ و آہنگ کو اپنی حاصل زندگی شمار کرتا تھا۔ بندگان درگاہ اور اس بارگاہ میں بار پانے والے شام سے صبح تک ساغر نوشی سے اپنے آئینۂ دل سے غبار صاف کرتے رہے۔

اس سال کے پونیاں کے موقع پر انگریزوں نے زمینداروں اور عمال کو خلعت دینا بالکل بند کر دیا۔ اور خلعت کے بدلے میں ناظم اور نایب صوبہ آدھے سے زیادہ موقوف کر دیے گئے۔ اور بعض حاشیہ نشینوں کے خلعت بھی بند کر دیے۔ مگر میر نبی کو نواب فلک جناب نے اپنے کرم سے عنایت فرمایا۔ اور صوبہ بہار سے بنگال تک تمام محالات اور عہدوں پر نصاریٰ مقرر کیے گئے۔ اور ہندستانیوں کے لیے ان دونوں صوبوں میں روزگار کی کوئی قسم باقی نہیں رہی۔ اور عمال کے برخواست کر دینے کی وجہ سے جو ہندستانی غریب و کمزور ایک آنہ روز حاصل کر لیتے تھے، اور اپنی روزی کا سامان کرتے تھے بے روزگار ہو گئے۔

زمینداروں کے پیشکار اور ان کی چوکیاں موقوف ہو گئیں۔ راستے اور سڑکیں مسافروں کے لیے خوفناک ہو گئے۔ اور زمینداروں کے رسوم یکقلم ضبط کر لیے گئے۔ اور ماہانہ تنخواہ ان کے لیے مقرر ہوئی۔ اور وہ بے چارے بھی عقلمندوں کی رائے پر عمل پیرا ہوئے۔ اور بے حاصل کشاکش سے نجات پانے ہی کو غنیمت سمجھا۔ قطعہ:

ترک احسان خواجہ اولیٰ تر کہ احتمال جفائے بوّاباں
بہ تمنائے گوشت مردن بہ ز تقاضائے زشت قصاباں

اور اسی سال ۱۱۸۵ھ میں نواب فلک جناب کو کوئی تعلق تحصیل کے ساتھ نہ رہا۔ مگر نصف پرگنہ راج شاہی اور خاص تعلقہ شہر اور پرگنہ محمود شاہی اور لشکر پور ملا کر کل تیس اور پینتیس ۳۵

لاکھ روپیہ کا محال باقی رہا ہوگا۔ اور ان سبھوں کو بھی اضافہ قبول کر کے اپنے اختیار میں رکھا تھا۔ پرگنہ راج شاہی جس کو کوئی بھی اضافے کے ساتھ قبول نہیں کر رہا تھا۔ مہاراجہ امرت سنگھ نے اپنے ذمہ لیا، اور ظلم و زیادتی میں مشہور ہوئے۔ خاص تحصیلداری نعمت اللہ خاں کو تفویض ہوئی اور شہر کے اعزہ کی کثیر جماعت اس کی وجہ سے شرمندہ ہوئی۔ اور پرگنہ محمود شاہی کی تحصیلداری مہا سنگھ کو دی گئی۔ اور پرگنہ لشکر پور کہ جس کو کلکتہ کے ایک پیشکار نے لیا تھا، انتہائی تقاضے کے وقت جب دیکھا کہ اضافے کا وصول ہونا خلاف عقل ہے تو کلکتہ بھاگ گیا۔ اسی زمانے میں نشاط باغ کے پورب کی طرف انگریزی وضع کی دو منزلہ عمارت کی بنیاد ڈالی اور اس کا اہتمام مسٹر برجس کے لڑکے کے ہاتھ میں دیا گیا۔ ایک عمارت پورب سے پچھم تک لمبائی میں بیس گز اور چوڑائی میں گیارہ گز اور چھ گرہ، اور دوسری عمارت باغ کے سامنے اتر سے دکھن تک لمبائی میں بائیس گز اور چوڑائی میں نو گز، چار کمرے اور دونوں طرف مسطح سایبان جس کو 'بارندہ' کہتے ہیں۔ دیوار کی چوڑائی ڈیڑھ گز، اور بنیاد دو قد آدم اور سب ریختہ کیا ہوا۔ اور یہ بنیاد سالہائے دراز تک باقی رہنے والی ہے۔ قطعہ:

از زر و سیم راحتے برساں — خویشتن را تمتعے برگیر
وانگہ ایں خانہ از تو خواہد ماند — خشتے از سیم و خشتے از زر گیر

اسی سال عیش باغ جس کی امرت سنگھ بہادر نے بنیاد رکھی تھی، نور الزماں خان کے اہتمام سے تکمیل کو پہنچا۔ نواب فلک جناب اور مہاراجہ بہادر نے اس جنت نظیر باغ کے پھولوں کی سیر سے انبساط و خوشی حاصل کی، مہاراجہ بہادر نے ایک رات انگریزوں کی ضیافت طبع کے لیے اس بڑی وسیع جھیل پر جو باغ کے روبرو ہے اور شہر کی تمام نہروں پر فوقیت رکھتی ہے۔ نہر کے ہر طرف چراغاں کرنے کا حکم دیا۔ اور اس جگہ میں جو معشوقوں کے شگفتہ چہروں کی طرح ہے انگریز صاحبوں نے پیالے لنڈھا کر خود داد عیش دی۔ چراغوں کی بہار ستاروں کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اور چراغوں کے عکس سے ستاروں کی سیر کا لطف آرہا تھا۔ وہ رات اسی عیش و نشاط میں بسر ہوئی اور اسی روز جام و ساغر کی گردش بھی آخر ہو گئی۔ مثنوی:

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت[1] — رفت منزل بدیگراں پرداخت

---

[1] جو آیا اس نے نئی عمارت بنائی خود چلا گیا اور وہ مکان دوسروں کے حوالہ کر گیا۔ دوسرے نے بھی ہوس کی اسی طرح دیگ پکائی یہ تو وہ عمارت ہے کہ جس کو کوئی مکمل نہ کر سکا۔

دان دگر بخت ہمچناں ہو سے — ایں عمارت بسر نبرد کسے
بچہ کار آیدت زگل[1] طبقے — از گلستاں من ببر ورقے
گل ہمیں پنجروز و شش باشد — ویں گلستاں ہمیشہ خوش باشد

نیز اسی سال نواب فلک جناب نے اسی عیش باغ کی جھیل دوسری طرف مبارک الدولہ کے لیے باغ کی بنیاد رکھی جس کا طول و عرض چار سو گز ہو گا۔ اور مبارک باغ اس کا نام رکھا اور ایک عمارت بہت لمبی چوڑی انگریزی طرز کی بنوائی۔ کہ اگر مبارک الدولہ اپنے تمام لشکر کے ساتھ وہاں سکونت اختیار کریں تو ایک گوشہ ہی ان کے لیے کافی ہو گا۔ قطعہ :

آن[2] شنیدستی کہ روزے تاجرے — در بیابانے بیفتا داز ستور
گفت چشم تنگ دنیا دار را — یا قناعت پر کند یا خاک گور

ان تین برسوں میں عزت داروں اور بازاریوں نے پختہ مکانات بنوائے جو آج ویران اور سرنگوں پڑے ہوئے ہیں۔ اسی زمانے میں شیخ خیر اللہ کے مرنے کے بعد ان کے لڑکے برکت اللہ کو میر عمارت کی داروغگی سپرد کی گئی تھی یہ سننے کے بعد کہ انگریزوں کے متوسلین میں سے کوئی اس خدمت کا خواستگار ہے اور درخواست دی ہے۔ احمد علی خاں عرف میر نبی کو یہ خدمت سپرد کر دی۔

کبھی بے شغلی کی وجہ سے اگر گنجفہ کھیلنے، یا چوسر بازی یا تاریخی واقعات سننے میں مشغول ہوتے تو حاضرین مجلس ایسی جہالت جو عقل سے باہر ہے، اور وہ حماقت جو قیاس میں نہیں آسکتی۔ عجیب گفتگو اور بحث مباحثے کرتے تھے، ایک کہتا امیر تیمور گورگانی کو لوگ "گ" سے پڑھتے ہیں یہ غلط ہے بقرینہ غالب یہ "ق" سے ہو گا۔ (قور) اور یہ بادشاہ آنکھ سے معذور ہو گا۔ دوسرا کہتا شاید کسی وقت "گورکنی" کا کام کرتا ہو گا۔ جس کی وجہ سے اس لقب سے ملقب ہو گیا۔ دوسرا کہتا ایلدرم بایزید نے بھی

---

[1] پھولوں کا طباق تمہارے کیا کام آئے گا۔ میرے گلستاں سے ایک ورق لے لو۔ پھول تو یہی پانچ چھ روز شگفتہ رہے گا اور یہ گلستاں تو ہمیشہ شاداب ہے۔

[2] کیا تم نے یہ بات سنی ہے کہ ایک روز ایک تاجر اپنی سواری سے گر پڑا، تو اس نے کہا کہ دنیا دار کی آنکھ کو یا قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی۔

عجیب عمر پائی کہ یزید کے زمانے سے امیر تیمور کے زمانے تک زندہ تھا۔ اور انہیں میں جو ان سے بھی گرے ہوئے تھے، اس طرح گفتگو کرتے کہ نواب صاحب قبلہ پیغمبروں کے حالات کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے حاکم کا حکم ہے یا بادشاہی فرمان ہے۔ کتاب پڑھنے کے وقت جب آدمیوں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا۔ تو اس فقیر حقیر کو بازار نشینوں (طوائف) کے قصہ خوانوں سے تشبیہ دیتے۔ مگر الحمدللہ کہ یہ ذرہ بے مقدار نہ تکرار کلام کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اور نہ احوال کے بیان کے درپے ہوتا تھا۔ اور نہ اس کے لیے پیسے کی طلب، اس ضعیف کے حق میں ان نامعقول باتوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔

اسی سال رمضان کے مہینے میں ممبران کونسل انگریزی نے چھ لاکھ روپیہ کی نظامت کی رقم سے کمی کی درخواست کی۔ نواب فلک جناب نے مخلوق کی نفرین کے اندیشے سے اس کے جواب میں گورنر کو لکھا کہ اس قلیل رقم میں مزید تخفیف کی گنجائش نہیں ہے۔ ماہ شوال میں اسی سال پھر دوسرا خط ملا کہ بیالیس لاکھ روپے جو نظامت کی مقرری ہے اس میں نصف کم کرنا چاہیئے۔ چوں کہ اس میں مخلوق کی خرابی و تباہی تھی، خدا سے ڈرتے ہوئے رضائے الٰہی کے لیے گورنر کو لکھا۔ کہ یہ قلیل رقم جو مقرر ہے اسی میں مشکل سے گزر ہوتی ہے اگر منظور نہیں ہے تو: خلق خدا تنگ نیست و پائے مارا لنگ نیست۔ (یعنی خدا کی زمین تنگ نہیں ہے نہ ہمارے پاؤں لنگڑے ہیں)

گورنر نے جواب میں لکھا کہ نواب صاحب کو دل شکستہ نہیں ہونا چاہیئے۔ نواب صاحب کی خاطرداری ہمیں ان تمام کفایتوں سے عزیز ہے لیکن نو لاکھ روپیہ سالانہ میں نواب فلک جناب نے ایک حبہ بھی نہیں دیا ہے۔ نیز نظامت کے ملازمین کی سال بھر کی تنخواہ طلب ہوئی، اور مبارک الدولہ کے مقرری کی رقم بھی باقی ہے۔

اسی سال ذیقعدہ کے مہینے میں مسٹر ہشٹین گورنر ہو کر مندراج سے کلکتہ میں تشریف لائے نواب فلک جناب پھر ایک محال خیال یعنی ہاتھ سے نکلے ہوئے کے لیے چند احمقوں کے کہنے سے اس مزمن مرض کے علاج کی کوشش کرنے میں مشغول ہوئے۔ اور چہرۂ خیال کو فکر محال کے ناخنوں سے کریدنے لگے۔ اور ذی الحجہ کے مہینے میں اسی سال مسٹر جان گرام گورنر کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ نواب فلک جناب سے جھوٹ دوستی کا دم بھرا کرتا تھا۔ علی ابراہیم خان کو وکیل اور ایلچی کے طور پر، نواب فلک جناب

کی طرف سے اپنے ساتھ لیتے گئے۔ اور خان موصوف نے گورنر سے ملاقات کی اور اکثر انگریزوں کی مہربانیوں کے خطوط لکھا کرتے تھے۔

محرم ۱۱۸۶ھ میں جب نواب فلک جناب کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مسٹر جان گرام صاحب کونسل میں ہو گئے ہیں۔ بہت خوشی منائی کہ دوست کو گفتگو کا موقع مل گیا، اور اسی سال ۱۱۸۶ھ میں آٹھویں محرم کو مسٹر ہشٹین گورنری کی کرسی پر متمکن ہوئے۔ اور علی ابراہیم خان کی تسلی و تشفی پوری طرح کرتے رہے۔

خاتمہ

صوبۂ بنگال و بہار سے نواب فلک جناب کی نیابت کا خاتمہ

وہ واقف کار جو رموز عالم سے واقف ہیں؛ اور وہ دانشور جنہوں نے صفحۂ روزگار پر حدوث و قدم اور وجود و عدم کے رموز کو سیکھا ہے۔ ان پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے جیساکہ اکثر چیزیں جو بظاہر الٹی نظر آتی ہیں درحقیقت درست ہوتی ہیں۔ انگشتری کے نگینہ کے نقش کی طرح بظاہر الٹا ہوتا ہے مگر درحقیقت درست ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کارخانہ الٰہی کی بات بظاہر خواہش کے خلاف ہوتی ہے مگر حقیقت میں ترقی و افزائش کا ذریعہ ہوتی ہے اسی طرح نواب فلک جناب مظفر جنگ اگرچہ تمام کدورتوں کو دور کرنے میں تمام اوقات صرف کرتے تھے، لیکن درحقیقت خدا و رسول اور ہر چھوٹے بڑے کے نزدیک سرخ روئی کے مستحق ہیں کہ اللہ کی خوشنودی اور اللہ کے بندوں کی خوشحالی کے لیے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈال دیا اور فتح و نصرت کا علم اسداللہ سرور غالب کی طرح دشمنوں کے مقابلے میں بلند کر دیا۔ اور بلند کرتے ہی رہیں گے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب مسٹر ہشٹین صاحب گورنری کے عہدے پر فائز ہوئے تو نظامت کے بیالیس لاکھ روپے پر ان کو لالچ ہوئی۔ درک تو ر ولایت کے حکم کے بموجب نواب مظفر جنگ کو اپنے کام میں مخل جان کر، قحط کے زمانے کے غلہ فروشی کے اتہام میں کہ کسی مسلمان سے یہ ممکن نہیں ہے نواب کو متہم کیا اور بغیر اس کے کہ قائل معقول کریں تئیسویں محرم ۱۱۸۶ھ میں جبکہ وہ نشاط باغ کے حسین و جمیل بنگلے میں مقیم تھے، عشرت و نشاط کے مزے لوٹ رہے تھے۔

مسٹر اندرسین اور کپتان بھنگ چند دستہ تلنگہ فوج کے ساتھ گورنر کے حکم سے ــــــــــــــ صبح سویرے کہ وہ صبح محشر تھی۔ اچانک باغ میں گھس آئے۔ اور جوان کا طریقہ ہے آہستگی سے اپنا تمام بندوبست کر کے بارگاہ سلطانی میں داخل ہو گئے۔ اس راقم الحروف کے سوا کوئی دوسرا ملازم حاضر نہ تھا، پورے آداب و متانت کے ساتھ کلکتہ روانہ ہو گئے۔ مسٹر مڈلٹین صاحب نائب گورنر چند کپتان وغیرہ انگریزی سرداروں اور کچھ فوج کے ساتھ شہر میں آکر ایک کپتان کو نواب فلک جناب کی حویلی پر اور ایک کپتان کو مہاراجہ امرت سنگھ کی حویلی پر متعین کیا، اور چند سرداروں کو فوجی دستے کے ساتھ شہر کے چار بازاروں میں قلعہ کے نزدیک چھوڑ کر خود چند دوسرے آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور نواب مبارک الدولہ کو ملاقات کر کے بہت تسلی دی۔ اور حکم کیا کہ اپنے ملازمین کو بلائیے۔ اور وہاں سے خالصہ شریف روانہ ہو جائیے۔ اور دو دستہ تلنگا فوج محافظت کے لیے مقرر کر دی۔ اور وہاں کی کچہری والوں کی تسلی و تشفی کر کے اپنی قیام گاہ موتی جھیل روانہ ہو گئے۔ نیز فوج کا ایک دستہ سیاہ و سفید سپاہیوں کا، توپ اور توپ خانہ آکر قلعہ کے مقابل ایک پہر دن تک کھڑا رہا تھا۔

القصہ نواب فلک جناب چوکی خان بزرگ کے مکان سے اٹھنے کے بعد ضروری اسباب نکالنے کی اجازت لے کر شب چوبیس ۲۴ محرم کو دو پہر رات رہتے کلکتہ کو روانہ ہوئے۔ اور مرزا پور پہنچنے کے بعد معذرت کا خط گورنر بہادر کا پہنچا کہ ولایت سے خط آنے کی وجہ سے میں معذور و مجبور تھا، ورنہ میری آرزو تھی کہ کام عمدگی سے آپس کے مشورے سے انجام پائے۔ اگر یہ خط مرشد آباد میں پہنچتا تو گورنر بہادر یہ سب تکلف نہ اٹھاتے۔ کیونکہ زندگی موت کے لیے ہے اور دنیاوی تعلقات چھوڑ دینے کے لیے۔ جب تیسویں محرم کو جیت پور کے باغ میں پہنچے۔ شام کے وقت مسٹر جان گرام آئے اور گورنر کا سلام پہنچایا، چند احکام کہ اس برگزیدہ رحمٰن کو اس سے کوئی تعلق اور آگاہی نہ تھی، بہت وضاحت سے بیان کی کہ دراصل صاحبان کونسل کا مدعا تخفیف ہے۔ اور راقم الحروف نے اس سال کی تاریخ بھی "ہائے تخفیف" سے نکالی۔

نواب فلک جناب نویں ماہ صفر ۱۱۸۶ھ میں گورنر کے حکم سے میر جعفر خان کی حویلی میں تشریف فرما ہوئے۔ اور گیارہویں ماہ صفر سنہ مذکور کو اس بنیاد پر کہ دو چیزیں دنیاوی عیش کے لیے ضروری ہیں، ایک دل کا سکون؛ دوسری تندرستی اور یہ دونوں ہی راقم الحروف کو ایک مدت سے حاصل نہیں تھی لہذا رخصت

ہوکر چند روز کے لیے مرشد آباد روانہ ہوگیا۔ چونکہ افراط و تفریط دونوں ہی رذالت کے مراتب ہیں اور انصاف سے دور، فقیر اس خیال سے رخصت ملتے ہی بغیر ذرا دیر ٹھہرے روانہ ہوگیا۔ اسکی انتہائی شرم کی وجہ سے مناسب نہ سمجھا کہ محض قربت کو رخصت کی دستاویز بنا کر مرشد آباد روانہ ہوگیا۔ اپنے دل میں بہت شرمندہ تھا۔ اس حد تک کہ دو ماہ کے بعد جب قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ شرمندگی اور خجالت کی وجہ سے ایک ماہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکا۔ بیت:

رسوم دوست پرستی زمن نمی آید　　　طریق کینہ گری با عدو چہ میدانم

آٹھویں صفر سنہ مذکور کو ممبران کمیٹی نے مرشد آباد میں تمام مخلوق اور حاضرین کے مجمع میں حکم کر کے دوراز کاربات کی منادی کی اور کاغذ پر انگریزی فارسی اور بنگلہ میں لکھ کر دور و نزدیک لوگوں کے گوش گزار کیا۔ کہ نواب مظفر جنگ، نظامت کی رقم میں خیانت اور سپاہیوں کی تنخواہ نہ دینے اور غلہ وغیرہ بیچنے کی بدعتوں کی وجہ سے انگریز کمپنی کے مجرم ہیں۔ اس لیے تمام کاروبار سے معزول کیے جاتے ہیں۔ اب کل اختیار صاحبان انگریز کا ہے۔

ایک اشتہار اسی مضمون کا لکھوا کر قلعہ کے دروازے اور بازار کی دیواروں پر اور راستوں میں جا بجا چسپاں کر دیا۔ اور کئی عریضے نواب مبارک الدولہ سے لکھوا کر حضرت ظل سبحانی اور نواب وزیر کی خدمت میں روانہ کیا، اور خاص و عام کو احمق بنا کر نوع بنوع نوازشات کا امیدوار بنایا۔ بخدا بے مبالغہ لکھا جاتا ہے کہ انگریز دانائی، اور صف آرائی، اور رعب و دبدبہ میں تمام ٹوپ پہننے والوں میں سب سے ممتاز ہیں اور سر بلند۔ اور جو اخراجات کہ یہ لوگ رکھتے ہیں۔ یقیناً وہ کسی بادشاہ کے یہاں بھی نہ ہوں گے۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ ان کا ذریعہ معاش سوداگری ہے۔ چند لاکھ روپے کے لیے نواب مظفر جنگ سے ایسا سلوک کرنا اُن کے حالات سے عجیب اور ان کی ذہانت و دانائی سے حیرت ناک ہے۔

نواب مظفر جنگ تمام امور کے انجام دہ ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ مخالف اور مسخرے نہیں ہیں۔ لوگ سیدکش ہیں اور وہ معصوم برحق، برے کاموں کے پاس بھی نہیں پھٹکتے، وہ بُرے لوگوں کی صحبت میں نہیں بیٹھتے۔ اور وہ چند آدمی جو ظاہر ہیں ان سے دشمنی رکھتے ہیں دراصل وہ انگریزوں کو بدنام کرنے والے ہیں زیادہ وضاحت فضیحت کا ذریعہ بنے گی۔ "ہر کام آسان ہے اگر کام کرانے والا اہل ہے"۔ "کار سہل است اگر کار فرما اہل باشد"

الغرض چند عقلمند کہ ہر ایک ان میں کا اپنے طبقات میں بلندی یا پستی تک پہنچتے ہیں، اور فہم و دانائی میں مکمل عقل رکھتے ہیں اور مکر و فن دھوکہ دہی میں شیطان کے بھی استاد شمار کیے جاتے ہیں۔ سب پر یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ اس وقت انگریز تمام معاملات ملکی و مالی میں مختار ہیں۔ پھر بھی لالچ اور طمع جوان کے دامن گیر ہے۔ ہمیشہ اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے کی تمنا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ذرا بھی جب موقع ملتا ہے اپنی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ اس گروہ کی تسکین خاطر کی صورت دو ہی ہے۔ ع:
"یا قناعت پر کند یا خاک گور" نواب فلک جناب کے بعد جن لوگوں نے نیابت صوبہ کی تمنا میں اپنی آغوش کشادہ کی اور خلعت نیابت پہننے کے خواہشمند ہوئے ان میں ایک میر محمد کاظم خان میر جعفر خان کے بھائی ہیں جو بخوشی یا جبراً اپنے آپکو اس منصب کا وارث سمجھتے ہیں۔ اور سمجھتے رہیں گے۔ دوسرے محمد کاظم خان اصفہانی ہیں جو پیشکش مبلغ تین لاکھ روپیہ لیکر حاضر اور مستعد ہیں کیونکہ دوسرے سے یہ ممکن نہیں، تیسرے مرزا محمد ایرج خان ہیں۔ کہ ٹوٹی ہوئی گردن کے ساتھ دور از کار خیالات جو افیونیوں کے دماغ میں ہوا کرتے ہیں؛ جدو جہد کا دامن اپنی خواہش کی باریک کمر پر کس کر تیار ہیں۔ چوتھے محمد یار خاں عرف مرزا پیارن ہیں جو نندکمار کی دوستی کے بھروسے پر اپنی جرأت کے گریبان سے سر نکالے کھڑے ہیں۔ ان میں پانچویں مرزا محمد علی جہانگیر نگر کے عامل ہیں کہ جن کا ذکر عالی جاہ کے احوال میں آچکا ہے۔ اپنے مال و اسباب پر مغرور ہو کر کچھ روز اس فکر میں لگے رہے مگر افسوس اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے اور ان کی گردن کی رگ سیدھی نہ ہوئی۔

چھٹے راجہ راج بلب مہاراجہ دلّب رام کے بیٹے ہیں۔ جوان تمام آسمانی بلاؤں کے نزول کو اپنی خوش قسمتی کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر کچھ نہ ہوا۔ ساتویں مہاراجہ دھیرج نرائن، مہاراجہ رام نرائن کے چھوٹے بھائی ہیں جو غلاظت کے کیڑے کی طرح صوبۂ عظیم آباد کی نیابت کے فضلے پر منہ کھولے بیٹھے ہیں۔

اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں گورنر بہادر کے حکم سے مہاراجہ شتاب رائے کو بھی صوبۂ عظیم آباد سے بلوا کر کلکتہ میں داخل کر دیا۔ نیز دیبی سنگھ پورنیہ کے دیوان کو مرشد آباد میں قید کر دیا۔ ۲۷ ویں ربیع الاول سنہ مذکور کو گورنر بہادر مرشد آباد تشریف لائے۔ تمام عوام و خواص شکستہ حویلیوں کو قاسم بازار، سید آباد، کالکاپور میں کرایہ کر کے ہر ایک اپنی تمنا اور آرزو میں بیٹھ گیا۔ اور ہمیشہ گورنر بہادر کے پیشکاروں کی خدمت میں آمد و رفت خود پر واجب و لازم کر لی۔

گورنر اخلاق عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر معززین شہر کے یہاں آتے جاتے رہے۔ اور حالات شہر اور لوگوں کے خیالات دریافت کرتے رہے۔ چونکہ اس ملک کے لوگوں کے ذریعے اس ملک کا بندوبست کرنا ان کا مقصود نہ تھا۔ سب سے بڑی زحمت جو انھوں نے گوارہ فرمائی یہ ہے کہ جگت سیٹھ کی ضمانت کا مال طلب کیا۔ اور انیسویں جمادی الاول سنہ مذکور کو گورنر بہادر چند ممبران کونسل کے ساتھ قلعہ میں تشریف لاکر نندکمار کے بیٹے گرداس کو دیوانی کے خلعت سے نوازا۔ اور نندکمار رائے کے داماد جگت چند کو ـــــ گرداس کی پیشکاری کا خلعت اور پیشکاری دوم کا خلعت ستیش رائے کو تفویض ہوا۔ اندرون خانہ کے تمام بڑے چھوٹے کاموں کا اختیار منی بیگم نجم الدولہ کی ماں کے سپرد ہوا۔ اور انہیں کی رائے پر سب موقوف ہوا۔ اور بہو بیگم مبارک الدولہ کی ماں کی بھی جملہ ضروریات کی کفالت انہیں کے سپرد ہوئی۔

یکم جمادی الثانی سنہ مذکور کو بنگالا کے ہر بڑے چھوٹے ملازم کو یکقلم نوکری سے برطرف کر کے قریب پچاس آدمیوں کو اپنے خاص دستخط سے نوکر بحال کیا۔ اور دوسرے افراد برطرف شدہ کے احوال کی کچھ خبر بھی نہ لی۔

اس موقع پر راقم الحروف کو تعجب ہوتا ہے کہ ممبران کونسل نواب مظفر جنگ پر اعتراض کرتے تھے کہ ان لوگوں کو جنکو نوکر رکھا تھا یہ کیا کام کرتے تھے اور خود ان چند آدمیوں کو جو نوکر رکھا ہے یہ کیا کام کریں گے؟ اور کس کام کے لائق ہیں؟ مگر یہی ہے کہ سرکار کمپنی کا نقصان کیا ہے۔ میرے خیال میں یہ بات آئی تھی کہ جب خود اس کام کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو شاید سب کے ساتھ برابر انصاف کر کے فوج فراری معلوم کر کے تھوڑے دنوں کے بعد جب ہر ایک اپنے اصلی وطن کی طرف روانہ ہو جائیگا تو رفتہ رفتہ خود ہی سرکار کمپنی کی کفایت ہو جائے گی مگر اس بے پروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اس کام کے لیے کوئی فرصت نہیں ہے اور ان لوگوں کے لیے قحط کے زمانے کی صورتحال قریب ہے۔ اگر ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی زمین ان برطرف شدہ لوگوں کے لیے چھوڑ دیتے تو یہ بھوک کی بلا میں مبتلا نہیں ہوتے۔ کیونکہ انصاف ور حاکموں نے ایسا کیا ہے۔ باعزت افراد جو روزگار کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں۔ انہیں بھی منصف روٹی کا ایک ٹکڑا دیتے ہیں۔ البتہ انگرتیل کا حال معلوم نہیں جو انگریز صاحبان کا پایہ تخت ہے کہ اس ملک کے دست و پاشکستہ افراد کس طرح پریشانی میں گذر بسر کرتے ہیں۔ اب بھی بدنامی دور ہو سکتی ہے اگر طبیعت انصاف پر مائل ہو۔

واللہ ولی التوفیق

●●

Muzaffar Nama

Karam Ali

Tr. by
Hkm. S. Yusuf Rizvi

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna